

McGill University Library
3 103 078 092 X


McGill University
Library

Tuḥfahi Vahhābīyah

Ibn Saḥmān al-Najdī

الهدية السنية

مؤلفہ

علامہ سلیمان بن سحمان نجدی

کا اردو ترجمہ

تحفۂ وہابیہ

مرتبہ

خاکسار اسماعیل غزنوی

امرتسر

مفت

بحکم

جلالۃ الملک

امام عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود

ملک الحجاز و نجد و ملحقاتہا

اَیَّدَہُ اللّٰہُ بِنَصرِہٖ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام محمد عبداللہ منہاس پرنٹر چھپا

پبلشر:- اسماعیل غزنوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

سلام علی النجد ومن حل بالنجد

دنیا کے انقلابات کی حد و پایان نہیں۔ کس کس طرح زمانہ اپنے پہلو الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ اور بازیگر فلک اپنے رنگا رنگ کے پردے کس طرح ہر آن بدلتا رہتا ہے تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ یعنی یہ زمانہ ہم لوگوں کے درمیان اس کو دست بدست پھراتے رہتے ہیں؛

— عرب کے ریگستانوں نے گو لیل و نہار کے ہزاروں تماشے دیکھے ہیں۔ مگر شاید اس تماشے سے بڑھکر کوئی تماشا ہو گا کہ تاریک ذرّوں نے ایک چمکتے سورج (وجود نبوی ؐ) کے پرتو سے روشن ہو کر ساری دنیا کی آنکھوں کو اپنی چمک دمک سے روشن کر دیا۔ اور خود اُن کے گوشہ گوشہ کو مطلع انوار بنا دیا۔ اور عین اس وقت جب وہ دشت و جبل اور بحر و بر کو منور کر چکے۔ خود ایسے ماند پڑ گئے۔ کہ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ان قوموں نے۔ جو اس نور سے منور ہوئیں۔ یہ سمجھا کہ ان ریگستانی ذرّوں کی تابانی کے مقابلہ میں اُن کی چمک اور تابانی نگاہوں کو خیرہ نہ بنا سکیں گی۔ اس لئے ان کا تاریک اور ماند ہی رہنا اچھا ہے؛

عربوں کی سیاسی قوّت کا زوال

اوّل تو ابو مسلم خراسانی کی تلواروں نے عربوں کی سیاسی قسمت کا ۱۳۲ھ میں خاتمہ کر دیا۔ اور جو نئی سلطنت عباسیہ اسکے بل بوتے پر قائم ہوئی۔ وہ عربی حکومت کے بجائے عجمی شہنشاہی بن گئی۔ اور رفتہ رفتہ سازش پسند عجمیوں نے سادہ مزاج اکھڑ عربوں کو سیاست اسلامی کے دائرہ سے خارج ہی کر دیا۔ اسکے بعد معتصم نے ترکوں کو بر روئے کار لاکر عربوں کے آزادی پسند، سادہ دل، حرّیت طلب قبیلوں کو ہمیشہ کے لئے پھر عراق و شام و مصر کے زرخیز علاقوں سے نکال کر عرب کے صحرا اور ریگستان میں واپس جانے پر مجبور کر دیا؛

بادیہ نشینان عرب کی خاموشی

اس عرصہ میں دنیا کی اسلامی قوموں نے بڑے بڑے انقلابات پیدا کئے بادشاہیاں بنائیں قصر وایوان تیار کئے۔ مدرسے اور دار العلوم تعمیر کئے۔ کرۂ ارض کے طبقے اُلٹ پلٹ کئے۔ سمندروں کے سینے چیرے پہاڑوں کی چٹانیں گرائیں۔ توڑیں۔ یہ سب شور وغل وزور شور اور جوش وخروش جزیرہ نمائے عرب کے اردگرد ہوتے رہے۔ لیکن عرب کا بادیہ نشین اور شتربان بدستور اپنے صحرا اور نخلستان میں بے پروا سوتا رہا۔

بالآخر جب دنیا کی دوسری مسلمان قومیں اپنی اُن تابانیوں کو جو چاند کیطرح عرب کے سورج سے حاصل کی گئی تھیں۔ کھو چکیں اور توحید وسنت کا سررشتہ اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ اور وہ ہر بلند قبّہ اور ستون کی طرف جھکنے لگے۔ تو اللہ تعالٰے نے پھر اُنہیں ذرّوں میں اُن کی اُن روشنیوں کو جو زیر پردہ ہو گئی تھیں۔ بے نقاب ہوجانے کا حکم دیا۔

عرب کی نشاۃ ثانیہ

مدینہ منورہ کی مسجد نبوی جو معلم نبوّت کے عہد سے آجتک حق کے پکارنے والوں اور وحی الٰہی کے پیغاموں کے دُہرانے والوں کے شور وصدا سے معمور رہی ہے۔ یہیں سے عرب کی نشاۃ ثانیہ یا دوبارہ زندگی کا سرچشمہ فیض ابلا۔ اور یہیں کی ایک شاخ دلّی کے کنارہ جمنا میں آکر شامل ہوگئی۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خانوادہ نے ہندوستان کے ظلمتکدہ کو دوبارہ مطلع توحید سے منور کیا۔ اور دوسری شاخ آبِ زمزم سے مل کر عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں پھیلی۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نام مذہبی وجوہ سے زیادہ سیاسی اسباب سے کم اسلامی قوموں میں بدنام رہا۔ یہ شخص حنبلی مذہب کا ایک عالم۔ نجد کا رہنے والا۔ اور مدینہ منورہ کا ایک طالب علم ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۱ء میں وفات پائی۔ حجاز ہمیشہ مصر کے ماتحت رہا ہے۔ مصر کے ترکی، چرکسی، کُردی اور غلام بادشاہوں کے رسوم ورواجات اور اثرات سے بدترین قسم کے بدعات میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور بوجہ اسلام کی مرکزیت عامہ کے جو بلا یہاں پیدا ہوتی ہے وہ چند ہی سالوں کے بعد تمام دنیائے اسلام کو لپیٹ جاتی ہے۔ سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ اس خطۂ اقدس کو آلائشوں سے مبرّا کیا جائے۔

وہابی تحریک

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے جو دعوت شروع کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ خدا کی تمام صفات صرف اُسی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور اُن میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

۲۔ خدا کی ذات و صفات کے متعلق قرآن اور حدیث صحیح میں جو نصوص ہیں۔ اُن پر تاویل کے بغیر اُسی طرح ایمان لانا چاہیئے جس طرح اُن کے الفاظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ظاہر کرتے ہیں۔ اُن کی حقیقت طلبی کے ہم درپے نہ ہوں؛

۳۔ تمام پیغمبر بشر ہیں۔ اور صفات ربانی سے خالی ہیں؛

۴۔ اولیائے الٰہی کی ایسی تعظیم اور ان کے متعلق ایسی عقیدت نہ رکھنی چاہیئے۔ جو صرف پیغمبروں کے لئے یا خاص خدا کے لئے مخصوص ہیں؛

۵۔ مقابر اور مزارات کی ایسی تعظیم نہ کی جائے جو بت پرستانہ ہو؛

۶۔ اُن چیزوں کو جو خدا کی قدرت میں ہیں۔ غیر خدا سے طلب نہ کیا جائے۔ اور نہ مُردوں سے دعائے استعانت مانگی جائے؛

۷۔ قبروں پر قبّے۔ گنبد وغیرہ عمارتیں یا پختہ چبوترے نہ بنوائے جائیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے منع فرمایا ہے۔ اور اُن کے ذریعہ سے قبر پرستی پیدا ہوتی ہے؛

۸۔ غرض تمام بدعات و مشرکانہ رسوم کا استیصال کیا جائے اور کتاب و سنت کی اشاعت کی جائے؛

امام محمد بن سعود

غرض یہ اور اسی قسم کے چند امور ہیں جن کی دعوت و تبلیغ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اپنی عمر صرف کی۔ اس کی دعوت و تبلیغ پر لبیک کہنے والوں میں نجد کے ایک مقام درعیہ کے ایک شیخ قبیلہ محمد بن سعود تھے جن کی نسبت سے ابن سعود کا یہ خاندان پیدا ہوا ہے؛

وہابی تحریک کی بدنامی کی اسباب

ابن سعود کے علم کے نیچے نجد کے تمام قبائل جمع ہوگئے۔ اور ترکوں۔ انگریزوں اور شریف مکہ تینوں کے لئے یہ خطرۂ عظیم بن گئے۔ ترکوں کے لئے اس طرح کہ یہ عراق پر حملہ آور ہوئے۔ اور انگریزوں کیلئے یوں کہ

کہ انہوں نے بحر عرب اور خلیج فارس کے سواحل اور شہروں پر جو انگریزوں کی فوجی اور تجارتی ضرورتوں کیلئے مفید تھے۔ قبضہ کر لیا۔ اور شریف مکہ کے مقابلہ میں تو انہوں نے اس لئے کہ حرمین محترمین کو اپنے قبضہ میں لاسکیں۔ خونریز حملہ کیا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ ترکی کی طرف سے مصر کے خدیو محمد علی پاشا کی فوج کے ساتھ ساتھ انگریزی اور فرانسیسی افسران فوج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے متعدد افسر شامل ہو گئے۔ اور اس طرح نجدی وہابیوں کی سیاسی اور فوجی قوت کا قلع قمع کیا گیا۔ یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر وہابیوں کو ہندوستان، مصر، عرب اور ترکی میں ہر طرح بدنام کرنے کے لئے پرزور پروپیگنڈا کیا گیا۔ ہندوستان میں اس کے کچھ مدت بعد مولانا شاہ اسماعیل شہید کی سپہ سالاری میں مجاہدین کی فوج قائم ہوئی جس نے سکھوں سے جنگ کی۔ چونکہ مولانا شہید کی دعوت بھی اسی قسم کی تھی۔ اور وہی جذبات کام کر رہے تھے۔ اس لئے انگریزوں کو خاص طور سے وہابیوں کو بدنام اور رسوا کرنے کی حاجت تھی۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ غدر کے بعد ہندوستان میں وہابی اور باغی دونوں برابر کے لفظ تھے۔

انقلاب عظیم

اللہ! اللہ!! کیا انقلاب عظیم ہے کہ وہی وہابی جنکے خلاف کل ترک سر بکف، مصری لشکر آراء، عرب ہنگامہ خیز اور انگریز اپنے جال بچھا رہے تھے۔ آج ترک ان کی فتح پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اخوت و مودت کے رشتے مضبوط کر رہے ہیں، مصر دوستی کیلئے مصافحہ کا ہاتھ بڑھا رہا ہے، عرب جنگ و جدل سے تنگ آکر اب اپنے امن اور خوش حالی اور عرب قوم کے اجتماع اور اتحاد کیلئے سلطان ابن سعود کی ذات کو نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہیں، ہندوستان کے قبورین کے علاوہ تمام تعلیم یافتہ، روشن خیال، متدین حضرات، مذہبی علمی مراکز اور قومی جماعتیں ان کے وجود کو حجاز کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتی ہیں۔ انگریزی اخبارات۔ انگریز سیاح انکی تعریف میں رطب اللسان اور حکومت برطانیہ ان کے خلاف لب کشائی سے گریز کر رہی ہے۔

کل تک نجد اور اس کا سلطان ایک گم نام لفظ تھے۔ مگر چند مہینوں کے کارناموں نے ان کے نام کو مشرق سے مغرب اور یورپ سے ایشیا تک بچہ بچہ کی زبان زد کر دیا۔ لیکن اس شہرت کے باوجود ابھی قبورین اور ان کے جاہل شیوخ طریقت کا ایک گروہ موجود ہے، جس نے یہ دیکھکر کہ اب اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تو وہابیت اور حنفیت کا فتنہ کھڑا کر دیا اور عام مسلمانوں کو اس نازک وقت میں فرقہ وارانہ جھگڑوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اشتہارات و رسائل اور مضامین کے ذریعہ سلطان نجد اور اس کی قوم کے خلاف مذہبی الزامات تراش کر مجاہدین نجد سے عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مبادا کہ عوام ان کی غلط اور گمراہ کن تحریروں سے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں اور مشترکہ اسلامی مفاد کو خیرباد کہکر حنفی، وہابی کے جھگڑوں میں غلطاں نظر آئیں، امام عبد العزیز اوّل ۔ اور امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اور علامہ احمد بن ناصر المعمری النجدی اور شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ محمد بن عبد الوہاب کے رسائل کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں جس سے حقیقت آشکارا ہو جائیگی اور ہر منصف مزاج ان کے عقاید و خیالات اور تحریک وہابیت کے متعلق آسانی سے رائے قائم کرسکیگا؛

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئك الذین هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب ؏

کسی کتاب کو دوسری زبان کے قالب میں ڈھالنا جس قدر مشکل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں لیکن اپنی بضاعت کے مطابق پوری کوشش کی گئی کہ کتاب کو سہل الفہم کیا جائے ۔ اور عربی محاورات کو اس طریق پر اردو زبان میں ادا کیا جائے کہ پڑھنے والے کو دقت پیش نہ آئے، آیات اور احادیث کی عبارات کو نمایاں طریق پر لکھکر اردو ترجمہ ساتھ دیدیا گیا، بعض مقامات پر آیات و احادیث کی طرف اصل کتاب میں صرف اشارات تھے ۔ ہمنے انہیں پورا پورا نقل کردیا کہ مضمون کتاب زیادہ واضح ہو جائے اور اشارات کی بجائے تصریحات مفید تریں ثابت ہوں ۔

اس کتاب کے ترجمہ میں جن حضرات نے میری اعانت کی ہے ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں بالخصوص اپنے محترم بھائی مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی .... کا ممنون ہوں جن کی مخلصانہ اور ہمدردانہ توجہات نے اس مشکل کام کو میرے لئے آسان کردیا ۔ جزاهم الله خیر الجزاء ۔

امرتسر
یکم جنوری ۱۹۲۷ء

اسماعیل غزنوی
کان اللہ لہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہابی تحریک پر جس کا مقصد وحید احیاء شریعت اسلامیہ ہے ائمہ نجد اور علمائے کرام کے چند رسائل ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں، جن میں سے پہلا رسالہ امام محمد بن سعود کے لڑکے امام عبد العزیز اول کا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین، والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین، وصلی اللہ وسلم علےٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

عبد العزیز محمد بن سعود کی طرف سے حرمین، شام، مصر، عراق کے علماء کرام اور حضرات قضاۃ اور مشرق ومغرب کے تمام علمائے کرام کی خدمت میں: "السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ خداوند قدوس وبرتر نے مخلوق کو بے فائدہ اور بلا مقصد کے پیدا نہیں کیا اور نہ ان کو بے کار چھوڑ دیا ہے بلکہ ان کی پیدائش کا مقصد عبادت الٰہی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا اور اس سے سرتابی کرنے والوں کو سزا وعذاب سے ڈرایا اور یہ بھی بتا دیا کہ اعمال کا بدلہ ضرور ہی ملیگا، اسکے عدل وانصاف کی وجہ سے بداعمالیوں کی سزا دوزخ کی شکل میں ہوگا اسکے فضل وکرم کی وجہ سے نیک اعمال کا بدلہ بہشت کی شکل میں ہو۔ اور خداوند قدوس نے اپنی ہر کتاب میں اور اپنے ہر رسول کی زبانی اس چیز کی اطلاع فرما دی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیات واحادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے۔ قال تعالیٰ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (وقال) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا (وقال سبحانہ) وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ۔ میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور یہ بھی ارشاد کیا۔ کہ تمہارے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اور لفظ "عبادت" ایک ایسا جامع لفظ ہے جس سے ان تمام انسانی اقوال وافعال سے تعبیر کیجاتی ہے جو خداوند تعالیٰ کے جلال وعظمت کیلئے مخصوص ہیں اور جنہیں اللہ تعالےٰ محبوبیت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ پس یہ "عبادت" ہی خداوند برتر کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ترین چیز ہے اور تمام پیغمبروں کو

اسی کی تبلیغ کیلئے بھیجا۔ نوح علیہ السلام کو دیکھئے انہوں نے اپنی قوم سے یہی فرمایا:۔ اِعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔ ایک اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی طرح ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی قوم سے فرمایا۔ اُعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔ لفظ "اِلٰہ" اور لفظ "اللّٰہ" میں یہ فرق ہے کہ "الٰہ" سے مراد ہر وہ چیز جس کی عبادت کیجائے یعنی معبود حق اور اور معبود باطل دونوں پر بولا جاتا ہے اور لفظ "اللہ" صرف معبود برحق کیلئے مخصوص ہے۔ اسی لئے انبیاء کرام "اعبدوا اللہ" فرماتے رہے اور دوسرے معبودوں کی عبادت سے "مالکم من الہ غیرہ" کہکر منع فرماتے تھے۔ پس الٰہ برحق یا سچا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (و قال تعالیٰ) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (و قال تعالیٰ) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ تمکو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اور ہمنے ہر امت کے پاس اپنا رسول یہ پیغام دیکر بھیجا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو (اور یوں بھی فرمایا) کہ اے محمد آپ سے پہلے جس قدر بھی رسول ہمنے بھیجے ہیں انہیں یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں بس میری ہی عبادت کرو۔

توحید کے اقسام

پس قرآن مجید، سنت نبوی اور ائمہ دین جیسے امام ابی حنیفہ، مالک، شافعی، احمد، اور علاوہ ازیں دوسرے ائمہ سلف کے کلام سے جب ہم یہ سمجھ چکے اور معلوم کر چکے ہیں کہ "لا الٰہ الا اللہ" کا معنی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کیلئے مخصوص کیا جائے اور تمام معبودان باطلہ کو ترک کر کے "الوہیت" اللہ تعالیٰ کیلئے خالص مخصوص کردی جائے۔ اور تمام وہ افعال عبادت جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زبان رسالت سے دیا ہے۔ جب بھی غیر اللہ کیلئے کئے جائینگے تو یہ غیر اللہ کو "الٰہ" بنانے کے مترادف ہوگا اگرچہ ان افعال کا مرتکب ایسا عقیدہ رکھے یا نہ رکھے۔ مشرک تو مشرک ہی ہے وہ اپنے افعال شرکیہ کا نام شرک رکھے یا انکار کردے بہرحال وہ مشرک ہی ہے۔ اور توحید صرف یہی نہیں ہے کہ خداوند قدوس و برتر کے ان اوصاف و افعال پر ایمان لے آئیں کہ وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا، رات اور دن کا لانیوالا، بندوں کو رزق عنایت کرنیوالا اور ان کے کاموں کی تدبیر کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس توحید کا نام تو توحید ربوبیت ہے اور اس کا اقرار تو کفار نے بھی کیا ہے جیسا کہ سورہ یونس، زمر اور زخرف وغیرہ میں ذکر ہے۔ بلکہ عبادت کا لغوی معنی ذلت،

عاجزی اور خوف ہے اور شرعاً عبادت سے مراد عاجزی ذلت اور خشوع وخضوع کے وہ تمام آداب بجا لانا جنکا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا اور اس کی عظمت وکبریائی کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ایسے امور جنکے کرنے کی خدا کے سوا کسی کو قدرت نہیں ان میں خدا کے سوا کسی اور سے دعا مانگنا کہ وہ نفع دے یا دکھ تکلیف اور ضرر سے بچائے یا ایسے ہی کاموں میں غیر اللہ سے امید رکھنا اور اسپر بھروسہ کر لینا اور کامیابی کے لئے انکے نام پر جانوروں کی قربانی دینا یا ان کے نام کی نذر ماننا اور ان کے لئے دل میں خشوع وخضوع یا خوف وانابت رکھنا جو سب کے سب سجدہ، تسبیح (سبحان اللہ) اور تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) کی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ اور توحید الوہیت ہی۔ اور ایک توحید دوسری توحید سے بے نیاز نہیں کر سکتی بلکہ ہر ایک توحید دوسری سے اس طرح مربوط ہے کہ ایک کی صحت دوسری کی صحت سے وابستہ ہے۔ جب ہمنے یہ توحید معلوم کی اور اچھی طرح سمجھ گئے تو ہوا وہوس کے بندے ہمارے خلاف کمربستہ ہو گئے ہمیں اسلام سے خارج کہنے لگے، ہمکو بدعتی قرار دیا گیا یہودیوں اور عیسائیوں سے زیادہ ہمیں اور ہمارے متبعین کو مضر بتایا گیا، حالانکہ ہم نے اپنے مخالفین سے نہ تو دوسرے معاصی نہ مسائل اجتہادیہ میں کسی قسم کی بحث ونزاع کا دروازہ کھولا۔ بلکہ ہم میں اور ان میں اگر اختلاف یا نزاع تھا تو صرف توحید، عبادت، شرک اور ان کی تفصیلات میں تھا۔

اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام اور اولیاء میں فرق مراتب

ہم جس چیز کی دعوت وتبلیغ کرتے ہیں وہ یہ ہو کہ مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور کارساز نہیں ہے، قیامت کے روز جس قدر شفاعت کرنے والے ہیں ان میں سے سب سے افضل ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا ان سے کم تر درجہ میں ہوں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت حاصل کئے بغیر شفاعت نہیں کر سکتے۔ مَنْ ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ - وقال تعٰ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ اَوْلِیَآءَ - وقال تعٰ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَ ھُمْ مِّنْ خَشْیَتِہٖ مُشْفِقُوْنَ - کون ہے جو بارگاہ الٰہی میں بغیر اجازت کے شفاعت کر سکے؟ (وقال تعٰ) کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ میرے سوا کسی اور کو اپنا کارساز بنا لیں گے؟ (وقال تعٰ) انبیاء واولیاء اسی کی شفاعت کرینگے جس کے لئے خداوند تعالیٰ پسند کرے۔

جب یہ صریح آیات موجود ہیں تو حقیقی طور پر شفاعت سب اللہ کے قبضے میں ہے، پس اس دنیا میں شفاعت کا سوال صرف اللہ تعٰ سے ہونا چاہئے اور یہ دعا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلعم کی شفاعت ہمارے حق میں قبول فرمائے۔ اور نہ کسی نبی یا ولی کا یہ مقام ہے کہ خیر وبرکت کے حاصل کرنے یا آفات ومصائب سے

نجات دلانے میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں ان کو وسیلہ اور واسطہ بنایا جائے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق مرتبت میں سے کوئی حق ان کو دیا جائے، اسلئے کہ حقوق الٰہی ان کے حقوق سے بالکل جداگانہ ہیں۔ خداوند قدوس کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت اس طرح کیجائے جس طرح قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ معلوم ہوئی ہے اور انبیاء کرام کا یہ حق ہے کہ ان پر ایمان لائیں جو وہ کتاب ساتھ لائے ہیں ان پر ایمان لائیں، انکی نصرت واعانت، عزت وتوقیر کرنا، جو نور ہدایت ساتھ لائے ہیں اسکو قبول کرنا، انبیاء کو اپنے نفس اپنے مال ودولت اپنی اولاد حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب جاننا۔ اور اس میں صادق اور راستباز ہونے کی یہ علامت ہے کہ اسکے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں اور اسس شریعت پر ایمان لائیں جسے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لیکر آئے ہیں۔

(قال تعالیٰ) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ مسلمانو! اگر تم اللہ سے محبت کرنیکے دعویٰ میں صادق ہو تو میری تابعداری کرو تب اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اور یہ کہ انبیاء کے معجزات پر ایمان لائیں اور یہ کہ انہوں نے فرض رسالت کو بخوبی سرانجام دیا اور امانت الٰہی کو انہوں نے ادا کیا، اور امت کی پوری خیرخواہی کی، اور ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب سے افضل اور خاتم النبیین ہیں اور ان کی شفاعت پر اسی طرح ایمان لائیں جس طرح اللہ تعالے نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالے کی اجازت کے بعد اہل توحید کیلئے حسب رضائے الٰہی ہوگی۔

اور قرآن مجید میں جو "مقام محمود" کا ذکر ہے تو وہ صرف ہمارے نبی صلعم کے لئے ہے۔

اور اسی طرح اولیاء کرام کا یہ حق ہے کہ ان کو محبت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کی کرامات پر ایمان لائیں۔ مگر ان کا یہ حق یا مرتبہ نہیں کہ ان کو ایسے کاموں کے لئے پکارا جائے کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع یا نقصان کا مالک نہ ہو اسلئے کہ یہ عبادت ہے اور خداوند قدوس وبرتر کے ساتھ مخصوص اور اسکے شایان شان ہے۔ اولیاء اللہ کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے یہ اسی صورت میں ہے کہ جب کسی کی ولایت ہر طرح ثابت اور محقق ہو اور وہ اس طرح کہ ایسے شخص کے تمام اعمال وافعال اور حالات ومقالات پر اتباع سنت، تقویٰ اور خوف الٰہی نمایاں نظر آتا ہو، ورنہ آجکل تو ہر اس شخص کو ولی سمجھا جاتا ہے جس کے پاس لمبی تسبیح ہو، کھلی آستینوں کا کرتہ (کفنی) پہن رکھا ہو، تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو اور ایک ممتاز سی شکل بنا رکھی ہو، لوگوں سے اپنے ہاتھ چموائے۔ طبلہ اور سارنگی سے محفل کو رونق دے، مکروفریب کے ساتھ لوگوں سے مال سمیٹے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور احکام شرعی سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو۔

وہابیوں کے قتل کے اسباب

ہم (اہل نجد) تو قرآن کریم پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں جس میں ہدایت کا کافی سامان ہر اس شخص کے لئے موجود ہے جس کے پاس باعبرت دل اور بابصیرت آنکھ ہے اور نظر وفکر اور غور وتدبر کی دولت ہی بس قرآن کریم خدا کی مخلوق پر حجت اور اس کا عہد مقدس ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں جس نے احکام قرآنی پر عمل کیا، اس کی کوشش کامیاب، اس کی ہدایت وسعادت کھلی ہوئی حقیقت اور اسکی نیکی روشن امر ہے۔ اور مسئلہ توحید کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے اسلئے اس میں نہ تو تقلید جائز ہے اور نہ عناد۔ ہم صرف انہی لوگوں کے لئے کفر کا فتوی دیتے ہیں جو توحید کے منکر اور مشرکانہ افعال کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے توحید جیسے حکم خداوندی کو ٹھکرایا اور توحید کے برعکس شرک اکبر کو اپنا عمل قرار دیا۔ جسکے لئے سخت ترین وعید موجود ہے کہ شرک کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشیگا جس کی تفصیل آگے چل کر ہم لکھیں گے بس انہوں نے اس شرک کو دین الٰہی کہکر اس کا نام محض عناد وسرکشی سے وسیلہ رکھا۔ ہم چونکہ ارکان اسلامی کی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اسلئے صرف ہماری ضد سے ارکان اسلامی پر عمل کرنا ہی چھوڑ دیا اور مشرکین سے دوستی پیدا کر کے ہمارے خلاف اکسایا اور ان کو ہم پر صرف اس لئے حملہ کرنیکے لئے کہا گیا کہ ہم خدا کے بتائے ہوئے دین کو چھوڑ کر ان کے مشرکانہ عقائد اور دوسرے ناپسندیدہ اعمال کو قبول کرلیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ اپنے نور کو پورا کر کے رہیگا۔ ہم توحید کے مسائل بیان کرتے ہیں تو ہمارے مخالف ہمارے جواب میں اسکے سوا اور کچھ نہیں کرسکتے کہ ہم جن لوگوں کو پکارتے ہیں وہ ہمارے سفارشی اور وسیلہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جن کو ہم پکارتے ہیں وہ مردہ ہوں یا زندہ سب حاضر ہیں ان سے مصیبت کے دور کرنے، کرب شدید کے ہٹ جانے، مریضوں کی شدت، رزق کی فراخی، اولاد کی پیدائش دشمنوں پر فتح کی دعا مانگتے ہیں۔ غرض ہمارے مخالف صرف مسئلہ شفاعت اور وسیلہ پر ہی کفایت نہیں کرتے جسپر ہم میں اور ان میں سخت اختلاف موجود ہے جس کی وجہ سے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا گیا اور ہم کو بدعتی کہا گیا، ہمیں اور ہمارے متبعین کو یہود ونصاریٰ سے زیادہ مضر اور شر انگیز بتایا گیا۔

موحد یا مشرک کی شفاعت

اصل بات یہ ہے کہ شفاعت اگرچہ آخرت میں حق ہے اور شفاعت کے انواع واقسام احادیث میں مذکور ہیں اور ہر مسلمان کا اسپر ایمان لانا واجب ہے کہ نبی صلعم بلکہ دوسرے انبیاء اور اولیاء بھی شفاعت کرینگے۔ لیکن یہ ثابت نہیں کہ کن اشخاص کی ہوگی۔ ہاں یہ ثابت ہے کہ کن اوصاف کے لوگوں کی ہوگی اسلئے شفاعت وصفاً ثابت اور شخصاً ثابت نہیں ہے، سوائے شفاعت عظمیٰ کے کیونکہ وہ تو تمام اہل محشر کے لئے ہوگی اور یہ شفاعت تو ہمارے مخالفین کی مقصود ومطلوب ہی نہیں۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ مستحقین شفاعت کے اوصاف ثابت ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ اہل توحید ہوں اور مشرک نہ ہوں جیسا کہ بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک مخصوص مقبول دعا ہوتی ہے اور میں نے اپنی مخصوص مقبول دعا کو ملتوی کر رکھا ہے اور وہ میری دعا شفاعت ہی جو اپنی امت کیلئے کرونگا اور میری شفاعت تم میں سے ہر اس شخص کو انشاء اللہ پہنچیگی جس کا خاتمہ توحید پر ہوگا۔ اور اسی طرح حضرت انس رضہ اور ابو ہریرہ رضہ سے شفاعت کے متعلق صحیحین میں احادیث منقول ہیں، تو جب شفاعت توحید والوں کیلئے ہے تو پھر اہل توحید کو اللہ تعالےٰ سے اسکی امید رکھنی چاہئے اور اسی سے دعا مانگنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی شفاعت ہمارے حق میں قبول فرمائے اور یہی مطلوب و مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت قبول فرمائے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنی پوری ہمت اس چیز پر صرف کرے کہ ہر کام میں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ کیطرف اپنے آپ کو متوجہ کرے اور اسی پر توکل اور اعتماد کرے اور اسکی عبودیت اور غلامی کے تمام حقوق بجالانے میں پوری مستعدی کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو تو موحد بن کر جائے ایسی حالت میں اسکو امیدوار رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں نبی کریم صلعم کی شفاعت قبول فرمائیگا۔ اور اسکے برعکس جس نے بارگاہ ربانی کو چھوڑ دیا۔ اس کی عبودیت اور غلامی کی بجائے غیر اللہ کی بارگاہوں کی خاک چاٹنے لگا اور انہی پر توکل اور اعتماد کی زندگی بسر کرنے لگا انہی کو اپنی امیدوں کا سہارا سمجھنے لگا جن کے پورا کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں اور انہی غیر اللہ سے التجاء اور فریاد کرنے لگا اور انہی کی شفاعت پر اپنا تمام دارومدار سمجھ کر فرائض الہیہ اور مقصد پیدائش "عبادت الٰہی" کو چھوڑ چھاڑ غیر اللہ سے شفاعت مانگنے لگا تو وہ شفاعت کا قطعاً امیدوار نہ ہو۔

کیونکہ اسکے یہ اعمال و عقائد بعینہ وہی ہیں جو مشرکین کے عقائد و اعمال تھے اور دین میں جس قدر مفاسد پیدا ہوئے ہیں اسی بدعقیدگی کی وجہ سے ہوئے ہیں، اس لئے یہ بدنصیب اور بدقسمت انسان شفاعت سے محروم رہیگا۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی مستحق عبادت میں اس کا شریک نہیں اسی طرح اس کی حکومت اور ملک میں بھی اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی واسطے تمام غیر اللہ سے شفاعت کا رشتہ ہی کاٹ دیا کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی نبی اور نہ ان کے سوا کوئی اور مقرب اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ اور ہر وجہ سے شریک سے پاک ہے اور اسی واسطے فرمایا۔ قُل لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا۔ اے نبی ؐ آپ کہدیجئے کہ شفاعت تمام و کمال اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ میں ہے:۔

(وقال تعالیٰ) وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ

وَرَاءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ قیامت کے روز ہم مشرکین سے مخاطب ہوکر ارشاد کرینگے کہ پہلی بار جیسا ہمنے تم کو پیدا کیا تھا ویسے ہی اکیلے تم ہمارے حضور میں آخر آہی گئے اور جو کچھ ساز و سامان ہمنے تم کو دنیا میں دے رکھا تھا وہ سب آخر پشت چھوڑ آئے، اور تمہارے سفارشیوں کو ہم تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے جن کو تم سمجھتے تھے کہ وہ تم میں خدا کے شریک موجود ہیں، اب تمہارے آپس کے رشتے سب ٹوٹ ٹاٹ گئے، اور جو دعوے تم کیا کرتے تھے سب تم سے گئے گذرے ہوگئے۔

اور ظاہر ہے کہ غیر اللہ سے شفاعت مانگنے کا معنے اسکے سوا کچھ نہیں کہ شفاعت کا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی اجازت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں حالانکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (وقال تعالیٰ) وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ لوگو! اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی بھی تمہارا کارساز اور شفاعت قبول کرنیوالا نہیں، کیا تم لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے (وقال تعالیٰ) اے نبی م قرآن کریم کے ذریعے سے ان لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن اپنے پروردگار کے حضور میں لا حاضر کئے جائینگے اور اسوقت خدا کے سوا نہ کوئی انکا دوست ہوگا نہ شفاعت کرنے والا تاکہ یہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں۔

ان آیات قرآنی میں جو عام الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کو کسی خاص واقعہ یا شان نزول کی وجہ سے مخصوص نہیں کردیا جائیگا بلکہ اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی عموم الفاظ معتبر یعنی مقصود و مراد ہوگا۔

مُردوں سے یا مُردوں کیلئے دعا مانگنا

اللہ تعالےٰ سے کسی دوسرے کے لئے دعا مانگنا ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اسپر سنت جاریہ شاہد عادل موجود ہے۔ کیونکہ زندہ سے ہر وہ چیز مانگی جاتی ہے جو اسکے قبضہ و قدرت میں ہو اور کسی کے لئے دعا کرنا بھی اسکی قدرت میں ہے۔ اور مسلمانوں کی ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا مستحب ہے، مسلم شریف اور دوسری کتب حدیث میں ایسے صحیح آثار موجود ہیں جن میں بہ تصریح یہ ثابت ہے۔ اور میت کیلئے دعا کرنا تو اور بھی موجب ثواب ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد کھڑے دعا مانگا کرتے تھے اور فرماتے اس سے ملائکہ سوال کررہے ہیں اسکے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو۔ پس زندوں سے زیادہ مرنے محتاج ہیں کہ ان کے لئے دعا مانگی جائے اور مسلمانوں کا یہی طریقہ جاری رہا۔ کہ جب کسی جنازے

پر کھڑے ہوتے اسکے لئے دعا مانگتے نہ یہ کہ اسکے وسیلہ سے دعا کریں بلکہ اسپر نماز جنازہ پڑھکر اس کی سفارش کریں نہ یہ کہ اس مردہ کو ذریعہ سفارش بنائیں۔ لیکن افسوس اہل بدعت اور اہل شرک نے اس سنت کا عکس اور الٹ "سنت" سمجھ لیا اور جو حکم دعا کا انکو دیا گیا تھا اس میں تغیر و تبدل کر دیا۔

ان کو حکم تھا کہ مردوں کے لئے دعاء مغفرت کریں انھوں نے نزدیک اور دور کے مردوں سے دعا مانگنی شروع کر دی اور اسکے ساتھ ہی انکو فریادرس سمجھ کر ان سے استغاثہ اور فریاد کرنے لگ گئے اور تکالیف و مصائب میں ان مردوں کے نام کے وظیفے رٹنے لگ گئے۔ اور اس ذات اقدس کو چھوڑ بیٹھے جس کے قبضہ و اقتدار میں ہر چیز۔ اور جس کی حکمرانی ہر شے پر ہے۔ جو عاجزوں اور درماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

نبی صلعم نے قبروں کی زیارۃ اسلئے مشروع کی تھی کہ اس کے ذریعہ میت کے ساتھ احسان کیا جائے ان کے لئے دعا مانگی جائے اور آخرت کو یاد کیا جائے۔ لیکن اہل بدعت نے ان مقاصد کی جگہ اہل قبور سے دعا مانگی شروع کر دی اور دعا کے لئے (جو فی الحقیقت جوہر عبادت ہے) قبروں کو خاص اہمیت دی اسی لئے یہ لوگ قبروں کے پاس جس قدر خشوع خضوع اور حضور قلب سے نظر آئینگے وہ کہیں زیادہ ہوگا مسجدوں، نمازوں بلکہ آخرات کی عبادت کے خشوع و خضوع سے۔

نبی صلعم کے لئے دعا جب عام مسلمانوں کے لئے دعا مانگنا جائز اور ثابت ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں زیادہ اسکے مستحق ہیں کہ آپ پر درود و سلام بھیجا جائے، آپ کے لئے دعا وسیلہ کی جائے جیسا کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "جب موذن کی اذان سنو تو جواب میں وہی کہو جو موذن کہے اور اذان کے بعد مجھ پر درود و سلام بھیجو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا اللہ تعالےٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجیگا۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" مانگو "وسیلہ" جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے ایک بندے کیلئے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ اللہ کا بندہ ہوں جو اس درجہ کا مستحق ہے۔ اور جس نے میری لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" مانگا اسکے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

دنیا میں شفاعت طلب کرنے کی یہ صورت ہے کہ صحیح اعتقاد اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اس قابل بنائے کہ آخرت میں اسے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت میسر ہو نہ یہ کہ ان چیزوں سے بے نیاز ہو کر صرف زبان سے شفاعت کا سوال کرتا رہے۔

اور نبی صلعم کے لئے دعاء وسیلہ اذان کے بعد کرنا وہ تو آپ کے قدر و منزلت کے اظہار اور آپ کی ذکر خیر کے لئے ہے اور اسلئے کہ ہم اس ذکر خیر پر ثواب سے مشرف ہوں ورنہ "وسیلہ" تو اللہ تعالیٰ کے ہاں

آپ کے لئے ثابت اور متحقق ہے۔ بہرحال اسی دعا سے حضور کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ دعاؤں میں فرق کیا جا سکتا ہے، کیونکہ جہاں تک ہمارا علم ہے ائمہ اربعہ یا کسی امام سے اس قسم کی کوئی روایت ثابت نہیں جس سے معلوم ہو کہ نبی صلعم فوت ہو جانے کے بعد کسی کے لئے دعا و استغفار یا اور کوئی دعا قضاء حاجت وغیرہ کی کرتے ہیں۔

امام مالک رح کا ایک قول اسماعیل بن اسحاق مبسوط میں اور قاضی عیاض شفاء اور مشارق میں امام مالک رح کے بعض شاگردوں کا قول نقل کرتے ہیں "کہ میرے نزدیک نبی صلعم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگنا جائز نہیں ہے بلکہ سلام کہے اور آگے نکل جائے"۔

مبسوط میں امام مالک کا ایک قول مفصل بھی منقول ہے "اگر کوئی شخص سفر سے واپس آئے یا سفر کا ارادہ کرے اور نبی صلعم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھے تو آپ کے لئے حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کے لئے دعا مانگے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسپر کسی نے امام مالک سے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے بعض لوگ نہ تو سفر سے واپس آئے ہوتے ہیں نہ سفر کا ارادہ ہی کئے ہوئے ہوتے ہیں یوں ہی دن میں ایک بار یا کئی ایک بار حضور کی قبر کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کو سلام کہتے ہیں اور تھوڑی دیر دعا مانگتے ہیں۔ اسپر امام مالک رح نے فرمایا کہ ایسا فعل کسی صحابی نہ کسی اور بزرگ سے آج تک ہم نے سنا ہی اور یاد رکھو کہ امت کے آخر دور کی اصلاح بھی اسی سے ہوگی جس سے اسلام کے عہد اول کی اصلاح ہوئی اور اول امت یا صدر اسلام کے متعلق ایک بھی ایسی روایت نہیں جس سے معلوم ہو کہ اس طرح وہ لوگ آپ کی قبر کے پاس ایک بار یا دن میں کئی ایک بار آتے ہوں بلکہ صحابہ کرام اس کو مکروہ جانتے اور اسکی اجازت صرف ان لوگوں کو ہوتی جو سفر سے واپس آتے یا سفر کا ارادہ کرتے۔ آیۃ:۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اے نبی م ان لوگوں نے اپکی نافرمانی کرکے جب اپنے اوپر ظلم کیا تھا اگر اس وقت یہ لوگ آپ کے پاس آجاتے اور خدا اللہ سے معافی مانگتے اور رسول م یعنی آپ بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کرتے تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ اللہ تعالےٰ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور اپکا دعاء مغفرت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کی قبر کے پاس حاضر ہو کر دعاء مغفرت کرنا یا اپکا قبر میں کسی کے لئے دعاء مغفرت کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ فقہاء میں سے کوئی اس کا قائل ہے کہ مردہ قبر میں کسی کے لئے دعا یا استغفار کرتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں زندگی دنیاوی زندگی سے مختلف ہے

جس کو "حیات برزخی" کہا جاتا ہے۔ اور آپ کے لئے حیات برزخی کا ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ حیات دنیوی کی طرح آپ قبر میں بھی دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام جو ہم سے زیادہ عالم اور حضور کے ساتھ ہم سے زیادہ محبت کرنے والے تھے کبھی بھی ان میں سے کوئی آپکی قبر کے پاس اسلئے نہیں آیا کہ آپ سے کچھ سوال کرے یا دعائے مغفرت کرائے یا مصائب و تکالیف میں آپ سے فریاد و استغاثہ کرے۔

مسند ابویعلی موصلی میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حسین رض سے اور حضرت حسین رض اپنے والد حضرت علی رض اور حضرت علی رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا "میری قبر کو عید یا میلہ گاہ نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح عبادت سے محروم رکھو، جہاں کہیں بھی تم مجھے سلام بھیجو گے مجھے پہنچ جائیگا۔ اور ایسی ہی ایک اور حدیث سنن سعید بن منصور میں ابی سعید مولی المہدی سے مروی ہے "کہ تم میری قبر کو عید یا میلہ گاہ نہ بناؤ تم جہاں کہیں سے درود و سلام بھیجو گے مجھے پہنچ جائیگا اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ ان میں کسی قسم کی عبادت نہ ہو" اور یہی حدیث سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رض سے منقول ہے اور سعید بن منصور نے ابی سعید مولی المہدی اور حسن بن حسن بن علی سے روایت کی ہے یہ دونوں روایتیں اگرچہ مرسل ہیں (جو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک حجت نہیں) مگر ابوہریرہ رض کی صحیح مرفوع حدیث اس کی موید ہے اسلئے یہ متفقہ طور پر حجت اور قابل استدلال ہے۔

شدّ رحال

آستانوں کی زیارت کے لئے شد رحال
اس میں کیا شان پرستاری اصنام نہیں؟ (شبلی)

مقابر اور مآثر کی زیارت کیلئے سفر کرنے کے متعلق صحیح احادیث میں ممانعت موجود ہے حضرت ابوہریرہ رض اور ابوسعید رض سے صحیحین اور کتب صحاح میں مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "کہ کسی مسجد کیطرف سوائے تین مسجدوں کے سفر نہ کیا جائے جن میں سے ایک مسجد الحرام دوسری مسجد اقصیٰ اور تیسری مسجد نبوی ہے" ظاہر ہے جب تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کیطرف سفر کرنا منع ہے تو مقابر اور مآثر کیطرف تو بطریق اولےٰ سفر ناجائز ہوگا۔ اور ان مساجد کی طرف بھی سفر نماز، دعا، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن مجید اور اعتکاف وغیرہ اعمال صالحہ کے لئے ہوگا۔ اور ان مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر کرنا باتفاق اہل علم ناجائز ہے۔ حتی کہ مسجد قبا کی طرف بھی دور دراز سے سفر کر کے جانا ناجائز ہے ہاں کہیں نزدیک ہی جیسا کہ مدینہ منورہ سے مسجد قبا کی طرف ارادہ کر کے جانا جائز اور مسنون ہے، چنانچہ نبی صلعم ہر ہفتہ کے روز پیدل یا سوار مسجد قبا کو تشریف لیجاتے اور حضرت عبداللہ بن عمر رض بھی اس سنت کے مطابق

عمل پیرا ہوتے' کیونکہ مسجد قبا کی تاسیس وبنیاد مسجد نبوی کی طرح تقویٰ وطہارت پر تھی۔ لیکن اس میں مسجد نبوی کو کمال اور مزید شرف وعظمت حاصل ہے اسی لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کے روز اپنی مسجد میں نماز جمعہ پڑھتے اور ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لاتے۔

جب ان تین مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کیطرف سفر کرنا شرعاً ممنوع ہے حالانکہ خود وہاں کے لوگوں کے لئے بعض حالات میں ان مساجد میں جانا واجب اور بعض حالات میں مستحب ہوتا ہے اور باوجودیکہ مساجد کی طرف چلکر جانے میں بے شمار فضائل مروی ہیں' تو پھر قبور کی طرف سفر کرکے جانا کیونکر شرعاً جائز اور موجب ثواب ہو سکتا ہے بلکہ یہ تو بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

اور آجکل کے ملوک وسلاطین نے جو بیہودہ رسوم اور بدعات جاری کر رکھی ہیں ان کو دیکھکر کوئی دھوکھے میں نہ آجائے اور اس کو شرعاً جائز اور صحیح نہ تصور کرے۔

اور تمام وہ روایات جو نبی صلعم کی قبر کی زیارت کے متعلق دارقطنی میں مذکور ہیں سب کی سب موضوع اور جھوٹی روایات ہیں اور اکثر فن حدیث کے ماہر جیساکہ ابن الصلاح' ابن الجوزی' ابن عبدالبر' ابوالقاسم السہیلی' ابن العربی اور شیخ ابن تیمیہ رح اس سے متفق ہیں۔ ان حدیثوں کو ضعیف کہنے والے بہت تھوڑے معدودے چند علماء ہیں۔ یعنی اکثر نے ان روایات کو موضوع ہی لکھا ہے' خود دارقطنی ان روایات کی بیان کرنے میں دوسرے اہل سنن سے متفرد ہے' دوسرے ائمہ حدیث نے ان کے خلاف احادیث روایت کی ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ قبور کی زیارت پہلے ممنوع کردیگئی تھی اور بعد میں جو اجازت فرمائی وہ مطلق تھی لیکن دوسری صحیح احادیث میں قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا ناجائز اور ممنوع قرار دیا' جیساکہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔

اور جب مسجد نبوی میں نماز پڑھنے اور تقرب بارگاہ الٰہی حاصل کرنے کے لئے کوئی شخص سفر اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ اسکو بالتبع نبی صلعم کی قبر کی زیارت کا بھی موقعہ ملجائیگا۔ پس ایسی حالت میں زیارت قبر نبوی نہ صرف مشروع بلکہ مستحب ہوجاتی ہے اور اس میں کسی اختلاف نہیں بشرطیکہ زیارت کرتے ہوئے کوئی ناجائز اور غیر مشروع کام نہ کرے اور زیارت کرتے وقت آپ پر درود وسلام کہے' آپ کی لئے دعا وسیلہ کرے اسکے بعد حضرت ابوبکر رض اور عمر رض پر سلام کہے۔

قبر کے پاس کوئی شخص نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے کیونکہ نبی صلعم نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جنہوں نے اپنی نبیوں کی قبروں کو مسجد یعنی نماز وعبادت کی جگہ بنالیا اور اللہ اور اسکے رسول کی کلام میں جہاں لعنت کا ذکر آیا ہے وہاں کراہت مراد نہیں لیجاتی بلکہ قطعاً حرام اور سراپا گناہ اور معصیت مراد ہوگی۔

حافظ ابن حجر رح رسالہ" الامداد بشرح الارشاد" میں فرماتے ہیں:۔

ینوی الزائر للمتقرب السفر الیٰ مسجدہ صلے اللہ علیہ وسلم وشد الرحل الیہ لتکون زیارۃ القبر تابعۃ۔ ایک زائر اور بارگاہ الٰہی کا تقرب چاہنے والا مسافر مسجد نبوی کیلئے سفر کی نیت کرے تاکہ حضور کی قبر کی زیارت بالتبع اسے حاصل ہو۔

انبیاء اور صلحا کی قبروں کو مسجد یعنی عبادت کی جگہ بنانا بھی بہت سی پہلی امتوں کی گمراہی کا سبب ہوا اور اسی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہوگئیں، قرآن مجید میں "ود" سواع، یغوث کا ذکر موجود ہے۔ یہ صلحاء کے نام ہیں، جن کی تصاویر اور مجسمے بنا کر لوگوں نے پرستش شروع کر دی، جنکے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ہماری دعائیں اور درخواستیں سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کرتے ہیں۔

اس خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ انبیاء اور صلحا کی قبروں کے متعلق لکڑی یا پتھر کے بت سے کہیں زیادہ خطرہ ہے کہ اگر وہاں عبادت کی اجازت دیدی جائے تو وہاں شرک ہونے لگے۔

اور اسی لئے آپ دیکھینگے کہ اہل بدعت اور مشرک صلحا کی قبروں کے پاس اس قدر عاجزی، خشوع خضوع اور تضرع کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کی نمازوں میں ان چیزوں کا عشر عشیر بھی نہیں نظر آتا ہوگا اور اہل قبور سے امیدیں وابستہ کرتے ہوئے ان سے دعا، فریاد، اور استغاثہ کرتے ہیں اور دشمن پر فتحیابی فراخی رزق، صحت وتندرستی اور ادائے قرض کیلئے اہل قبور سے دعائیں کرتے ہیں اور ان کے نام نذر ونیاز دیتے ہیں کہ کسی طرح وہ راضی ہوں اور ہماری حاجتیں برآئیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ صلحاء کی قبور پر سال بسال جمع ہو کر عرس کرتے ہیں، انکی قبور کا طواف کرتے ہیں، قبور کو بوسہ دیتے ہیں اور اپنی پیشانیاں وہاں خاک پر رگڑتے ہیں اور اسکے سوا اور بھی بہت سی آداب ورسوم عبادت وہاں بجا لاتے ہیں، غرض ایسے تمام امور ان سے طلب کرتے ہیں جو بت پرست اپنے بتوں سے یہ کہکر طلب کیا کرتے تھے کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی اور شفیع ہیں۔ سو یہ لوگ بھی انبیاء وصلحاء سے اپنی حاجات وضروریات اور دفع بلیات کیلئے سوال کرتے ہیں جیساکہ ایک موحد انتہائی مصیبت وتکلیف کی حالت میں ایک خداوند قدوس وبرتر کو پکارتا ہے اسی طرح یہ لوگ تکالیف ومصائب میں صلحاء امت اور نبی صلعم کو پکارتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان قبروں کی زیارت سے پچھلے گناہ سب کے سب معاف ہو جاتے ہیں اور دوزخ سے نجات ملجاتی ہے۔ اور صرف قبور کے متعلق ہی ایسا اعتقاد نہیں بلکہ وہاں کے درختوں اور غاروں کے لئے بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہاں جاکر ان کا نام لیکر اور ان لوگوں کا نام لے کر جن کی طرف یہ غار اور جھاڑ منسوب ہوتے ہیں روتے اور چلاتے ہیں اور ان کی نسبت ایسے امور پورا کرنے کے اعتقادات رکھتے ہیں کہ جنپر سوائے رب العالمین کے اور کوئی طاقت نہیں رکھتا۔

غیر اللہ سے دعا مانگنا

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے کئی ایک مقام پر دعا کو خالص عبادت قرار دیا ہے:-
وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔ لوگو! تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہم سے دعا مانگو ہم تمہاری دعا قبول فرمائیں گے جو لوگ ہماری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں، عنقریب ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔
اسی آیت کو پڑھکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا الدعاء ھو العبادۃ "کہ دعا ہی تو عبادت ہے (ترمذی، ابوداؤد)
دوسری آیت میں بھی دعاءِ مشرکین کو عبادت سے تعبیر کیا ہے:
وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ، وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۔ اور اس سے بڑھکر اور کون گمراہ ہے جو خدا کے سوا ایسے معبودوں کو پکارے جو قیامت تک اسکو جواب تک نہ دے سکیں اور جواب دینا تو درکنار ان کو توان کی دعا تک کی بھی خبر نہیں اور جب قیامت کے روز لوگ جمع کئے جائینگے تو یہ معبود الٹے ان کے دشمن ہو جائینگے اور انکی عبادت سے انکار کرینگے۔
اس آیت میں بھی غیر اللہ سے دعا کو عبادت فرمایا کہ "وکانوا بعبادتھم کافرین" غرض مشرکین اپنے معبودوں سے دعائیں مانگتے تھے یہ سمجھکر کہ یہ ہمارے معبود مقربین بارگاہ الٰہی ہیں یہ ہمارے شفیع اور بارگاہ رب العالمین میں وسیلہ ہوں گے۔ اسی کی تردید قرآن کریم میں کی گئی:-
قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۔ اے نبی ان لوگوں سے کہدو کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو مصیبت کے وقت ان کو بلا دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ نہ تو تم سے تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اس کو کسی طرح بدل ہی سکیں گے۔ یہ مشرکین جن کو حاجت روا سمجھکر پکارتے ہیں ان میں سے جو دوسروں کی نسبت زیادہ مقرب ہیں وہ بھی اپنے پروردگار کا اور بھی زیادہ تقرب حاصل کرنے کے ذریعے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور واقع میں تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے بھی۔

اور قیامت کے روز ان مشرکین کو مخاطب کر کے کہا جائیگا:-

وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ۔ اور ان سے کہا جائیگا کہ خدا کے سوا جن کی تم عبادت کرتے تھے اب وہ کہاں ہیں کیا وہ تمہاری کچھ بھی مدد کر سکتے ہیں یا تمہاری طرف سے کچھ انتقام لے سکتے ہیں؟

باوجودیکہ مشرکین انتہائی مصیبت میں ایک خدا ہی کو پکارتے اور تمام دوسرے معبودوں کو چھوڑ دیتے لیکن بعض مصائب اور مشکلات میں چونکہ غیر اللہ کو پکارتے اور ان سے سوال کرتے اور ان کو مقربین بارگاہ الٰہی سمجھکر اپنا شفیع اور سفارشی بناتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا اور صرف اسی ایک کو ہر کام اور ہر مشکل میں پکارنے اور صرف اسی ایک اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا حکم دیا کہ اس کے سوا کسی اور سے نہ دعا مانگیں نہ شفیع اور سفارشی بنائیں۔ قال تعالیٰ:-

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ۔ اے نبی! ان لوگوں سے کہدو کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو مصیبت کے وقت بلا دیکھو تو تمھیں معلوم ہو جائیگا کہ زمین و آسمان کی بادشاہی میں کچھ بھی ان کے ملک اور تصرف میں نہیں ہے اور نہ زمین و آسمان کے بنانے میں انکا کچھ ساجھا ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے۔

یہ سب کچھ اسلئے خدا تعالےٰ نے ذکر کیا کہ وہ لوگ فرشتوں، نبیوں اور صلحاء سے دعائیں مانگتے اور انکی تصویر بنا کر رکھتے کہ کسی طرح یہ ہم سے راضی ہوں اور ہمارے سفارشی بنیں۔ اور اس کی مختلف صورتیں تھیں۔ ایک فریق نے یہ کہا کہ ہم انسانی لغزشوں اور گناہوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ ہم اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے کہ بغیر کسی مقرب بارگاہ الٰہی کے واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکیں۔ دوسرا فریق کہتا۔ چونکہ فرشتوں اور نبیوں کو ایک خاص قدر و منزلت اللہ تعالےٰ کے ہاں حاصل ہے اسلئے ہمیں ان کی تصاویر بنا کر ان کی محبت کا ثبوت دینا چاہئے کہ ہم سے وہ خوش ہو جائیں اور ہماری دعاؤں اور درخواستوں کو بارگاہ الٰہی میں پہنچا دیں۔ ایک اور فریق نے کہا کہ ہم فرشتوں، نبیوں اور صلحا کی تصویروں کو اس لئے سامنے رکھتے ہیں کہ ان کو دیکھکر ہمیں خدا یاد آتا ہے۔ اور ایک فریق نے یہ تراشا کہ جس قدر تصاویر اور مجسمے انبیاء اور صلحاء کے بنے ہوئے ہیں ہر تصویر اور ہر مجسمے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤکل مقرر ہیں، سو جو شخص ان بتوں یا تصویروں کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگتا ہے اور ان کو اپنی امیدوں کا سہارا سمجھ لیتا ہے تو وہ مؤکل اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس سائل کے سوال کو پورا کر دیتا ہے اور جو ان بتوں یا تصویروں

کے متعلق اس طرح حسن عقیدت نہیں رکھتا وہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
پس مشرک غیر اللہ سے ایسے امور کے متعلق دعا مانگتا ہے جن پر سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو قدرت نہیں مگر وہ غیر اللہ سے اسی امید پر دعا مانگتا ہے کہ اس سے وہ اپنے زعم کے مطابق فوائد اور منافع حاصل کریگا۔ مگر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کوئی شخص کسی کو اسوقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتا جبتک ان میں سے کوئی ایک وصف اس میں نہ ہو۔ اوّل تو یہ کہ جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ یا تو بذات خود مالک ہے اور اگر مالک نہیں تو معین و مددگار ہو گا نہیں تو کم از کم سفارش ہی کر دیگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی نفی کر دی کہ میرے سوا نہ تو کوئی مالک ہے نہ میرا کوئی معین و مددگار ہے۔ اور نہ کسی کو از خود سفارش کا حق حاصل ہے۔ قال تعالےٰ:۔
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ (وقولہ) قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ (وقولہ) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ (وقولہ) لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (وقولہ) یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (وقولہ) مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ (وقولہ) وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔ اے نبیؐ کہو کہ اس ایک اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد و ثنا سزاوار ہے جس کی نہ اولاد ہے اور نہ اس کی مملکت میں اسکا کوئی شریک ہے، (وقولہ) اے نبیؐ! ان لوگوں سے کہو کہ وہ کون ذات اقدس ہے جس کی حکومت ہر چیز پر ہے جو عاجزوں اور درماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا (وقولہ) اے نبیؐ! خدا کو یوں پکارو۔ اے سارے ملک کے مالک تو ہی جس کو چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے (وقولہ) آج کس کی بادشاہی ہے؟ ایک غالب و توانا خداوند قدوس کی (وقولہ) قیامت کا دن اس قدر ہولناک ہے کہ اس روز کسی شخص کو کسی کے متعلق کوئی اختیار نہ حاصل ہو گا اور اس دن حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہو گی۔ (وقولہ) اللہ تعالیٰ روز جزا کا حاکم ہے (وقولہ) اور قیامت کے روز مارے خوف کے خدا کے آگے سب کی آوازیں بیٹھ جائیں گی بس آہستہ آہستہ آواز کے سوا اور کچھ نہ سنے گا۔ اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئیگی مگر جس کو خدا تعالےٰ اپنے رحم اور فضل و کرم سے اجازت دے اور اس کا بولنا پسند فرمائے:۔
ان آیات میں خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ اسکی مملکت میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں نہ وہ کسی کی مدد و نصرت کا محتاج ہے نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کے لئے سفارش کر سکتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کی

سفارش کر سکتا ہے جسکے لئے خدا تعالیٰ نہ چاہتا ہو؛

موحد کون ہے؟

صحیح معنوں میں موحد وہ شخص ہے جو زبان اور دل سے پورے اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کی الوہیت کا معترف ہو' جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اسی کی عبادت کرے' اس کی محبت اور خوف سب کی محبتوں اور خوف پر غالب ہو' اس سے نفع وضرر کی امید رکھے' اسی پر توکل' اعتماد اور بھروسہ رکھے' اسی سے نصرت واعانت کا طلبگار ہو اور ایسے تمام امور میں جن میں خدا کے سوا اور کسی کو قدرت نہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگے اور اسی کا سہارا تلاش کرے۔ اور اسی پر ہماری دوستی اور دشمنی کا دارومدار ہونا چاہیئے اور یہی ہے مقام۔ الحب للہ والبغض فی اللہ کا۔ غرض خالق اور مخلوق' مالک اور مملوک' خدا اور اُس کی نیک بندوں' انبیاء اور صلحاء میں حفظ مراتب اور تمیز حقوق کو ملحوظ رکھے' کیونکہ معرفت الٰہی میں یہ چیز نہایت ضروری بلکہ واجبات میں سے ہے۔ اور یہی مفہوم "لا الٰہ الا اللہ" کا ہے اسلئے کہ عربی لغت میں لفظ "الاہ" کا معنے ہے دل سے جس کی عبادت کا ثبوت محبت' تعظیم واجلال' خشوع وخضوع سے دیا جائے۔

اسلئے موحد وہ ہے جو اپنی تمام امیدیں اسی سے وابستہ رکھے اور خدا کی محبت اس طرح اس کے دل میں سما جائے کہ کسی اور چیز کی محبت' محبت الٰہی کو مغلوب نہ کر سکے بلکہ ہر چیز کی محبت اس کی محبت کے تابع ہو۔ مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (وقال تعم) تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی شریک خدا ٹھہراتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیئے ویسی محبت ان سے رکھتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو تو سب سے بڑھکر خدا کی محبت ہوتی ہے (قال تعالیٰ) قیامت کے روز مشرک اپنے معبودوں سے جھگڑتے ہوئے کہیں گے' خدا کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے؛

اور یہ ظاہر ہے کہ مشرکین نے کسی کو بھی اللہ تعم کی ذات اور صفات میں شریک نہیں بنا رکھا تھا جیسا کہ آیات قرآنی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ پس جو شخص "لا الٰہ الا اللہ" کا قائل ہے اسکو اپنے دل اور زبان سے صرف خدائے پاک کی الوہیت کا اقرار کر کے اسی کو اس کا مستحق سمجھکر اپنا معبود برحق بنانا چاہیئے اور پوری طاقت کے ساتھ دل اور زبان سے غیر اللہ کی عبادت' اور غلامی سے انکار کر کے رب السموٰت والارض

کی عبادت کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے، اور اپنے عمل وقصد، زبانی شہادت اور دلی ارادت، معرفت و
محبت میں خالق ومخلوق، آقا اور بندے میں فرق ملحوظ رکھے، اللہ کے حقوق کا علم حاصل کرے، اس کی
معرفت اور اس کے ذکر سے اپنی زبان اور دل کو مشغول رکھے اور اس طرح اپنے ایمان کو مستحکم کرے کہ
خداتعالے جس طرح اپنی ذات وصفات میں مخلوق سے مبائن اور منفرد ہے اسی طرح اپنی عبادت میں تمام
مخلوق سے منفرد ویکتا ہے۔ پس اسی کی نصرت واعانت کا طلبگار ہو اور اسی کی محبت میں دل سرشار ہو،
اور تمام چوکھٹوں سے منہ پھیر کر اسی کے آگے سربسجود ہو، اسی پر توکل واعتماد ہو۔ اور یہی مقام ایاك
نعبد وایاك نستعین کا ہے اور یہی خصائص الوہیت ہیں جنکا موحد صادق اور مومن قانت اقرار
کرتا ہے۔ جس طرح کائنات ارضی وسماوی کی پیدائش، مومن وفاجر کو عطاء رزق اور اسی کے ساتھ ساتھ
تربیت روحانی کے لئے سلسلہ رشد وہدایت خصائص ربوبیت ہیں، جنکا اعتراف مومن وکافر اور صالح
وفاجر کو ہے حتی کہ ابلیس لعین نے بھی اس امر کا اقرار کیا۔ رب انظرنی الی یوم یبعثون۔ یعنی اے
میرے رب مجھے قیامت تک مہلت دے۔ اس میں اعتراف کرتا ہے کہ خدا ہی اسکا رب اور خالق ومالک
ہے اور اسی کی ہر چیز پر حکومت ہے۔ اور اسی طرح مشرکین نے بھی خداتعالے کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے۔

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ؟ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ (وقال) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ
مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؟ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (وقال)
فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ
يُشْرِكُونَ (وقال) قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ (وقال) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرٰهِيمَ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ
مَا تَعْبُدُونَ ؟ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِينَ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ
أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ؟ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُونَ۔ اے نبی ان لوگوں سے
پوچھو کہ اگر تم کچھ بھی علم رکھتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے یہ تمام کارخانہ کس کا ہے؟ وہ فوراً
یہی جواب دینگے کہ اللہ تعالے کا (قال تع) اے نبی ص! اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے زمین
وآسمان کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا؟ تو یہ لوگ یہی جواب دینگے کہ اللہ تعالے نے (قال تع)
جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو ایک اللہ ہی سے دعا مانگتے ہیں اور جوں ہی کہ ان کو سمندر
کے تلاطم خیز موجوں سے نجات ملتی ہے تو یہ پھر بدستور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں (وقال تع) اے
نبی ص! ان لوگوں سے پوچھو کہ اگر تمھیں کچھ علم ہے تو بتاؤ کہ کون ایسا قادر مطلق ہے جس کے ہاتھ میں

ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ عاجزوں اور درماندہ لوگوں کو پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں کوئی کسی پناہ نہیں دے سکتا تو وہ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (وقال تعم) اے نبیؐ! ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کا حال پڑھکر سناؤ کہ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہی کی سیوا کرتے ہیں اس پر ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ بھلا جب تم ان سے دعا مانگتے ہو تو کیا یہ تمہاری دعا سنتے ہیں یا تم کو فائدہ یا نقصان پہونچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ تو نہیں مگر ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

غرض اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں جن میں مشرکین کے اقرار ربوبیت کا ذکر ہے۔ مسند امام احمدؒ اور ترمذی میں حصین بن مندر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کہا کہ حصین! تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ حصین نے کہا سات خداؤں کی جن میں سے چھ زمین پر اور ایک آسمان پر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سوال کس سے کرتے ہو؟ اور کس کو اپنی امیدوں کا مرجع اور منتہیٰ سمجھتے ہو؟ حصین نے کہا اسی خدا کو جو آسمانوں میں ہے پھر آپ نے فرمایا حصین! اسلام قبول کرلے میں تم کو نہائت مفید اور منفعت بخش باتیں سکھاؤں گا۔ اسکے بعد حصین نے اسلام قبول کیا اور آپ نے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی سکھایا" اللھم الھمنی رشدی وقنی شر نفسی" یا اللہ مجھ کو میرے نفس کے شر سے بچا اور میری رشد وہدائت مجھے عطا کر۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا صرف ربوبیت کا اقرار کرنا ان کے لئے نفع بخش نہ ہوا اور نہ اس سے وہ اسلام میں داخل ہو سکے۔ کیونکہ الوہیت کا اقرار صحیح نہیں تھا۔ خدا تعالےٰ کے سوا اور بھی خدا تجویز کر رکھے تھے جنکو وسیلہ اور ذریعہ تقرب بارگاہ الٰہی سمجھکر پوجتے اور اسی بنا پر قرآن کریم میں ان کو مشرک کہا گیا اور وہ بھی حج کے موقعہ پر یوں تلبیہ کہتے" اللھم لبیك لبیك لاشریك لك الا شریکا ھو لك تملکه وماملك" یعنی اللہ کا کوئی شریک نہیں اور اگر ہے بھی تو ان کا اور ان کی مملوکہ چیزوں کا مالک اللہ تعالےٰ ہی ہے پس جس کسی نے خصائص ربوبیت کے اعتراف کے باوجود خصائص الوہیت میں کسی کو شریک کیا وہ مشرک ہے ایسا کرنے والا اسکو شرک سمجھے یا نہ سمجھے اور صرف خصائص ربوبیت کے اقرار سے کوئی شخص موحد نہیں ہو سکتا۔

شرک کی تفصیل

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے مشرکین کی مذہبی حالت کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا۔ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا

مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاۤءَ - جنہوں نے خدا کے سوا دوسروں کو اپنا مددگار بنایا - تو معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے اللہ کے درمیان ان کو شفیع، واسطہ اور وسیلہ سمجھتے اور ان سے مدد کے خواہاں ہوتے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑھکر کونسا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس نے تجھے پیدا کیا اسکا کسی کو شریک بنائے۔ مینے کہا کہ اس سے کمتر گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ اسے کھانا دینا پڑے گا۔ مینے کہا کہ اس سے کمتر اور کون گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔ اور اسی کی تصدیق وتائید میں یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ - خدا کے خاص بندے تو وہ ہیں جو اسکے سوا نہ تو کسی دوسرے کو پکارتے ہیں نہ بلاوجہ کسی ایسے جی کو قتل کرتے ہیں جسے خدا تعالے نے حرام کر رکھا ہو اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔

مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ہے کہ ابو ہریرہ رض حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "اللہ تعالے تم لوگوں کے لئے تین باتیں پسند کرتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ دوسری یہ کہ تفرق وتشتت کو چھوڑ کر جماعتی زندگی پیدا کرو۔ تیسری یہ کہ جو تمہارا امیر ہو اس کی اطاعت اور خیر خواہی کرو اللہ کا دین افراط وتفریط سے بچا ہوا ہے۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق رازق اور مربی ماننے کے بعد کسی کو شفیع، واسطہ، وسیلہ یا تقرب بارگاہ الٰہی کا ذریعہ سمجھکر خدا کی الوہیت میں شریک بنایا جائے۔ ان صفحات میں جس قدر تفصیل شرک کی گئی ہے۔ یہ تو "شرک اکبر" ہے اسکے علاوہ "شرک اصغر" بھی ہے جسکو ریاء اور سمعۃ بھی کہتے ہیں یعنی اخلاص عمل مفقود ہو جائے اور لوگوں کے دکھانے اور سُنانے کو عمل کرے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں جس کسی نے کوئی عمل کر کے میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا میں اسکو اور اسکے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ خدا کے نام کے سوا کسی اور چیز کی قسم لینا بھی "شرک اصغر" ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا "خدا تعالےٰ تم کو سختی سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے بزرگوں کے نام کی قسمیں کھاؤ اگر کوئی ضرور قسم کھانا ہی چاہتا ہے تو اللہ کے نام کی قسم کھائے نہیں تو خاموش رہے" (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ احمد۔ حاکم)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے کہا "ماشاء اللہ وشئت"

جو خدا رسول کو منظور ہو۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے مجھے خدا کا شریک بنالیا ہے؟ یوں کہو "ماشاء اللہ وحدہٗ"۔ جو ایک اللہ تعالےٰ کو منظور ہو۔

غرض اس قسم کی چیزیں "شرک اصغر" کہلاتی ہیں، اس سے اسلام سے تو کوئی خارج نہیں ہوتا لیکن معلوم کر لینے کے بعد اس سے فی الفور توبہ کرنی چاہیئے۔

توسّل

بارگاہ الٰہی کے قرب یا رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی جائز اور صحیح وسیلہ ہو سکتا ہے تو صرف ایمان صالح اور نیک عمل۔ قرآن کریم کی ان آیات کو دیکھئے کہ مومنین نے اپنے ایمان صالح کو اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کر کے مغفرت کی درخواست کی ہے۔ قال تعالیٰ:

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ اے رب ہمارے ہم نے حق کی منادی کرنے والے کو سُنا کہ ایمان کی منادی کر رہے تھے اور یہ سمجھا رہے تھے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ پس اے ہمارے پروردگار ہمارے قصور معاف فرما اور ہم سے ہمارے گناہ دُور کر اور نیک بندوں کے ساتھ ہمارا بھی خاتمہ بالخیر کیجیو۔ اور اے ہمارے پروردگار اپنے رسولوں کی معرفت جو وعدے تو نے ہم سے فرمائے ہیں ان کو پورا کیجئے اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کیجیو۔ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا، تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ ہم تم میں سے کسی نیک عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتے مرد ہو یا عورت اس بارے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ تم سب ایکدوسرے کی جنس ہو۔

اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اہل ایمان اور عمل صالح والوں کی دعا قبول فرماتا ہے:۔

وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ (۴۲-۴) اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں سے درگذر کرتا ہے اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو ان سے واقف ہے اور ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے

جوایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں اور اپنے فضل وکرم سے ان کو استحقاق سے زیادہ بھی ثواب دیتا ہے۔ ہاں منکرین کے لئے سخت عذاب ہے۔"

اسی کی تائید میں صحیح بخاری کی حدیث دیکھئے عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "کہ ایک وقت میں تین مسافر راستہ چل رہے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی اس لئے وہ تینوں پہاڑ کی غار میں جا بیٹھے اتنے میں ایک بڑا پتھر لڑکتا ہوا آیا اور ٹھیک اس غار کے سامنے آپڑا جس سے غار کا راستہ بالکل بند ہوگیا۔ اب وہ تینوں مسافر آپس میں ایکدوسرے سے کہنے لگے "انظروا اعمالاً عملتموها لله صالحة فادعوا الله بها لعله یفرجها" اپنے اعمال پر نظر ڈالو اگر کوئی صالح عمل ہے جسے پورے اخلاص کیساتھ تم نے کیا ہو تو آؤ اس کو خدا کے سامنے پیش کرکے دعا مانگیں شائد انکے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول فرمائے اور پتھر غار کے سامنے سے ہٹائے، چنانچہ ایک نے ماں باپ کی شبانہ روز خدمت کا ذکر کرکے دعا مانگی دوسرے نے کہا کہ فلاں عورت جو مجھے محبوب ترین عورت تھی میں اس پر پورا قابو پا لینے کے بعد بھی زنا سے بچا رہا یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تری رضا کیلئے کیا تھا۔ تیسرے نے کہا مینے ایک مزدور کو ۱۶ رطل چاول کے عوض کام پر مقرر کیا مگر وہ اپنی اجرت لئے بغیر چلا گیا۔ مینے اس کی اجرت کے چاولوں کو تجارت کے ذریعہ ترقی دی کچھ مدت کے بعد وہ مزدور آیا تو مینے اس کا راس المال تمام منافع سمیت اسکے سپرد کردیا، اور یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری ہی خوشنودی کیلئے کیا تھا۔ غرض ہر ایک کی دعا کے بعد غار کے سامنے سے پتھر کچھ سرکتا گیا حتیٰ کہ تیسرے کی دعا کے بعد غار کے سامنے سے بالکل ہٹ گیا اور رستہ صاف ہوگیا۔"

اسکے علاوہ اگر کوئی وسیلہ ہوسکتا ہے تو خدا تعالیٰ کے پاکیزہ صفات اور اس کے اسماء حسنیٰ چنانچہ فرمایا:۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ اگر تم صرف خدا تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اسی کے خوبصورت اور پاکیزہ نام لے کر اس سے دعا مانگو۔"

اب ظاہر ہے کہ دعا میں خدا ہی کے ناموں کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا جا سکتا ہے نہ کہ مخلوق کے نام کو اور احادیث میں بھی اسی طرح دعا سکھلائی گئی ہے:۔

اللهم انی اسئالك بان لك الحمد لا اله الا انت الحنان المنان بديع السموٰت و الارض یاذا الجلال والاکرام۔ اے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے، اے عظمت وجلال اور فضل وکرم کے مالک تو ہی برکت دینے والا اور احسان کرنے والا ہے۔ تیری حمد وثنا اور تیری الوہیت کا

واسطہ دیکر تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی دعائیں ہیں جن میں اسماءِ حسنےٰ اور پاکیزہ صفات کا واسطہ دیکر دعا کی گئی ہے اور مندرجہ ذیل آیت کا بھی یہی معنی ہے:۔

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَیْهِ الْوَسِیلَةَ وَجَاهِدُوا فِی سَبِیلِهِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ ۔ مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کے ذریعے تلاش کرتے رہو (اور سب سے بڑا وسیلہ اس تک پہنچنے کا یہ ہے) کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو کہ تم کو کامیابی حاصل ہو۔ (۵-۵)۔

پس تقویٰ۔ خوف وخشیت الہٰی۔ جہاد فی سبیل اللہ اور ایسے ہی اعمال صالحہ تقرب بارگاہ الہٰی کیلئے وسیلہ ہو سکتے ہیں اور اس کی مزید تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس کسی نے میرے دوست کی دشمنی کی اسکو میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور سب سی زیادہ محبوب چیز جس سے بندہ میرا تقرب حاصل کرسکتا ہے وہ اداے فرائض ہے۔" وما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احبه" اسی طرح ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے حتی کہ میں اسکو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو وہ میری مرضی کے مطابق سنتا اور دیکھتا ہے اور میری مرضی کے مطابق چلتا پھرتا اور چھوتا پکڑتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسکا سوال ضرور پورا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔"

اسی لئے جب کبھی آپکو کوئی اہم کام پیش آجاتا تو آپ نماز شروع کرتے اور یہی ارشاد خداوندی ہے:

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اسْتَعِینُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِینَ ۔ مسلمانو! تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو اسپر غالب آنے کے لئے صبر اور نماز سے مدد لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ تقرب بارگاہ الہٰی کیلئے تقویٰ، خوف وخشیت الہٰی، جہاد فی سبیل اللہ، صبر واستقلال، نماز روزہ اور ایسے ہی اعمال صالحہ یا اللہ تعالےٰ کی پاکیزہ صفات اور اسکے اسماءِ حسنیٰ کا ذکر وسیلہ اور ذریعہ ہوسکتا ہے مگر خدا اور اس کی مخلوق میں کوئی بندہ وسیلہ اور شفیع نہیں ہوسکتا، اسی کی مذمت اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں کی ہے اور اسی لئے رسولوں کو بھیجا جیسا کہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں اور یہی تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا " اجعل لنا الٰهًا

کما لھم الھۃ ؎

خدا کو مخلوق کی قسم دینا

لیکن خدا کو مخلوق کی قسم دینا یعنے غیر اللہ کو واسطہ بنانا یہ بھی ناجائز اور ممنوع ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے، رہا یہ امر کہ نہی تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اس میں دو قول ہیں اور صحیح ترین قول یہی ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اور علامہ عزبن عبد السلام اپنے فتاوٰی میں اسی کو پسندیدہ اور قول مرجح فرماتے ہیں، بشر بن الولید امام ابو یوسف کے واسطہ سے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کرتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا:۔

لا ینبغی لاحد ان یدعوا اللہ الا بہ واکرہ ان تقول بمعنۃ العزمن عرشك او بحق خلقك۔ کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں کے سوا کسی اور نام سے پکارے اور میرے نزدیک تو یہ بھی مکروہ ہے کہ تو کہے اے خدا تجھ کو تیرے عرش کے عزت و اجلال کی قسم یا تیری مخلوق کے حق کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں۔

اور یہی امام ابو یوسف رح کا فتوٰی ہے وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بحق فلاں یا بحق انبیاء ک ورسلک یا بحق البیت یا بحق المشعر الحرام کہنا میرے نزدیک مکروہ ہے ہاں "بمعاقد العزمن عرشك" کہنا میرے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ یہ تو خدا ہی کی عزت وعظمت کی قسم ہے، قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کے حق یا طفیل سے سوال کرنا جائز نہیں، اسی وجہ سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا" اسئلك بفلان وبملائکتك وانبیاءك ونحو ذلك" کہ اے خدا میں تجھ سے فلاں کے طفیل سے، تیری فرشتوں یا نبیوں کے حق سے سوال کرتا ہوں، یہ اسلئے ناجائز ہے کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔ (انتہیٰ کلام القدوری)۔

اور جس حدیث کے یہ لفظ (بحق السائلین) پیش کئے جاتے ہیں تو یہ اوّل تو ضعیف ہی کیونکہ اس کی سند میں عطیۃ العوفی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اگر بالفرض اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا معنے یہی کہ اے خدا میں تجھ سے اعمال سائلین کے حق سے سوال کرتا ہوں کیونکہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ مخلوق اس کی عبادت کرے اور مخلوق کا یہ حق ہے کہ ان کے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان پر ثواب عنایت کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اہل ایمان اور ارباب عمل صالح کی دعا قبول کریگا بلکہ اپنے فضل وکرم سے ان کے استحقاق سے اور بھی زیادہ دیتا ہے۔

اور جب بندہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو اسکے حق میں اپنے دوستوں کی سفارش قبول فرماتا ہے اور یہی محبت اور دوستی کا رشتہ ہے جو خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے صالح بندے اس شخص کے دوست ہو جاتے ہیں اور ان میں محبت و موالات پیدا ہو جاتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ کیلئے اور اس کی رضا کیلئے ہوتا ہے۔ اور اسکے برعکس جب کسی نے اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق میں سے کسی کو واسطہ بنایا یا خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو یہ اور چیز ہے۔ جس طرح شفاعت شرکیہ اور چیز ہے اور شفاعت حقہ جو موحدین کو حاصل ہوگی اور چیز ہے۔

مخالفین کی دلیل (۱)

فریق ثانی نے ہمارے خلاف یہ دلیل پیش کی ہے اور اس سے ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ سے دعا مانگنا ایک طرح کا وسیلہ ہے۔

(حدیث الاعمیٰ)

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك علی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم شفعہ فی۔ (رواہ الترمذی و الحاکم وابن ماجہ عن عمران بن حصین)۔ یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ کی طرف نبی رحمت کے ذریعہ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور آپ کو اس دعا میں شامل کرتا ہوں کہ میری یہ ضرورت پوری ہو جائے۔ یا اللہ! تو حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی دعا و سفارش قبول فرما!!

جواب

(اول) اسکے متعلق سب سے پہلے تو ہمارا یہ جواب ہے کہ اس حدیث کا ہمارے اختلافی مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس میں غیر اللہ سے دعا نہیں مانگی گئی، سوال صرف اللہ تعالےٰ سے ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال یا دعا نہیں کیگئی بلکہ یہ کہا ہے کہ "یا اللہ! اپنے نبی کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما"۔ پس ہمارے فریق مخالف کا استدلال نہ صرف غلط بلکہ انوکھا ہے۔ اور اس حدیث سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ قبروں پر گنبد وغیرہ بنانا، اور اس پر پردہ ڈالنا یا اسے چونہ گچ کرنا جائز ہے، بلکہ یہ سب کبائر معاصی میں سے ہی جیسا کہ اہل علم نے عام طور پر حتیٰ کہ ابن حجر ہیتمی وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔ اور کبیرہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ اسکے مرتکب کے لئے لعنت یا غضب یا عذاب دوزخ کا وعید آیا ہو، اور کثرت سی ایسی

احادیث صحیحین میں مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں پر ہر قسم کی عمارت بنانا حرام ہے، اور ایسا ہی قبر والوں سے دعا مانگنا یا ان سے نفع ونقصان کی امید رکھنا یا ان کے آگے التجا وسوال کرنا، ان کے نام کی نذر ونیاز دینا، ان کے نام عرضیاں لکھکر ان کی قبروں پر لٹکانا، ان کو "یاسیدی" اور "یامولائی" کہکر پکارنا اور ان سے سوال کرنا کہ ہماری فلاں ضرورت پورا کرو اور ہماری فلاں مشکل کشائی کرو حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ یہی وہ اسباب ذرائع تھے جن کی وجہ سے "لات"، "عزیٰ" پجنے لگے اور ان کے نزدیک توسب سے بدتر اور سب سے زیادہ قابل ملامت ولعنت وہ شخص ہے جس نے ان کی نکتہ چینی کی یا ان کے افعال شنیعہ پر کسی قسم کا اعتراض کیا۔

اور جس کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اوامر ونواہی اور اس کی ساتھ صحابہ کرام کے عمل اور مسلک کو قبروں کے متعلق دیکھا ہے اور آج جو کچھ ہورہا ہے اسکو بھی دیکھا ہے، وہ یقیناً ایکدوسرے کی نقیض اور ضد پائیگا۔

اور جبکہ آیت "فلا تجعلوا الله اندادًا وانتم تعلمون" کا شان نزول یہ ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے پاس آیا اور اس نے یہ خیال ظاہر کیا "کہ تمہاری جماعت بہت ہی اچھی جماعت ہوتی اگر تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتے" کیونکہ تم "ماشاء اللہ" کے ساتھ ماشاء فلاں بھی کہدیتے ہو کہ جو خدا چاہے اور فلاں بزرگ چاہے" اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے بہت صحیح کہا ہے، تب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی :۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہے "

اور ان لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ خدا سے زیادہ محبت اپنی پیرومرشد سے کرتے ہیں اگرچہ اس کا اقرار نہیں کرتے لیکن انکا حال اور ان کا عمل اس چیز کی شہادت دیتا ہے، کیونکہ وہ مسجد کی اتنی عزت نہیں کرتے جس قدر اپنے پیرومرشد کی قبر کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں، خدا کے نام کی جھوٹی قسم کھاجاتے ہیں لیکن اپنے پیرومرشد کے نام کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے ۔پس ان حالات میں جو دلیل انہوں نے ہماری خلاف پیش کی ہے وہ بالکل غیر متعلق ہے۔ ہم جس چیز سے منع کرتے ہیں اسکو اس دلیل سے کیا نسبت ؟

جواب دوم

یہ حدیث تو ہماری دلیل ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کو نہیں پکارنا چاہئے، کیونکہ سائل نے اپنی دعا میں پہلے یوں کہا کہ "یا اللہ! میں تیری بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں" پھر اللہ تعالےٰ سے یہ سوال

کہا کہ یا اللہ! میرے حق میں اپنے پیارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔ اور یہ جو سائل نے کہا کہ "یا محمد انا نتوسل بك الی ربنا فاشفع لنا" تو یہ ایک حاضر کو خطاب ہے اور اسکا معنے تو صرف یہ ہے کہ یا اللہ! میں تیری بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی کی دعا کے ساتھ، اور اس دنیا میں شفاعت کے لفظ سے مراد دعا ہی ہے، اور اسی لئے سائل نے اپنی دعا کے آخر میں کہا "اللھم شفعہ فی" یا اللہ! تو اپنے نبی کی دعا میرے حق میں قبول فرما، اور اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں، کیونکہ زندہ سے ہر وہ چیز مانگی جا سکتی ہے جس پر وہ قدرت رکھتا ہے، ہاں غیر حاضر اور مردہ سے کسی ایسی چیز کے لئے نہ دعا کی جا سکتی ہے نہ فریاد کی جا سکتی ہے جس پر وہ قدرت نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ سائل نے کہا وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ زندہ و حاضر سے دعا طلب کی اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی دعائے شفاعت کی دعا مانگی ہے۔ تو اس قسم کی دعا آپ کی موجودگی اور زندگی میں کی جا سکتی تھی، اور اب جبکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے ہیں جس پر قرآن مجید کی صریح نص موجود ہے اور امت کا اجماع ہو چکا ہے تو ایسی دعا کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔

اسی لئے صحابہ کرام ایک دفعہ قحط سالی کے موقعہ پر دعاء استسقا کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے تھے کہ وہ بارش کے لئے دعا مانگیں جیسا کہ بخاری شریف میں انس بن مالک رضؓ سے روایت موجود ہے، صحابہ کرام نہ تو آپکی قبر کے پاس آئے نہ وہاں انہوں نے کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر میں حیات برزخی حاصل ہے۔

غرض دعا ایک عبادت ہے اور عبادت اسی طریق پر ہونی چاہئے جس طرح شریعت میں ثابت ہو۔ اگر مُردوں سے دعا مانگنا یا مُردوں کو وسیلہ بنا کر دعا مانگنا جائز اور مشروع ہوتا تو سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سنت کو جاری کرتے، اور اگر آپ کی یہ سنت ہوتی تو صحابہ کرام سب سے زیادہ اس سے واقف ہوتے اور سب سے زیادہ اس سنت کے عامل و متبع ہوتے، لیکن نہ تو کسی صحابی نے نہ تابعین میں سے کسی نے ایسا کیا حالانکہ بارہا ان کو سخت ضرورتیں پیش آئیں اور بارہا مصائب کی گھنگھور گھٹائیں ان پر چھائیں، وہ لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے معانی سب سے بہتر جانتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ہم سے زیادہ شائق اور حریص تھے۔ بلکہ وہ تو بجائے اسکے ایسے کاموں سے روکتے اور قبر کو متبرک مقام سمجھکر وہاں دعا کرنے سے منع کرتے، اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین ایسے بہترین زمانہ میں ہوئے جس کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دی کہ:-

خیرکم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ امت محمدیہ کے بہترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے میرا زمانہ پایا پھر ان کے ملنے والے یعنی تابعین پھر تبع تابعین۔

تیسرا جواب

ہمارے فریق مخالف کا یہ بھی خیال ہے کہ حدیث الاعمٰی اسکے لئے بھی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو بھی وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ مگر یہ قطعاً غلط ہے اور اسکے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آپکے فوت ہوجانے کے بعد یا آپکی غیر حاضری میں وسیلہ بنانا ثابت نہیں ہوا تو اس پر کسی اور کو قیاس کرنا کیسے صحیح ہوگا، پس نوح رسول اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ کو وسیلہ بنانا جائز نہ ہوگا، کیونکہ ایسا کہنا اولاً ثابت نہیں اور جس کے لئے ہمیں حکم نہیں ملا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوم قیاس کی ضرورت وہاں ہے جہاں نص موجود نہو اور جب نص موجود ہو تو قیاس صحیح نہیں ہوتا اور ایک ایسے جدید قول کی ہمیں کیا ضرورت ہے جس کے متعلق خطرہ ہے کہ وہ کہیں ذریعہ شرک نہ بنجائے اور پھر ایسی حالت میں جبکہ نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ "اس امت میں شرک اس طرح پھیل جائیگا جس طرح چیونٹی رینگتی ہے۔ اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا" اور یہ امت تہتر ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور سوائے ایک فرقے کے باقی سب کے سب دوزخی ہیں اور ناجی فرقہ وہی ہے جو متبع سنت رسول اللہ اور پابند مسلک صحابہ کرام ہوگا۔

چوتھا جواب

وسیلہ یہ نہیں ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی اور سے ایسے کاموں کی حاجت روائی کیلئے دعا مانگے جس پر خدا کے سوا اور کسی کو قدرت نہ ہو، یا ایسوں سے دعا مانگے جو اپنے آپ کے لئے نفع وضرر کا، زندگی وموت کا مالک نہ ہو! اور اسکی عاجزی وبے بسی کا یہ عالم ہو کہ اگر مکھی بھی کوئی چیز ان سے چھین کر لیجائے تو وہ اس کو چھڑا نہ سکیں اور اگر کوئی انکی قبر کا تابوت یا تابوت پر لگی ہوئی خوبصورت چیزیں جھاڑ وفانوس شتر مرغ کے انڈے وغیرہ چرا کرلے جائے تو وہ اس سے چھین نہ سکیں۔

دوسری دلیل

فریق مخالف نے غیر اللہ سے دعا مانگنے پر دوسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:۔

اذا انفلتت دابۃ احدکم فی ارض فلاۃ فلینا دیا عباد اللہ احبسوھا وفی روایۃ اذا

اعیت فلینا دیا عباد اللہ اعینوا۔ جب تم میں سے کسی ایک کا جانور جنگل میں چھٹ جائے تو اکو چاہئے کہ اس طرح پکارے، اے اللہ کے بندو! اس جانور کو روکنا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے جبکہ تھکائے تو وہ پکار کر کہے اللہ کے بندو مدد کرو۔"

لیکن یہ استدلال انتہائی جہالت و ضلالت پر مبنی ہے اور بوجوہ ذیل مقاصد سے علیحدہ ہو کر زبردستی معانی پیدا کرنے کے مترادف ہے؛

پہلی وجہ یہ قطعاً وسیلہ نہیں ہے کیونکہ وسیلہ کا معنے تو یہ ہے کہ اعمال صالحہ کو تقرب بارگاہ الٰہی کا ذریعہ بنایا جائے اور یہاں یہ معنے تو چسپاں ہی نہیں ہوتا؛

دوسری وجہ یہ دونوں حدیثیں صحیح نہیں، پہلی حدیث کو طبرانی نے مسند کبیر میں ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ سلسلہ راویوں کا بیچ میں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری جس میں جانور کے چھوٹ جانے اور گم ہو جانے کا ذکر ہے اور جس کو امام نووی نے ابن سنی کیطرف منسوب کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں "معروف بن حسان" ہے اور حافظ بن عدی نے اسکو منکر الحدیث کہا ہے اور ان روایات کے ضعیف ہونیکے علاوہ اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ مُردوں کو پکارنا جائز ہے اور شیخ عبد القادر جیلانی رح اور ویسے ہی اور دور دراز ممالک میں مدفون بزرگوں کو پکارنا جائز ہے بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ قبر کے پاس بھی کسی کو نہ پکارا جائے نہ انبیاء اولیاء کو پکارا جائے۔ اس حدیث کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ کوئی آتا جاتا شخص اس کی آواز کو سُن کر جانور کو روک لے کیونکہ خدا کی زمین اسکے بندوں سے خالی نہیں اور خدا تعالےٰ ہی اپنے بندوں کی افواج غیر محصورہ کو جانتا ہے اور اگر کسی ایک معین شخص کو اس کا نام لے کر پکارے اور اس حدیث سے استدلال کرے تو یقیناً اس نے اللہ کے رسول پر جھوٹ اور افترا باندھا ہے۔ اور حدیث کا یہ بھی معنی نہیں کہ اُٹھتے بیٹھتے ہر حرکت و سکون پر ایسی پکار لگاتا رہے بلکہ یہ تو اس مسافر کے لئے ہے جو سامان اٹھوانے یا لدوانے کے لئے کسی مددگار کا خواہاں ہو یا اس کا جانور گم ہو گیا ہو تو وہ آواز دے کہ کوئی راہ گذر اور کوئی مسافر جو وہاں کہیں قریب ہو اس کی آواز پر آجائے اور اس کی مدد کرے؛

تیسری وجہ اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں یہ فرمادیا ہے کہ:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا آج تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام پسندیدہ مذہب قرار دیا ہے؛

پس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسکی بے پایاں رحمت سے جب دین کامل ہو چکا ہے تو پھر ایسی باتوں کا اختراع کرنا جو دین میں نہیں ہیں اور غلط قیاس کرنا قطعًا ناجائز اور حرام ہے۔

چوتھی وجہ جب صحیح حدیث قواعد شرعیہ کے مطابق شاذ ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے یہ فرمایا ہے کہ وہ حدیث صحیح قابل عمل ہے جسکو ثقہ معتبر اہل عدل وضبط نے اپنی جیسے معتبر راویوں سے روایت کیا ہو اور دوسرے ثقہ معتبر راویوں سے خلاف یا شذوذ نہ کیا ہو اور نہ اسمیں کوئی ایسی علت ہو جو اس میں نقص پیدا کر دے۔ یہ تو صحیح حدیث کے لئے قیود و شرائط ہیں اور ایسی حدیث جو بجائے خود ضعیف ہو ائمہ حدیث نے اس کے راویوں پر جرح کی ہو اور پھر اس میں کسی وجہ سے استدلال بھی صحیح نہ ہو نہ دلالت مطابقی نہ دلالت تضمنی نہ دلالت التزام سے تو وہ حدیث کیوں کر استدلال میں پیش کی جا سکتی ہے۔ اور یہی وہ بہتان عظیم ہے اللہ کے رسول پر جو ہمارے فریق مخالف نے باندھا ہے (اعاذنا اللہ منہ)۔

پانچویں وجہ اپنے خیال کی تائید میں بعض ایسے واقعات کا ذکر کرتے ہیں جنکو وہ اپنے پیروں اور بزرگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کا نام لیکر فریاد کرنے سے فلاں مصیبت دور ہو گئی تھی اور فلاں مقام پر فلاں تکلیف ہٹ گئی تھی۔ تو اس کے جواب میں اگر کوئی ان سے کہتا ہے "سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ سبحانك هذا بهتان عظيم" پاک ہے وہ ذات پاک جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی حکومت اور بادشاہی ہے اور کوئی اس کی حکومت میں شریک نہیں اور جو کچھ تم کہتے ہو خدا اس سے پاک ہے اور یہ محض بہتان ہے تو جھٹ اس پر لپک پڑتے ہیں، اس کو اپنے ہاں سے نکال دیتے ہیں اس کو بدعتی اور منکر اولیاء اللہ وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرنے لگجاتے ہیں اور کہتے ہیں ارے تم نہیں جانتے کہ "اولیاء اللہ کے لئے خوف اور کوئی ہم وغم نہیں"۔ اور موحد جب اسکے جواب میں کہتا ہے کہ بیشک یہ صحیح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکومت اور اس کی مملکت میں کسی کو رائی کے ایک دانے برابر بھی دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۔ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ

یہ اللہ ہی تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہت ہے اور خدا کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ ایک ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار نہیں سن سکتے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے مشرکانہ افعال

سے انکاری ہونگے"

تو یہ آیت سن کر ان میں سے جو مدعی علم وانصاف ہیں اور اپنے آپ کو فراخ حوصلہ بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت تو بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اسکے جواب میں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق جو بت کہے جاتے ہیں یہ بھی تو نیک اور صالح بندوں کے نام ہیں، اور یہ قبر کے تابوت پر چھیتڑوں کا لٹکانا اور مُردوں کا پکارنا یہ بھی تو بت پرستوں کا سا فعل ہے اور اہل علم کا اسپر اتفاق ہے کہ اگر کسی خاص واقعہ پر کوئی آیت نازل ہوئی ہے اور اسکے الفاظ عام ہیں تو وہ آیت اس خاص واقعہ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی بلکہ عام ہوگی، پس آیت "ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا" کہ اللہ تعالے تمکو حکم کرتا ہے کہ جس کی امانت ہو اسکو واپس کردو۔ اگرچہ خاص بیت اللہ کی چابی کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ یہ کہا جائے کہ امانت میں خیانت حلال ہے۔ کیونکہ "ادوا الامانات" میں حکم تو باب کعبہ کی چابی کا ہے اور اسی کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ بت پرستوں کے اعمال وافعال کے مرتکب ہوں اور دعویٰ کریں کہ ہم مشرک نہیں اور یہ کہکر ٹالدیں کہ جو آیات ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہیں وہ تو بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اگرچہ عملاً ان میں اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہو، اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

انا والجن والانس فی نبأ عظیم اخلق ویعبد غیری وارزق ویشکر غیری (حاکم، ترمذی، بیہقی) میری اور جنوں اور انسانوں کی بہت بڑی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ میں پیدا کروں اور عبادت کسی دوسرے کی کریں، میں رزق دوں اور نذر ونیاز وشکر کسی دوسرے کا ہو؛

تو اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ تمام مسلمان یہ کام کرتے ہیں اور ساری کی ساری امت تو گمراہ نہیں ہو سکتی کیا تم ہی موحد ہو اور ساری امت گمراہ ہے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا سب بیوقوف تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ امت ساری کی ساری اس پر متفق ہے یہ تو صریح جھوٹ ہے، یہ حدیث اور تفسیر کی کتابیں موجود ہیں اور اس مضمون سے بھری پڑی ہیں کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو پکارنا اور ان سے ایسی چیزیں مانگنا جن کے کرنے کی خدا کے سوا کسی کو قدرت نہیں ناجائز اور حرام ہے، بلکہ صاف اور صریح آیات واحادیث اور علماء امت کے اقوال موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو دفع بلیات اور طلب حاجات کیلئے پکارنا کھلم کھلا شرک ہے اور اللہ تعالے نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (الٰى قوله) وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ " اے نبی! لوگوں سے کہدو کہ آؤ میں تمہیں تمام وہ چیزیں پڑھکر سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (جن میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو "

اور اسی مضمون کی مؤید احادیث اور اقوال علماء بھی ہیں۔

چھٹی وجہ مخلوق میں سے کسی ایک کے وسیلہ حاصل کرنے کے متعلق علماء کا یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ حرام ہے یا مکروہ ہے زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ حرام ہے جیسا کہ ابو محمد عزبن عبد السلام نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کا ایک کو بھی وسیلہ بنانا جائز نہیں وہ انبیاء ہوں یا کوئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بنانے میں اس نے توقف کیا ہے کہ آیا یہ حرام ہے یا مکروہ؟ امام ابو حنیفہ رح اور ان کے شاگردوں کا قول ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ساتویں وجہ یہ لوگ اپنے پیروں اور مشائخ سے اولاد خریدتے ہیں اور ان پیروں اور مشائخ کے نام پر تکئے بناتے ہیں اور ان میں پیروں کے نام کے جھنڈے کھڑے کرتے ہیں، طبلے اور سارنگی کے ساتھ مجلس سرود منعقد کرتے ہیں۔ اور لوہے کے گرزوں کے ساتھ اپنے آپ کو مارتے ہیں اور ایک جماعت ان میں سے اپنے اپنے پیروں اور مشائخ کیطرف نسبت کر کے علوا۔ مرنیہ۔ قادریہ۔ رفاعیہ وغیرہ ناموں سے موسوم ہوتے ہیں اور یہ تمام نسبتیں ایسی ہی ہیں جن کے لئے خدا کی شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور اسی طرح عبد النبی عبد الرسول۔ عبد الحسین۔ عبد العلی وغیرہ نام ایسے ہی ہیں جن کے لئے کوئی ثبوت نہیں اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اور اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی اس امت کا نام امت مسلمہ رکھا گیا ہے، لیکن افسوس ان نادانوں نے اعلیٰ چیز (توحید) کو چھوڑ کر ادنیٰ (شرک) چیز کو ترجیح دی۔ اور ان پیروں کے نام کی منتیں مانتے ہیں اور نذر و نیاز دیتے ہیں اور مدت تک انہی پیروں سے استغاثہ و فریاد کرتے رہتے ہیں کہ وہ ان کے بیماروں کو شفا دیں اور انکی تکلیف کو دور کریں اور اس قسم کی مشرکانہ رسوم اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ جاہل اور علماء تک مبتلا ہو گئے خصوصاً مکہ مکرمہ میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جنپر مشرکانہ رسوم و عادات غالب ہو چکی ہیں، اور کتاب و سنت کے مقاصد اور مطالب کے سمجھنے سے ان کے عقول عاجز و درماندہ ہو چکے ہیں۔ اور نہ ہی ائمہ دین کی کلام کو سمجھ سکے اور نہ ان کی کتابوں میں اصولِ دین یا فروعات میں سے ثابت کر سکے۔ پس جو انہوں نے استدلال پیش کیا ہے اس سے نہ تو ان مردوں سے توسل ثابت ہوتا ہے جن کا حال معلوم ہے کہ وہ جنت کے

بہترین مقام پر فائز ہو چکے ہیں اور نہ ان لوگوں سے جن کے متعلق معلوم نہیں کہ آخرت میں ان کا کیا حال ہوگا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان کا انجام کار کیا ہوگا؟ تو ایسی حالت میں مصائب و مشکلات میں غیر اللہ سے دعا مانگنا جس کا نام انہوں نے وسیلہ رکھا ہے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اور کیونکر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی تحریف ہے" سبحانك هذا بهتان عظيم"

موحدین پر الزامات

ان حالات کے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ شیطان لعین نے صلحاء امت اولیاء کرام کی قبروں کو بتوں کا قائم مقام بنا کر عوام کے سامنے پیش کیا اور ذریعہ شرک بنایا جس کی وجہ سے آج یہ قبریں بے خوف وخطر پُج رہی ہیں، اور ان مشرکانہ رسوم کے عموم نے یہ حالت پیدا کر دی ہے کہ جو شخص ان قبوریین میں سے کسی کو قبر پر میلا لگانے یا قبر کی عبادت کرنے سے منع کرے تو جھٹ اُن پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ (موحدین) بزرگوں کی توہین کرتے ہیں اور ان کے شان و مرتبہ کو کم کرتے ہیں پس یہ جاہل مشرکانہ رسوم میں پھنسے ہوئے اپنے زعم باطل کی بنا پر اہل توحید کے قتل کرنے اور ہر ممکن طریق سے ایذا و تکلیف دینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ موحدین کا قصور اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ عوام جہال مشرکانہ رسوم میں مبتلا انسانوں کو ایک خداوند قدوس کی طرف دعوت دیتے ہیں اور تمام مشرکانہ رسوم کو غلط اور باطل سمجھکر اس سے منع کرتے ہیں۔ قبوریین اس حالت کو دیکھکر بھڑک اُٹھتے ہیں اور سخت غصہ و نفرت کی نگاہ اور بھجے دل سے موحدین کو دیکھتے ہیں۔ گویا ان کا قرآن کریم کی تعلیم پر ایمان ہی نہیں ہے، اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے (موحدین) عالی مقام بلند مرتبہ بزرگوں کی توہین کی ہے تو یہ لوگ ہلاکت و بربادی کے مستحق ہو گئے۔ اور اپنی جگہ پر یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ لوگ (موحدین) کسی قسم کی عزت و حرمت اور قدر و منزلت کے لائق نہیں، اس خیال نے اس قدر وسعت اختیار کی کہ عوام جہال سے گذر کر ان لوگوں کو بھی اپنا غلام و اسیر کر لیا جو علم و فضل کی طرف منسوب اور دین و مذہب کے پیشوا کہلاتے تھے، اور افسوس کہ صرف اسی بنا پر ہم سے بغض و عداوت کی گئی اور طرح طرح کے الزامات اور بہتان تراشے گئے اور ہر طرح ہم کو مجرم بنانے کی کوشش کی گئی۔ دنیا کی کوئی بُرائی اور کوئی عیب ایسا نہ تھا جس کی نسبت ہماری طرف نہ کی گئی ہو، لوگوں کو بلا وجہ ہم سے متنفر کیا گیا اور ہماری دعوت و تبلیغ کے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کئے گئے۔ ہمارے مقابلے کے لئے مشرکین سے رشتہ محبت استوار کیا گیا اور ہمارے خلاف ان کو اکسایا گیا اور ان تمام ابلیسانہ چالوں کو اللہ کے دین کی نصرت و اعانت سمجھتے رہے اور اپنے آپ کو اللہ کے

دین کے انصار اور اللہ کے رسول اور اسکی کتاب کے خادم سمجھتے رہے، حالانکہ ان کی محبت و دوستی سے بے زار ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے" ان اولیائہ الا المتقون" صرف متقی اور پرہیز گار ہی خدا کی محبت اور ولایت کے حلقے میں شامل ہو سکتے ہیں، متقین اور پرہیزگار کی جماعت وہی ہو سکتی ہے جو اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت اور اسکے رسولوں کی موافقت کرتی رہے اور ان کے ہدایات کے مطابق عمل کرتی ہے۔ کتاب سنت کی طرف دعوت دیتی ہے، نہ ان لوگوں کی طرح کہ جو بگلہ بھگت تن اجلا من میلا بنکر لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے آپکو طریقے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں طرح طرح کی کجی پیدا کرتے ہیں، یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کی عزت و احترام اور ان کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور جس چیز کو وہ ناپسند سمجھتے ہیں اس سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہو کہ یہ لوگ انبیاء کرام اور صلحاء امت کی سب سے زیادہ نافرمان اور ان کے طریقے سے بہت دور اور ان کی اطاعت وفرمان برباری سے بہت گریز کرنے والے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال ٹھیک ان عیسایوں اور یہودیوں اور روافض کی سی ہے جو حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے اور ان کی عزت و احترام بجالانے میں سب سے زیادہ مدعی ہیں۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان اہل باطل کے مقابلے میں اہل توحید کہیں مستحق ہیں کہ وہ انبیاء اور اولیاء کی محبت کا دعویٰ کریں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور آپکی سنت کے خادم اور مددگار کہیں اور اپنے قول اور عمل سے اسکا ثبوت پیش کریں۔

پس جس طرح مومنین صادقین ایکدوسرے کے دست و بازو اور محب و معاون ہوتے ہیں، اسی طرح منافقین ومشرکین بھی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہوتے ہیں اور جو شخص کلام الٰہی کو دل کی پوری توجہ کے ساتھ سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کریگا اللہ تعالےٰ اوسے شیاطین کے اتباع اور مشرکانہ رسوم سے نجات دیگا۔ جو آج خدا کی خالص عبادت اور نماز سے مانع ہو رہی ہیں اور دل کی قساوت کا باعث بن رہی ہیں اور جو شخص کتاب وسنت کیطرف اپنی توجہات کو پورے طور پر منعطف کردیگا اور کتاب وسنت کی بتائی ہوئی ہدایت سے بہرہ ور ہوگا اور ان کی تعلیم کے مطابق عمل پیرا ہوگا اللہ تعالےٰ اس کو ہر قسم کی بدعات، آراء فاسدہ، توہمات، تخیلات شیطانی و نفسانی وساوس اور اٹکلوں اور تنگ بندیوں سے محفوظ و مصئون رکھیگا۔ اور جس کسی نے ان افعال شنیعہ کی عادت پیدا کرلی تو اس کے عوض میں ان تمام مضر اور غیر مفید نتائج سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو ان عادات کیلئے لازمی ہیں، جس طرح کہ کوئی شخص اپنے دل کو خدا کی محبت وعظمت اور خوف وخشیت اور توکل وانابت سے جب معمور کرلیتا ہے تو وہ حسن پرستی اور عشق صوری سے بے نیاز اور آزاد ہوجاتا ہے اور جوں ہی کہ اس کا دل اس سے

اس سے عاری اور خالی ہوتا ہے تو وہ اپنی خواہشات کا غلام ہو جاتا ہے، پھر کیا ہوتا ہے؟ ہر خوبصورت چیز جو اسکے سامنے آتی ہے اس کی ملک بن کر آتی ہے اور یہ اس کا غلام ہوتا ہے۔

پس توحید سے منہ پھیر کر دوسروں سے عشق و محبت کا رشتہ جوڑنے والا درحقیقت شیطان کا پجاری اور مشرک ہے اس کا ارادہ شرک کرنیکا ہو یا نہ ہو وہ اس کا مقر ہو یا منکر جیساکہ صحیح مسلم میں ابی الهیاج اسدی حیان بن حصین سے روایت ہے "کہ علی رضہ نے اس سے کہا کہ کیا میں تمھیں اس خدمت کے لئے مامور نہ کروں جسکے لئے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا تھا؟ کہ کوئی تصویر مٹائے بغیر نہ چھوڑوں اور نہ کوئی اونچی قبر حد شرعی کے برابر کئے بغیر چھوڑوں"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الام میں فرماتے:۔

"رأیت الائمة بمكة يامرون بهدم ما يبنى على القبور" مینے مکہ مکرمہ میں خود دیکھا کہ ائمہ وقت ان تمام قبوں وغیرہ کے گرا دینے کا حکم دیا کرتے تھے جو قبروں پر بنائے جاتے تھے۔

اور اس کی تائید حضرت علی رضہ کی مذکورہ بالا حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ "ولا قبرا مشرفا الا سویتہ" کوئی اونچی قبر حد شرعی کے برابر کئے بغیر نہ چھوڑی جائے، اور جابر رضہ کی صریح حدیث جسے مسلم نے روایت کیا ہے کہ "نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر پر ہر قسم کی عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے"۔ اسی کی مؤید ہے کیونکہ جن قبروں پر قبہ گنبد یا کسی قسم کی عمارت بنائی گئی ہے وہ سب کی سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور نافرمانی پر مبنی ہیں، کیونکہ آپ نے قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا اور انہوں نے عمارت بنائی آپ نے ایسی عمارتوں کے گرانے کا حکم دیا انہوں نے اس کی خوبصورتی اور تزئین کی کوشش کی، پس جو عمارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی ہو اسکے لئے کوئی عزت و احترام ہمارے ہاں نہیں ہے، وہ ایک غاصب اور لٹیرے کی بنائی ہوئی عمارت سے بلکہ مسجد ضرار جس کے گرانے کا حکم شریعت میں موجود ہے۔ سے کہیں زائد اس کی مستحق ہے کہ اسکو گرایا جائے اسلئے کہ اس کے مفاسد خطرات بہت زیادہ ہیں اور توحید کی حفاظت و صیانت اس کی مقتضی ہے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان وھو حسبنا ونعم الوکیل وصلے اللہ علیٰ افضل الخلق اجمعین وسلم علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

سیرۃ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ

اب ہم چاہتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مختصر حالات کے متعلق آپکو معلومات پہنچائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ وہ کس پائے کا انسان تھا۔ اور اُس کی زندگی کا مقصد کیا تھا تاکہ آپ پر اُن تمام مخالفانہ تحریرات کا اثر نہ ہو جو اُن کے مخالفین کی طرف سے شائع ہوتی رہتی ہیں جنہوں نے اُسے گمراہ اور کافر کہنے میں کبھی دریغ نہیں کیا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی تقریریں تصنیفات اور خطوط و مراسلات دنیا میں شائع ہو چکی ہیں اور اُن کے اصل مسودات بھی محفوظ ہیں۔ اس کی دعوت و تبلیغ اور اُس کی زندگی کا مشن اُن کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اُن کے شاگردوں اور اُن کے عقیدتمند حلقے کے اہل علم و فضل کے عقائد اور خیالات بھی معلوم ہیں۔ اور وہ وہی عقائد تھے جو صحابہ کرام سلف صالحین ائمہ دین، فقہ و فتاویٰ کے مستند علماء کے تھے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات اور اُس کی صفات کمال جن کا ذکر قرآن کریم میں اور احادیث نبویہ میں موجود ہے اور جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا ہے۔ اُن تمام صفات الٰہیہ پر اُن کا ایمان ہے اور بغیر کسی قسم کی تحریف اور تاویل کے اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نہ خدائے قدوس و برتر کی صفات کو مخلوقات کے صفات کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ وہ بمثل بے کیف خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں اور یہی وہ عقیدہ ہے کہ جس پر تابعین، تبع تابعین اور دوسرے اہل علم اور ائمہ دین گذر چکے ہیں جیسے سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ، طلحہ بن عبیداللہ، سلیمان بن یسار اور ایسے ہی اور طبقہ اولیٰ کے علما جیسے مجاہد بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، ابن سیرین، عامر شعبی، جنادہ بن ابی امیہؓ، حسان بن عطیہؒ اور دوسرے طبقہ کے علماء میں سے جیسے علی بن حسین، عمر بن عبدالعزیز، محمد بن مسلم زہری، امام مالک، ابن ابی زعب، ابن ماجشون، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، فضیل بن عیاض، عبداللہ بن مبارک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام اسحاق بن ابراہیم، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور ایسے ہی اور بہت سے علماء فقہا، محدثین ہر شہر اور ہر زمانے میں جو ہوتے رہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے توحید کے متعلق جو تعلیم دی ہے اور جس توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے وہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں علمائے اسلام کو کچھ بھی اختلاف ہو جس کی توضیح اسطرح کیجا سکتی ہے کہ اسلام کا اصل الاصول لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے اور یہی خدائے پاک پر ایمان لانے

کے لئے سب سے پہلا سبق ہے اور یہی کلمہ ایمان کی افضل ترین شاخ ہے۔ اس بنیادی اصل کے لئے تین چیزوں کا ہونا نہائت ضروری ہے سب سے پہلے لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم سمجھنا اس کے بعد الوہیت کا اقرار کرنا اور اس اقرار کے مطابق اپنی عملی زندگی کو درست کرنا۔ اور یہ ایک ایسی توضیح ہے کہ جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ شیخ موصوف نے اس پر کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔ اس اقرار کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ ایک خداوند قدوس کی عبادت کیجائے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے نہیں بلکہ تمام غیر اللہ کی عبادت سے قطعی بیزاری کا اعلان کیا جائے۔ خدا کے سوا ہر ایک چیز کی عبادت سے احتراز کرے چاہے وہ کوئی فرشتہ یا نبی یا کیسا ہی مقرب بارگاہ الٰہی کیوں نہو اسی مقصد کے لئے تمام جن والنس کو پیدا کیا گیا اور اسی توحید کی منادی کے واسطے تمام انبیاء ورسل کو دنیا میں بھیجا گیا۔ اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آسمانی کتابیں نازل کی گئیں۔ اور یہی دین اسلام ہے جسکا معنے یہ ہے کہ ایک ہی خداوند تعالےٰ کے سامنے انسان جھک جائے اور ایک ہی خدا کے سامنے اپنے آپ کو سونپ دے۔ اور جو شخص خدا کے سامنے اور غیروں کے سامنے بھی جھکا وہ یقیناً مشرک ہے اور جو شخص خدا کے سامنے بھی نہیں جھکا اس نے خدا کی عبادت اور اس کی غلامی بجالانے سے تکبر ونخوت کا اظہار کیا۔

قال تعالیٰ۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ وقال تعالیٰ۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ہمنے ہر امت میں ایک نہ ایک رسول بھیجا جس نے اپنی قوم کو یہ تعلیم دی کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے بچو اور یہ بھی فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پہلے ہمنے کوئی رسول نہیں بھیجا جسے ہمنے یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پس میری عبادت کرو۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے:۔ اذ قال لابیه وقومه اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانه سیهدین۔ وجعلها کلمة باقیة فی عقبهم لعلهم یرجعون جبوقت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو سوائے ایک خدائے تعالےٰ کے جس نے مجھے پیدا کیا وہ مجھے ضرور اپنا راستہ بتائیگا۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد اُن کا ذکر خیر دنیا میں ہم نے زندہ اور باقی رکھا تاکہ لوگ اس کو سمجھیں اور حق کی طرف رجوع کریں۔

اور دوسری جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یوں ذکر کیا ہے۔

اَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ - کیا تم کو معلوم ہے کہ جس چیز کی تم اور تمہارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہو وہ سب کے سب میرے دشمن ہیں۔ میری محبت صرف ایک پروردگار عالم سے ہے۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ - تمہاری اقتدا کیلئے بہترین نمونہ یا اسوہ حسنہ ابراہیم علیہ السلام کا وجود مبارک اور اُن کے ساتھیوں کی زندگی میں ہے۔ جب اُن لوگوں نے اپنی قوم سے یہ کہا ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں جنکی خدا کے سوا عبادت کر رہے ہو ہم میں اور تم میں کھلی عداوت اور دشمنی ہے تا آنکہ تم ایک خدا وند تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔

اور ایک اور جگہ پر یوں بھی اُس کا ذکر کیا:۔

واسئل من ارسلنا من قبلك رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الهة يعبدون - اور جن رسولوں کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا اُن کی تعلیم پوچھ دیکھو کیا ہم نے خدا کے سوا کوئی اور معبود بنائے ہیں جس کی عبادت کی جائے۔

اور نوح علیہ السلام اور اسی طرح ہود، صالح، شعیب کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے کہ ان سب نے اپنی قوم سے یہی کہا:۔

اعبدوا الله مالكم من اله غيره - کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں اور اہل کہف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

انهم فتية امنوا بربهم وزدناهم هدی ۔ وربطنا على قلوبهم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السمٰوٰت والارض لن ندعوا من دونه الٰهاً لقد قلنا اذاً شططا ۔ هٰؤلاء قومنا اتخذوا من دونه الهة لولا يأتون عليهم بسلطان بين فمن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا - کہ وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے اور روز بروز ہم ان کو زیادہ ہدایت دیتے گئے۔ ہم نے اُن کے دلوں پر استقلال کی گرہ لگا دی کہ جب اُن کو بادشاہ وقت نے بت پرستی پر مجبور کیا تو وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بول اُٹھے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ ہم تو اس کے سوا اپنی حاجت روائی کے لئے کسی دوسرے معبود کو پکارنے والے نہیں ہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم نے بڑی ہی بیجا بات کہی۔ ایک یہ ہماری

قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے سوا ...... دوسرے معبود اختیار کر رکھے ہیں۔ ان کے معبود ہونے کی کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے۔ جو شخص خدا پر جھوٹ و بہتان باندھے اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔"

اور قرآن کریم میں دو جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ کہ اللہ تعالےٰ یہ گناہ کبھی نہیں بخشیگا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا جائے۔

اور ایک جگہ پر یوں بھی فرمایا:۔

انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار۔ کہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا۔ اللہ نے اُس پر جنت کو حرام کردیا۔ اور دوزخ میں اُس کا ٹھکانا ہوگا۔"

شیخ محمد بن عبد الوہاب فرمایا کرتے کہ ان آیات اور اس مضمون کی دوسری آیات میں وہ شرک بھی داخل ہے جو قبر پرست اور نبیوں، فرشتوں، اور صالح بندوں کی عبادت کرنے والے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عرب جس قسم کے شرک میں مبتلا تھے اور جس شرک کے مٹانے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے وہ یہی تھا کہ وہ انبیاء اور صلحاء سے دعائیں مانگتے اُنہی سے اپنی حاجت روائی کے لئے التجا و فریاد کرتے اور اُن کی قدر و منزلت اور تقرب بارگاہ الٰہی کو اپنی دعا کی قبولیت کے لئے وسیلہ بناتے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:۔

ویعبدون من دون اللہ ما لا ینفعھم ولا یضرھم ویقولون ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ وقال تعالیٰ فلولا نصرھم الذین اتخذوا من دون اللہ قربانا اٰلھۃ بل ضلوا عنھم وذالک افکھم وما کانوا یفترون۔ مشرکین عرب خدا کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں کہ جو نہ تو اُن کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو ہمارے سفارشی ہیں خدا کے سامنے تو خدا کے سوا جن چیزوں کو انہوں نے تقرب خدا حاصل کرنے کے لئے اپنا معبود بنا رکھا تھا اگر اُن کو قدرت تھی تو انہوں نے عذاب کے وقت اُن کی کیوں نہ مدد کی۔ مدد کرنا تو درکنار وقت پڑنے پر تو اُلٹے اُن کی نظر سے غائب ہی ہوگئے اُن کے جھوٹ اور بہتان طرازیوں کی حقیقت تھی جو اب ظاہر ہوئی۔"

شیخ موصوف فرماتے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مشرکین نے اس عقیدہ کا کبھی بھی اظہار نہیں کیا کہ انبیاء، اولیا، صلحا، اور فرشتے خدا کی خدائی میں شریک ہیں یا زمین و آسمان کی پیدائش میں خدا کے ساتھی ہیں۔ اور نہ کبھی انہوں نے یہ کہا کہ مخلوقات خداوندی کے کسی ایک ذرہ میں یا دنیا کے انتظامات

اور ایجاد مخلوقات اور تاثیرات اشیاء میں وہ بذات خود مستقل ہستی رکھتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی اللہ تعالےٰ نے کیا ہے:۔

ولئن سألتهم من خلق السمٰوٰت والارض ليقولن الله قل افرأيتم ماتدعون من دون الله ان ارادنی الله بضر هل هن كاشفات ضره اوارادنی برحمة هل من ممسكات رحمته ۔ قل حسبی الله عليه فليتوكل المتوكلون ۔ اگر آپ ان مشرکین سے سوال کریں کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ تو پھر آپ ان سے کہئے کہ خدا کے سوا جنکو تم پکارتے ہو اگر اللہ تعالےٰ مجھے کسی دکھ میں ڈالنا چاہے تو کیا یہ اُس دکھ سے بچاسکتے ہیں اور اگر اللہ تعالےٰ اپنی رحمت میں مجھے لینا چاہے تو کیا یہ خدا کی رحمت کو روک سکتی ہیں؟ جب یہ نہیں تو پھر ان سے کہدیجئے کہ ایک اللہ مجھ کافی ہے اور اُسی کو اپنا کارساز سمجھکر اُس پر توکل و اعتماد رکھیں؛

پس مشرکین کو اس کا اعتراف و اقرار ہے اور کبھی انہوں نے اس میں اختلاف و نزاع نہیں کیا۔ کہ زمین و آسمان کی پیدائش یا دنیا کے نظم و نسق میں کوئی خدا تعالےٰ کا شریک ہے۔ اسی لئے صیغۂ استفہام کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اس کا ذکر کیا۔ اور ان جملوں کے ساتھ اُن پر حجت قائم کی اور جو نفع و ضرر کے مالک نہیں اُن کی عبادت کو غلط اور باطل قرار دیا۔ آیت قرآنی میں ضرٍ اور رحمۃٍ کو صیغہ نکرہ کے ساتھ ذکر کرکے ان کے عموم کو ثابت کیا یعنی چھوٹے سے چھوٹا نفع یا نقصان بھی خدا کی سوا نہیں پہنچا سکتا دوسری جگہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو دہرایا جو آیۂ قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون الى قوله فانى تسحرون۔ اور ایک آیت میں فرمایا:۔

وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون ۔ ان میں سے اکثر کی یہ حالت ہی کہ وہ ایک طرف خدا پر ایمان ظاہر کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ شرک بھی کرتے ہیں؛

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ مشرکین جو خدا کی ربوبیت اور اُس کے ملک قدرت کا اقرار کرتے تھے اس آیت میں اُسی کی ایمان سے تعبیر کیگئی ہے، اور باوجود اس اقرار کے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اُسکو شرک ٹھہرایا؛

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے فرمایا کہ قرآن کریم کے کئی ایک مقام پر بتفصیل یہ موجود ہے کہ بعض مشرکین نے فرشتوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا بعض نے انبیاء اور صلحاء کو، بعض نے چاند ستاروں کو، بعض نے بتوں کو۔ اور خداوند تعالےٰ نے اُن سب کی تردید کی اور سب کو خدا کی توحید کا

منکر اور غیر اللہ کا پجاری بتایا۔ چنانچہ فرمایا:۔

ولا یامرکم ان تتخذوا الملئکة والنبیین اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وقال لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملئکة المقربون وقال تعالیٰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم

خداوند تعالیٰ تمہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنا رب بناؤ۔ کیا تمہارے مسلمان ہو جانے کے بعد وہ تمہیں کفر کا حکم دیگا۔ اور فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی اس سے انکار نہیں کرینگے کہ وہ ایک اللہ کے بندے اور اُسکے غلام ہیں اور نہ ہی ملائکہ مقربین کو اس سے انکار ہو سکتا ہے۔ یہود کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے سوا رب بنالیا۔ اور اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں کہ جس سے ایک مومن صادق معلوم کر سکتا ہے کہ انبیاء و صلحاء کی عبادت شرک ہونے کے لحاظ سے یا غیر اللہ کی عبادت کے خیال سے ایسی ہے جیسا کہ چاند ستارے اور بتوں کی عبادت شرک ہے۔"

شیخ موصوف نے یہ فرمایا کہ وہ عبادات جنہیں مشرکین نے اپنے معبودان باطل کے لئے جائز کر رکھا تھا۔ وہ یہی ہیں۔ محبت، خشوع و خضوع، توکل، دعا، وفریاد، خوف، وامید، طلب مدد، نذر و نیاز اور قربانی، خوف و امید کی بنا پر طواف اُن کو اپنی امیدوں کا مرجع سمجھنا۔ اُن کے فیوض و احسانات اور عنایات کے ساتھ دلوں کی وابستگی کرنا۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں اشرف العبادات سمجھنا چاہئے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں تمام اعمال اسلامیہ کا خلاصہ کہنا چاہئے۔ اور جو عمل بھی اس سے خالی ہوگا وہ ناقص و مردود ہوگا۔ کفار و مشرکین میں سے جس کسی نے ان چیزوں کو خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی قائم کیا اُس کے مشرک ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اس چیز کا ذکر قرآن کریم کی ان آیات میں کیا گیا ہے:۔

افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون وقال تعالیٰ ام لھم الھة تمنعھم من دوننا لا یستطیعون نصر انفسھم ولا ھم منا یصحبون۔ وقال تعالیٰ أأتخذ من دونه الھة ان یردن الرحمن بضر وقال تعالیٰ والذین تدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون۔ کیا وہ ذات پاک جو پیدا کرتی ہے اس جیسی ہو سکتی ہے جو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتی کیا اس پر بھی نصیحت نہیں پکڑتے؟ کیا ان کے لئے

کوئی اور خدا ہیں جو انہیں ہمارے عذاب سے بچا سکیں۔ نہ تو یہ آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی ان کا ساتھ دیگا۔ اور فرمایا کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بناؤں اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ مگر یہ جو لوگ خدا کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ وہ کوئی چیز ہی پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں؛

اہل دوزخ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالے نے ان کا یوں حال بیان کیا کہ جن معبودان باطل کی وہ دنیا میں عبادت کرتے رہے ان سے کہیں گے۔ آیت (تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین اذ نسوی کم برب العلمین) خدا کی قسم ہم صریح گمراہی میں مبتلا تھے جب کہ ہم تمہیں خدائے رب العالمین کے ساتھ برابر کرتے تھے؛

اور یہ معلوم ہے کہ کفار نے کبھی بھی اپنے معبودان باطل کو پیدائش تدبیر عالم اور تاثیر اشیاء میں کبھی بھی اللہ کے ساتھ برابر نہیں کیا تھا۔ مساوات صرف محبت خشوع وخضوع تعظیم ودعاء اور اسی قسم کی عبادات میں تھی؛

شیخ محمد بن عبدالوہاب رح نے فرمایا کہ اسی قسم کے مشرکین جو اولیاء اور صلحاء کی عبادت کرتے ہیں ہم ان کے مشرک ہونے کا فتوے دیتے ہیں۔ اور انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ مگر جبکہ ان پر تعلیم نبوی (صلعم) کے رو سے حجت واستدلال قائم کریں اسکے سوا اور گناہ جو مرتبے اور فساد میں اس سے کم ہیں اس کی وجہ سے ہم کافر نہیں کہتے اور نہ اہل قبلہ کو مجرد عبادت قبور کی وجہ سے ہم کافر کہتے ہیں اور غالی قدریہ۔ جہمیہ۔ رافضیہ وغیرہ فرقے جنکو سلف امت نے ان کے غلو کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ ہم دین کے اماموں اور مفتیوں کے اقوال وفتاوی سے اسباب میں خروج نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ سلف صالحین نے ان کے متعلق کہا ہے وہی ہم کہتے ہیں۔ اور اللہ کے سامنے ان تمام لغویات سے جو خوارج نے کی ہیں اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم معمولی گناہ پر مسلمانوں کو کافر کہیں؛

اور امام موصوف نے یہ بھی کہا کہ صرف کلمہ شہادت کے پڑھ لینے سے اور بغیر اسکے معنی جانے اور اسپر عمل کئے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ بنی نوع انسان پر ایک حجت ہوگی کہ کلمہ شہادت اسکو پہنچا اور اسنے نہ اسکو سمجھا نہ اسپر عمل کیا۔ بخلاف ان لوگوں کے کہ جو کہتے ہیں کہ ایمان کے لئے صرف اقرار کافی ہے جیسے کہ کرامیہ اور جہمیہ۔ کیونکہ اللہ تعالی نے ان منافقین کی تکذیب کی جنہوں نے زبانی اقرار وتصدیق کا اظہار کیا تھا۔ باوجودیکہ انھوں نے نہائت ہی موکد الفاظ میں کہا اور اسکو شہادت سے تعبیر بھی کیا جیسا کہ فرمایا (اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک

لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکٰذبون) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اسکے رسول ہیں اللہ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں منافقین نے شہادت اور للام تاکید اور جملہ اسمیہ کا استعمال کر کے نہائت مؤکد طریق پر شہادت رسالت دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی تکذیب کی اور اسی طریقے سے مؤکد طریقے کے ساتھ تردید کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان میں اقرار صادق اور عمل صالح کا ہونا ضروری ہے۔ پس جس شخص نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی اور غیر کی عبادت کی پس فی الحقیقت اُس کی کوئی شہادت نہیں۔ اگرچہ وہ نماز روزے کا پابند ہے۔ اور اگرچہ وہ زکوٰۃ دیتا ہے اور دوسرے اعمال اسلام کو بھی ادا کرتا ہے کیونکہ اللہ نے ان لوگوں کے متعلق جو بعض کتاب پر تو ایمان لے آئے اور بعض کو جھٹلا دیا فرمایا:

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ (وقال) ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئك ھم الکافرون حقا۔ کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے کفر کرتے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول میں تفریق ڈالدیں یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ بیچ میں ایک نیا راستہ پیدا کرلیں۔ مگر یہ انہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ یہ لوگ کھلے کافر ہیں؛

اقسام کفر

کفر دو قسم ہے ایک مطلق اور دوسرا مقید۔ پس مطلق کفر یہ ہے کہ تمام شریعت محمدیہ سے انکار کردے۔ اور مقید کفر یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے بعض سے انکار کردیا جائے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے اسکو بھی کافر کہا ہے جو ایک فرعی مسئلے سے انکار کرے جس پر علماء امت کا اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ دادے اور نانے کی وراثت کا مسئلہ ہے۔ اگرچہ وہ شخص نماز روزے کا پابند ہو۔ پس وہ شخص جو صلحاء سے دعا مانگے اور اُن کے لئے عبادت کرے وہ کیونکر مومن ہوسکتا ہے؟ اور یہ مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے؛

شیخ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ صحابہ کرام نے مانعین زکوٰۃ کو کافر قرار دیا اور اُن سے جہاد کیا

باوجودیکہ وہ کلمہ شہادت پڑھتے تھے۔ اور نماز۔ روزہ و حج کے پابند تھے۔ اور اسپر امت کا اجماع ہے کہ بنی عبید' قداح' کافر ہیں۔ حالانکہ وہ کلمہ شہادت پڑھتے تھے اور نماز کے پابند تھے۔ اور قاہرہ' مصر' وغیرہ میں مساجد بناتے تھے۔ اور یہ بھی انہوں نے ذکر کیا کہ ابن جوزی نے ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا کہ اُن سے جہاد واجب ہے۔ اور اس رسالے کا نام "النصر علی مصر" اور فرمایا کہ جس شخص کو علم اور دین کے ساتھ کچھ بھی مناسبت ہو وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں۔ پس قبر پرستوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں' روزہ رکھتے ہیں' قیامت کے متعلق ایمان رکھتے ہیں یہ صرف عوام کی آنکھ میں خاک جھونکنا ہے۔ اور اُن کے شرک کو رواج دینے کے لئے ایک عیارانہ کوشش ہے۔ اگرچہ قبر پرستوں کے ایمان و اسلام کے متعلق اُن کے حمائتی کوشش کریں۔ لیکن اللہ اور اُس کا رسول ؐ اور مومنین اس سے بری ہیں۔ اور تقدیر۔ جبر۔ امامت۔ تشیع اور اس قسم کے دوسرے مسائل اُن کے متعلق شیخ کا وہی عقیدہ ہے جو سلف صالح اور ائمہ دین کا تھا۔ شیخ ان تمام عقائد سے جو قدریہ۔ مرجیہ۔ جبریہ۔ روافض۔ شیعہ وغیرہ کے ہیں۔ ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ وہ تمام اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے دوستی رکھتے تھے۔ اور ان میں جو کچھ اختلافات تھے ان میں خاموشی ان کا شیوہ تھا اور اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ تمام لوگوں میں سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر کرے۔ اور اللہ کی بخشش' احسان' فضل و کرم کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ اُن کے فضائل اور اللہ کے دین کے لئے جہاد اور اسلام کو اُن کا سب سے پہلے قبول کرنا۔ اور جو اُن کے ہاتھوں علم نافع اور عمل صالح کی برکت سے لاکھوں انسانوں کے دل مفتوح ہوئے اور اُن کے ہاتھوں مختلف ممالک پر اسلامی جھنڈا لہرایا۔ شرک' بت پرستی' آتش پرستی' کواکب پرستی اور ایسے ہی اور طرح طرح کی جہالتیں اُن کے مبارک ہاتھوں سے مٹیں۔

اور شیخ موصوف ان تمام افعال شنیعہ سے بیزاری کا اظہار کرتے جو روافض کا شیوہ ہے اور اُن کا عقیدہ تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ پھر عمر رض پھر عثمان رض پھر علی رضی اللہ عنہم تھے۔

اور شیخ موصوف کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ قرآن مجید جسے جبرائیل امین لیکر آئے اور سید المرسلین خاتم النبیین کے دل پر اُس کا القاہوا وہ اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اور جہمیہ کی رائے سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔ اور جمہور سلف سے اُن کے متعلق کفر کا فتویٰ نقل کرتے تھے۔ اور کلابیہ کی رائے سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے۔ جن کا عقیدہ ہے

کہ کلام الٰہی ایک امر معنوی ہے جو کہ نفس باریتعالےٰ کے ساتھ قائم ہے۔ اور جبرائیل علیہ السلام جو کلام لیکر آئے ہیں یہ حکایت اور تعبیر ہے۔ اس معنیٔ نفس سے اور سب سے پہلے جس نے یہ خیال ظاہر کیا وہ ابن عبداللہ بن کلاب تھا۔ اور اس سے اشعری[1] اور فلانسی وغیرہ نے لیا۔

اور بدعات صوفیہ اور ارباب طریقت کے وہ تمام اعمال جو رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوں مثلاً خلاف شرع وظائف واذکار اور چلہ کشی وغیرہ سب ناجائز سمجھتے تھے۔ کسی فقیہ کی رائے یا عالم کے مذہب کیوجہ سے کسی حدیث کو چھوڑنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ حدیث رسول اللہ کی عزت اُن کے دل میں اس سے کہیں زائد تھی۔ کہ کسی ایک مجتہد کے قول کیوجہ سے اُسے چھوڑ دیا جائے جیساکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی حدیث کے ہوتے ہوئے کسی فقیہ یا مجتہد کی رائے ہمارے لئے حجت نہیں۔

ہاں ضرورت کے وقت اور ایسی حالت میں جبکہ احادیث رسول ؐ کے متعلق واقفیت نہو یا اُسکی اہلیت نہو یا قواعد استنباط سے بے خبر ہو تو تقلید کی اجازت دیتے تھے۔ لیکن یہ بھی اجازت عام نہ تھی بلکہ نہائت ضرورت اور تکلیف کی حالت میں اور قول مجتہد کو اُسوقت تک واجب العمل نہ سمجھتے جبتک کہ اُس کی کوئی دلیل کتاب وسنت سے ثابت نہو جاتی۔ جیساکہ عام طور پر غالی مقلدین کا مسلک ہے۔ آپ ائمہ اربعہ سے محبت رکھتے اور اُن کے علم وفضل، امانت ودیانت کے معترف تھے۔ اور اُن کا عقیدہ تھا کہ ائمہ اربعہ اپنے فضائل اور مناقب کے لحاظ سے کسی زبان دراز اور یاوہ گو کی لغویت کی رسائی سے بہت بلند ہیں۔ اور آپ تمام اہل اسلام سے محبت رکھتے تھے۔ اور علماء اسلام کیا اہل حدیث، کیا اہل فقہ وتفسیر اور کیا اہل زہد وعبادت سب سے محبت کرتے اور ائمہ دین، سلف صالحین سے تفرد کو ناجائز سمجھتے۔ اور دین میں کوئی ایسی بات پیدا نہ کرتے جس کی لئے کوئی اصل نہ ہوتا۔ اور جس کے لئے ائمہ حدیث اور اہل علم کے اقوال سے ثبوت نہوتا۔ اور ان تمام احکام پر ایمان رکھتے تھے جو کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ اور جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں مثلاً مسلمانوں کا خون، اُن کی مال ودولت، اُن کی عزت وعصمت کو واجب احترام سمجھتے۔ اور ان میں سے کسی چیز کو بھی جائز ومباح نہ قرار دیتے تھے۔ مگر جسکو کہ شریعت نے روا رکھا یا جس کو رسول اللہ ؐ نے مباح الدم اور ناقابل اعتراض قرار دیا ہو۔ اور جس کسی نے شیخ موصوف کی طرف ان عقائد کے خلاف کسی اور چیز کی نسبت کی وہ کذاب اور مفتری ہے۔ ان سے بغیر علم اور واقفیت کی جو کچھ کہا

[1] کچھ مدت کے بعد اشعری اس عقیدہ سے تائب ہو گئے تھے اور سلف کے مطابق اپنے عقیدہ کا اظہار متعدد تصانیف میں کیا۔ (مترجم)

اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب اور مفتریوں کے لئے جو سزا ہے وہ اُسے ضرور ملے گی۔

شیخ موصوف نے کلمہ توحید اور کلمہ اخلاص پر بہت مفید تقریریں اور بحثیں کی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور ہر قسم کی عبادت محض اللہ ہی کے لئے ہے اور کلمہ توحید کے یہی معنے ہیں۔ کیا بلحاظ لغت اور کیا بلحاظ محاورہ کے متکلمین وغیرہ نے جو اس کے معنے کئے ہیں وہ بلحاظ لغت کے صحیح نہیں۔ کیونکہ الٰہ حق وہی ہوگا جو قادر مطلق ہو اور کسی کا محتاج نہ ہو مگر یہ معنے کسی طرح بھی وضع لغت کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ ہاں یہ معنیٰ لازمی ہے نہ معنے حقیقی۔ متکلمین اس حقیقت سے بے بہرہ رہے ہیں کہ "الٰہ" کے مفہوم میں الوہیت اور عبادت خالصہ مراد ہے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ توحید ربوبیت اور قدرت کاملہ کا اقرار ہی انتہائی مقصد ہے۔ لفظ "الٰہ" سے اور توحید کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ متکلمین نے جو کچھ سمجھا وہ اصل اسلام اور ایمان میں قطعاً ناکافی ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ اس کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت کا بھی اعتراف ہو۔ ایک خدا کی عبادت ہو اور اسی کے لئے محبت، خشوع وخضوع، تعظیم وتوکل، اور خوف وامید ہو۔ پس یہی اصل اسلام اور بنیاد ایمان ہے۔ (علامہ ابن قیمؒ نے نونیہ میں فرمایا:۔

ان کان ربك واحداً سبحانه فاخصصه بالتوحید مع احسان
او کان ربك واحداً انشاك لم یشرکه اذا انشاك رب ثان
فکذاك ایضاً وحده فاعبده لا تعبد سواه یا اخا العرفان

اگر ایک خدا تیرا پروردگار ہے تو تو صرف اسی ایک کی عبادت کر جس ایک خدا نے تجھے پیدا کیا اسکے ساتھ شریک مت ٹھہرا اسی طرح اس ایک کی عبادت کر اور کسی دوسرے کی عبادت نہ کر۔ اے بھائی اگر تجھے کچھ بھی معرفت حاصل ہے'

اور اس قسم کے جملے بہت سے ائمہ تفسیر وحدیث اور سلف صالحین سے اجمالاً اور تفصیلاً منقول ہیں۔
شیخ موصوف نے کلمہ شہادت کے دوسرے حصے یعنی اشهد ان محمداً رسول الله میں ان تمام چیزوں کو لازم قرار دیا جنکو یہ شہادت مستلزم ہے مثلاً آپکی متابعت اور حقوق نبویہ کا حفظ و قیام آپکی محبت تعظیم وتکریم اطاعت ومتابعت اور آپکی سنت وطریقہ کو تمام طریقوں اور سنتوں اور اقوال پر مقدم سمجھے جس جگہ پر سنت رسول اللہ ﷺ روکدے اسجگہ رک جائے جہاں تک پہنچائے وہاں پہنچے کیا اصول دین اور کیا فروعی مسائل کیا ظاہر شریعت اور کیا باطن شریعت غرض کہ خفی اور جلی احکام کلیات وجزئیات تمام کے تمام میں اطاعت سنت رسول اللہ ﷺ پیش نظر ہو۔

اس سے شیخ موصوف کے علم وفضل کا پتہ چل سکتا ہے وہ یقیناً صاحب کرامات شخص تھا اسنے محیر العقول طریقے پر اصلاح کی اتباع سنت کے میدان کا وہ زبردست شہسوار تھا کہ جس کے غبار کو بھی ہم نہیں پہنچ سکتے ان کے دشمنوں اور مخالفوں پر یہ شعر صادق آتا ہے:۔

حسدوا الفتی اذ لم ینالوا سعیہ　　　　فالقوم اعداء لہ وخصوم

کضرائر الحسناء قلن لوجھھا　　　　حسدًا و بغیا انہ لدمیم

قوم کی قوم اس کی دشمن ہو چکی جب اس کے کمال و مرتبت کو نہ پہنچ سکے تو بغض و حسد کے کھوٹے ہتھیاروں پر اُتر آئے جس طرح حسنا کی سوکنوں نے اسکے مہ جبین چہرے کو محض حسد و بغض سے بدنما اور داغ دار کہا۔

شیخ موصوف کے جو فضائل و مناقب ہیں وہ ارباب بصیرت اور اہل علم سے مخفی نہیں ہیں!

امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰے کا قول ہے۔ جب میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اصحاب رسول اللہ کو گالیاں دیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے صحابہ کرام کے حسنات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ ان کی عملی زندگی ختم ہو چکی اور افضل امت ابو بکرؓ اور عمرؓ جاہل اور بیوقوف انسانوں کے لعن وطعن کے ہدف بنے اور جو کچھ شیخ موصوف کے عقاید ہم نے نقل کئے ہیں یہ وہی اقوال ہیں جو اہل سنت والجماعت کے بڑے بڑے علماء سے مجملاً و مفصلاً منقول ہیں۔

عقائد اہل حدیث

چنانچہ شیخ ابو الحسن الاشعری اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں فرماتے ہیں "تمام اہلحدیث اور اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ ایک اللہ کا اقرار اور اس کے فرشتوں۔ کتابوں۔ رسولوں پر ایمان لائیں اور جو کچھ صحیح روایات سے رسول اللہ ؐ سے ثابت ہو اس میں سے کسی چیز کو رد نہ کیا جائے اور اللہ ایک خدا ہے جو بے نیاز ہے۔ نہ اس کی جورو ہے۔ نہ اولاد ہے "محمدؐ" اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں اور جنت اور دوزخ۔ برحق ہے۔ قیامت آنیوالی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قیامت کے دن اُٹھائیگا۔ اور اللہ تعالےٰ عرش کے اوپر ہے۔ جیسا کہ اُس نے فرمایا" الرحمٰن علی العرش استویٰ" اللہ عرش کے اوپر بلند ہوا اور اسکے دو ہاتھ ہیں جس کی کوئی کیفیت نہیں بیان کر سکتے جیسا کہ اسنے فرمایا" لما خلقت بیدی" جس کو میں نے اپنی دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اور جیسا کہ اسنے فرمایا" بل یداہ مبسوطتان" بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کرم و بخشش

کیلئے کھلے ہوئے ہیں اور اسکے لئے منہ ہے جیسا کہ اسنے فرمایا۔" ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال و الاکرام" اور باقی رہیگا منہ رب تیرے کا جو عزت وجلال کا مالک ہے۔ معتزلہ اور خوارج کیطرح یہ نہیں کہا جائیگا کہ اللہ کی صفات اس کی غیر ہیں اور علماء اہل سنت نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اللہ کیلئے علم ہے جیسا کہ اسنے فرمایا۔" انزلہ بعلمہ" اتارا قرآن مجید کو ساتھ علم اپنے کے اور جیسا کہ فرمایا۔" وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ" جو کچھ عورت کے پیٹ میں ہے۔ یا جو جنتی ہے سب خدا کے علم میں ہے۔ اور اسی طرح محدثین نے سمع اور بصر بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کی ہے، اور معتزلہ کی طرح اس صفات کا انکار نہیں کیا اور اللہ کے لئے قوت بھی ثابت کی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔" اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ" کیا وہ نہیں جانتے کہ جس خدا نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اور یہ بھی ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی خیر و شر خدا کی حکم اور ارادے کے بغیر نہیں ہوتا اور یہ کہ تمام چیزیں خدا کے منشا کے ماتحت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔" وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" تم وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے اور جس طرح کہ مسلمان کہتے ہیں جو اللہ چاہے ہوتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ کوئی شخص کسی کام کو اللہ کے علم سے پہلے نہیں کر سکتا اور نہ کوئی شخص اسبات کی طاقت رکھتا ہے کہ اللہ کے علم سے باہر ہو جائے اور وہ کام کرے جس کا اللہ کے علم میں نہ ہونا لکھا ہے اور انکا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور بندوں کے اعمال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بندوں میں یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی چیز کو پیدا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنی اطاعت کی توفیق بخشی اور کافروں کے حصے میں اس کی معصیت اور نافرمانی کی نامرادی اور روسیاہی ہے اسکا لطف وکرم اور نظر کرم مومنوں کے شامل حال ہے۔ اس کی عنایت سے مومنوں کو صلاحیت اور ہدایت نصیب ہوئی اور کافر اس کے لطف وکرم سے محروم رہے ان کے حصے میں صلاحیت وہدایت کے بجائے شقاوت وبدبختی آئی۔ اگر اس کی عنایت ان کے شامل حال ہوتی تو یہ بھی صلاحیت وہدایت سے بہرہ ور ہوتے۔ اللہ تعالےٰ اس پر قادر ہے کہ وہ کافروں کو صلاحیت عنایت کرے اور ان پر لطف وکرم کرے تاکہ وہ ایمان قبول کریں لیکن اسکے علم کے مطابق وہ کافر ہی رہیں گے اور ان کے حصے میں گمراہی شقاوت نامرادی اور ذلت ہے۔ اور خیر و شر سب کے سب اللہ کی قضا وقدر پر موقوف ہے۔ اہل حدیث اس کی قضاء قدر پر ایمان رکھتے ہیں وہ خیر و شر ہو وہ خوش آئند ہو یا ناخوش آئند اور ان کا ایمان ہے کہ وہ اپنے نفسوں کے لئے نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ نفع ونقصان صرف

اللہ تعالےٰ کے قبضہ قدرت میں ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ فرمایا ہے" اپنی حاجات اور ضروریات اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے سامنے فقیر عاجز اور محتاج سمجھتے ہیں"۔ اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے اور جو اس مسئلہ میں توقف کرے ان کے نزدیک بدعتی ہے۔ نہ یہ کہنا جائز ہے کہ تلفظ قرآن مجید مخلوق ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ غیر مخلوق ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا قیامت کے روز اسی طرح دیدار ہوگا جس طرح چودھویں کی رات کو چاند کا۔ مومن دیدار سے مشرف ہوں گے اور کافر اس سے محروم ہوں گے جیسا کہ اللہ نے فرمایا "کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون" ہرگز نہیں وہ اس دن اپنے پروردگار سے دور کردیئے جائینگے۔ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے دیدار کا دنیا میں مشاہدہ چاہا تو اللہ تعالےٰ نے ایک پہاڑ کی طرف تجلی فرمائی جو انوار و تجلیات الٰہی سے ریزہ ریزہ ہوگیا جس سے معلوم ہوگیا کہ دنیا میں نہیں بلکہ صرف آخرت میں ہی دیدار الٰہی ہوگا۔ اور وہ کسی اہل قبلہ کو صرف گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔ چوری، زنا اور اس جیسے کبائر کے مرتکب کو جو ایمان رکھکر ان افعال کا مرتکب ہو کافر نہیں کہتے اور ان کے نزدیک ایمان اللہ ملائکہ اور اس کی کتابوں اسکے رسولوں اور دن قیامت پر اور تقدیر کی اچھائی، برائی پر۔ اس کے خوش آیند اور ناخوش آیند پر ایمان لانا اور یہ ماننا کہ جو مصیبت ان سے ٹل گئی ہے وہ ان کے لئے آنیوالی ہی نہ تھی اور جو ان کو پہنچ چکی ہے وہ ٹلنے والی ہی نہ تھی۔

اور اسلام ان کے نزدیک اس امر کا اقرار ہے کہ کوئی عبادت کے قابل نہیں مگر ایک اللہ جیسا کہ حضرت جبرائیل کی مشہور حدیث میں مذکور ہے۔

اور ان کے نزدیک ایمان اور اسلام میں فرق ہے۔

اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ دلوں کا پھیرنے والا ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ کی شفاعت اپنی امت کے گناہگاروں کیلئے ہوگی۔ اور ان کا عذاب قبر پر ایمان ہے حوض کوثر اور حساب و کتاب سچ ہے اور ایک دن خدا کے سامنے کھڑا ہونا پڑیگا۔

اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے وہ بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ نہیں کہتے کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اسمائے الٰہی عین الٰہی ہیں۔

اور وہ کسی کبیرہ گناہ کے مرتکب کو دوزخی نہیں کہتے اور نہ وہ موحدین میں سے کسی کے متعلق یہ حکماً کہتے ہیں کہ یہ ضرور جنت میں جائیگا۔ جہاں اللہ تعالےٰ چاہیگا ان کو جگہ دیگا اور وہ کہتے ہیں کہ

یہ خدا کے ہاتھ میں ہے اگر چاہے ان کو عذاب دے چاہے معاف کر دے اور یہ ان کا یقین ہے کہ اللہ تعالٰے موحدین کی ایک جماعت کو آگ سے آزاد کریگا جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا۔

دینی مسائل میں جنگ و جدل کو ناپسند سمجھتے ہیں خصوصاً تقدیر کے مسئلہ میں اور مسائل علم کلام میں مناظرے کو ایک نہایت ہی امر مذموم اور شنیع سمجھتے ہیں۔ ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جو صحیح ثابت ہو چکی ہیں اور اسی طرح وہ آثار جنہیں ثقہ اور عدل راویوں نے دوسرے ثقہ اور عدل راویوں سے نقل کیا ہے اور اسکی لم تلاش کرنے کے در پے نہیں ہوتے اور نہ اسپر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔

اور انکا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی بدی کا حکم نہیں دیا بلکہ اس سے منع کیا اور نیکی بھلائی کا حکم دیا۔ صحابہ کرام کے مرتبے کو خوب پہچانتے ہیں ان کے فضائل و مناقب کو پیش نظر رکھتی ہیں اور ان کے اختلافات سے چشم پوشی کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ سب سے افضل ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ کو سمجھتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ وہی خلفائے راشدین المہدیین ہیں اور رسول اللہؐ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ان تمام احادیث کی تصدیق کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا کی طرف نزول فرمانا ثابت ہے۔

کتاب و سنت ان کیلئے اصل الاصول ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ "فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ" اگر تمہارا کسی معاملے میں نزاع ہو تو اسکو اللہ اور اسکے رسول کے سامنے پیش کرو اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو اور ان کا عقیدہ ہی کہ اتباع سلف صالحین اور ائمہ دین ایک ضروری چیز ہے کوئی نئی بات ان کے دین میں نہیں نکالتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو اور اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز آئیگا جیسا کہ اسنے فرمایا "وجاء ربك والملك صفا صفا" آئیگا رب تیرا اور فرشتے صف در صف۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے قریب ہوتا ہے جس طرح چاہتا ہے جیسا کہ اسنے فرمایا "ونحن اقرب الیه من حبل الورید" ہم انسان کے شہرگ سے بھی قریب ہیں۔

عید۔ جمعہ۔ جماعت ہر امام کے پیچھے جائز سمجھتے ہیں۔ امام فاسق ہو یا فاجر اور مسح علی الخفین (موزے) سفر و حضر میں جائز سمجھتے ہیں اور مشرکین کے ساتھ جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں اسوقت سے جبکہ اللہ تعالےٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور اسوقت تک جبکہ ایک چھوٹی سی جماعت دجال کے ساتھ جہاد کریگی۔ اور مسلمان ظالم بادشاہوں سے بغاوت کو ناجائز جانتے ہیں اور ان کیلئے

دعوت اصلاح ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور ان کا ایمان ہے کہ دجال نکلیگا اور عیسیٰ علیہ السلام
اسکو قتل کرینگے اور منکر نکیر حق ہیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ اور دعا مسلمان مردوں
کے لئے جائز ہے اور ان کی طرف سے صدقہ کرنے سے ثواب پہنچتا ہے۔ اور دنیا میں جادو موجود ہے
مگر جادوگر کافر ہے اور نماز ہر مسلمان میت پر پڑھنا جائز سمجھتے مومن ہو یا فاسق و فاجر اور جنت و دوزخ
پیدا ہو چکی ہیں اور جو شخص مرتا ہے اپنے اجل سے مرتا ہے اور جو قتل ہوتا ہے وہ اپنے اجل سے
قتل ہوتا ہے۔ رزق سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتے ہیں وہ حلال ہوں یا حرام اور
شیطان انسان کے دل میں وسوسہ شک اور خبط ڈالتا ہے۔ صلحاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ کرامات
سے مشرف کرتا ہے اور حدیث قرآن مجید کو منسوخ نہیں کرسکتی نابالغ مرے ہوئے بچوں کا حکم
اللہ کے سپرد کرتے ہیں چاہے انہیں عذاب دے اور چاہے جو مناسب سلوک کرے۔ اللہ تعالیٰ
بندوں کے تمام اعمال سے خبردار اور واقف ہے اور اسنے لکھ رکھا ہے کہ یہ کام ہو کر رہیگا،
اور تمام کام اللہ کے اختیار میں ہیں۔ احکام الہیہ پر صابر و شاکر رہنا۔ اوامر کو بجالانا اور نواہی سے
بچنا فرض سمجھتے ہیں اور اخلاص عمل اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی ان کے اعمال کی زینت ہے
اور کبائر۔ زنا۔ جھوٹ۔ فخر۔ تکبر۔ لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ سے۔ بچنا ضروری سمجھتے ہیں اور ہر دائمی بدعت
سے اجتناب اور تلاوت قرآن شریف اور کتب حدیث کی مشغولیت کتب فقہ کا مطالعہ ضروری
سمجھتے ہیں اور ہر طرح کا حسن خلق۔ تواضع۔ انکساری کو پسند کرتے ہیں۔ ایذادہی۔ غیبت اور ایسے ہی
دوسرے قسم کے ایذادہ اعمال سے پرہیز کرتے ہیں،

ان کے خیالات و عقائد اور معمولات کا یہ مجمل سا خاکہ ہے ان محدثین اور ائمہ دین کے اقوال
کے مطابق ہمارا مذہب ہے اور یہی ہمارے معمول بہا ہیں وما توفیقنا الا باللہ وھو حسبنا ونعم
الوکیل ،+

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا رسالہ

مصنفہ

حضرت امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ

۱۲۱۸ہجری میں جب حضرت عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت امام سعود اول کے ہمراہ موحدوں کی ایک زبردست جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ مکرمہ نے اہل نجد کے عقائد کے متعلق ان اعتراضات و اتہامات کی نسبت جو لوگ ان پر لگاتے تھے سوالات کئے تو آپ نے جواب میں علماء و امراء کی مجلس میں اپنا مُسکت جواب دیا اور اس کو وضاحت سے بیان کیا کہ ہم اسی صحیح عقیدہ پر ہیں جس پر اس امت کے سلف صالحین اور ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے پاک نبی (صلعم) کے دشمنوں نے ہم پر بہتان باندھے ہیں ہم کو یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان اتہاموں کے متعلق قیامت کے روز ان سے حساب ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس امر کے جواب دہ ہوں گے :

اور ہمارا یقین ہے کہ جس کا اللہ اور اس کے رسول (صلعم) پر ایمان ہے اور وہ جانتا ہے کہ قیامت کے روز حساب دینا ہوگا۔ وہ کسی مومن مسلمان پر الزام اور بہتان لگانے کی جرأت نہیں کریگا۔ باقی ان الزامات کے متعلق ہمارا اللہ نگہبان ہے :

مفصل اعلان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی نبینا محمد الامین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ والتابعین :

۱۲ / محرم الحرام ۱۲۱۸ھ کو ہفتے کے دن ٹھیک دوپہر کے وقت موحد غازیوں کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اور شہر کے علماء اشراف اور عامۃ الناس کے

امیر سعود (اللہ تعالیٰ اُن کا حامی ہو) سے امان مانگی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے امیر مکہ اور دوسرے اصحاب کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا تھا کہ وہ امیر سعود (اور انکی قوم) سے جنگ کریں گے اور انہیں حج و زیارت سے روکیں گے؛

لیکن جب موحدین کے لشکروں نے اُن پر ہجوم کیا تو اللہ تعالےٰ نے اُن کے دل پر ہیبت طاری کردی۔ وہ تتر بتر ہوگئے اور اُنہیں جان بچا کر بھاگ جانا ہی غنیمت نظر آیا۔ امیر سعود نے فتح کے بعد حرم شریف کے ہر شخص کو امان دیدی۔ اور ہم زیارت کے مسنون طریق سے لبیک کہتے ہوئے داخل ہوئے ہمارے دلوں میں مالک یوم الدین کے سوا اور کسی کا خوف نہ تھا۔ اگرچہ موحد غازیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن انہوں نے کوئی زیادتی نہ کی۔ کسی انسان کا خون اور کسی جانور کا شکار تو ایک طرف رہا کسی درخت کی ٹہنی تک نہیں کاٹی؛ البتہ سنت کے مطابق قربانی کے جانور ذبح کئے

مجلس علماء میں مسائل اختلافی کا ذکر:-

جب ہم عمرہ سے فارغ ہوگئے تو اتوار کے دن دس بجے کے قریب امیر سعود نے علماء مکہ کے سامنے وہ چیز پیش کی جس کیلئے ہم نے جہاد شروع کیا تھا۔ امیر موصوف نے علماء پر واضح کردیا کہ ہمارے اور ان کے درمیان صرف دو چیزوں میں اختلاف ہے پہلی چیز خالص خدائےتعالیٰ کی عبادت اور پھر عبادت کے اقسام، اور کیا دعا بھی عبادت میں دخل ہے یا نہیں؟ اس کے ساتھ ہی اس شرک کے معنی کی تحقیق کرنا جس کیلئے ہمارے رسول اکرمؐ نے لوگوں سے جہاد کیا۔ اور ارکان اربعہ کے فرض ہونے سے بھی پہلے آغاز نبوت سے لیکر آخری دم تک جس پر استمرار زور دیا وہ خالص توحید کی دعوت تھی۔ اور شرک کا ترک تھا؛

دوسرا مختلف فیہ معاملہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہے جس کا ان لوگوں کے پاس صرف نام باقی رہ گیا تھا باقی سب کچھ مٹ چکا تھا؛

بیعت

اس پر سب نے اجمالاً اور تفصیلاً ہمارے ساتھ اتفاق کیا۔ اور سب نے کتاب و سنت کی پیروی کی شرط پر امیر سعود سے بیعت کی۔ امیر نے سب کی بیعت قبول کرلی سب کو معاف کردیا۔ اور کسی کو معمولی سی سزا بھی نہ دی؛

امیر سعود کا حسن سلوک

اہل مکہ سے امیر سعود انتہائی نرمی اور شفقت کا سلوک کرتے رہے خصوصاً علماء کے حال پر اُنکی بہت توجہ تھی۔ جلوت و خلوت دونوں میں انہیں تلقین حق فرماتے اور اپنی دلیلیں ان کے سامنے

پیش کرتے۔ ہر موقع پر انہیں ایک دوسرے کو نیک کاموں کی نصیحت فرماتے اور اس کی ترغیب دیتے رہتے۔ نیز حق کے اظہار پر آمادہ فرماتے؛

مسلک

امیر موصوف نے علماء کی مجلس میں جو کچھ فرمایا تھا ہم نے بھی اپنا واضح کر دیا کہ جو چیز کتاب وسنّت یا آثار سلف صالحین سے ثابت ہو جائے ہم اسے بدل وجان قبول کرنے کے لئے تیار ہیں سلف صالحین میں سب سے پہلے خلفاء راشدین آتے ہیں جن کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی پس تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا؛

خلفاء راشدین کے بعد ائمہ اربعہ مجتہدین ہیں۔ ائمہ اربعہ کے بعد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ائمہ اربعہ سے علم حاصل کیا اور اسی طرح ہم تیسری قرن تک کے بزرگوں کے اقوال وآثار کے ماننے اور قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔ خود حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے خیرکم قرنی۔ ثم الذین یلونھم۔ ثم الذین یلونھم۔ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے بعد آئیگا۔ اور پھر وہ جو اس کے بعد آئیگا؛

ہم نے کہہ دیا کہ ہم حق کے تابع ہیں جس طرف حق ہوگا ہم اسی طرف جائیں گے۔ ہم کھلی دلیل کے تابع ہیں۔ اور اس کے قبول کرنے میں کسی کی مخالفت ہمیں روک نہیں سکتی۔ اور نہ ایسی مخالفت کی ہمیں پرواہ ہے۔ اس پر سارے حاضرین متفق ہو گئے کسی کو بھی اعتراض کی گنجائش نظر نہ آئی۔

مُردوں سے استعانت

پھر مردوں سے مرادیں مانگنے پر لوگوں سے دریافت کیا کہ کسی کو کوئی شبہ ہو تو پیش کرے۔ یا کوئی سوال کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے۔ حاضرین مجلس میں سے بعض نے چند شبہات پیش کئے۔ ہم نے کتاب وسنّت کے قاطع دلائل سے ان کو مسکت جواب دیدیا۔ اس کے بعد سب مطمئن ہو گئے۔ اور کسی کے دل میں ہمارے مقصد کے متعلق کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا۔ لوگوں نے جان لیا کہ ہم ایسی باتوں کے منع کرنے میں حق بجانب ہیں۔ یہ ایسی درخشاں سچائی ہے جو ہر قسم کے گرد وغبار سے پاک ہے۔

مجمع کے لوگوں نے بلا ہمارے کہنے اور اقرار لینے کے قسمیں کھا کھا کر ہماری تائید شروع کر دی۔ اور کہا کہ ان دلائل نے ہمارے سینے کھول دئے۔ ہمارے دل مطمئن ہو گئے اور ہمیں قطعی طور پر

یقین ہوگیا کہ جو کوئی یا رسول اللہ (صلعم) یا - یا ابن عباس یا - یا عبدالقادر جیلانی یا اور کسی بزرگ مخلوق کو پکارے یا اس کی دہائی دے - اس پکارنے سے اس کا مدعا دفع شر یا طلب خیر ہو یعنی ایسے امور میں امداد حاصل کرنا ہو جو خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں ہیں - مثلاً کسی بیمار کا تندرست کرنا یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا کسی دکھ سے محفوظ رہنا وغیرہ - تو ایسے امور میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے امداد کا طلب کرنا شرک ہے - جو لوگ ایسا کریں وہ مشرک ہیں - شرک اکبر کے مرتکب ہیں - اگرچہ اُن کا عقیدہ یہی ہو کہ فاعل حقیقی نفقط رب العزت ہے - اور ان صالحین سے دعا کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ان کی سفارش سے مراد بر آئیگی - گویا یہ ایک واسطہ ہیں یعنے ان کا فعل بہرحال شرک ہے - اور ایسے لوگوں کا خون بہانا جائز ہے ... اور ان کے اموال کا لوٹ لینا مباح ہے

صالحین کے قبور پر قبے

آج کل صالحین کی قبور پر جو گنبد اور قبے بنائے گئے ہیں وہ بھی بطور ایک بُت کے ہیں - لوگ اُن سے مرادیں مانگتے ہیں - وہاں جاکر رو رو کر گڑگڑا کر درخواستیں پیش کرتے ہیں - مصائب کے وقت ان کو غائبانہ پکارتے ہیں - بالکل اسی طرح جس طرح زمانۂ جاہلیت میں مشرک پکارا کرتے تھے - ہماری اس مجلس میں مکہ مکرمہ کے مشہور حنفی مفتی شیخ عبدالملک قلیعی اور مالکیہ کے مفتی شیخ حسین مغربی اور عقیل بن یحیی علوی بھی موجود تھے -

دلائل سے لوگوں کو مطمئن کر دینے کے بعد ہم نے وہ تمام قبے اور تمام مقامات جن کی تعظیماً واعتقاداً پرستش ہوتی تھی یا جن کی طرف لوگ نفع کی خواہش اور نقصان کے دفع کے لئے جاتے تھے منہدم کرا دئے - اور قبروں کے اوپر کے تمام قبے وغیرہ گروا دئیے یہاں تک کہ اس پاک خطے میں غیر خدا کی پرستش کا کوئی مقام باقی نہ رہا - اس پر اللہ تعالٰے کا شکر ہے ؛

اصلاحی قدم

اس کے بعد ہم نے تمام شراب خانے ، بھنگڑ خانے ، اور بدکاریوں کے تمام اڈے ایک ایک کرکے اُڑا دئے - اور منادی کرا دی کہ تمام لوگ پانچ وقت کی نمازوں میں باقاعدہ حاضر ہوں اور کسی ایک مقلد امام کے پیچھے (ائمہ اربعہ میں سے) ملکر باجماعت نماز ادا کریں ؛

اس طرح اجتماع کلمہ کا سامان ہوا - حرم پاک میں صرف ایک خدا کی عبادت ہونے لگی - لوگوں میں

الفت پیدا ہوئی۔ کلفت دور ہوئی۔
خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سارے اصلاحی کام بلا کسی کا خون بہائے بلا کسی کو سزا دئے، بلا کسی کو بے عزت کئے پورے ہو گئے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

پھر حضرت شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف جن میں ہر مسئلے کو مفصل طور پر قرآن کریم اور حدیث شریف کے قطعی دلائل سے لکھا گیا تھا۔ اور جن کے پڑھنے سے سینوں میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے علماء کے حوالہ کی گئیں۔ ان کے مطالب کو مختصر طور پر ایک رسالے میں جمع کر دیا گیا تاکہ عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ اور اپنے جلسوں اور محفلوں میں اسے پڑھیں۔ علماء ان کے معانی و مطالب بیان کریں۔ اس طرح توحید کی خوبیاں واضح ہوں تاکہ لوگ اس کو خوب مضبوط پکڑیں۔ شرک کی برائیاں بیان ہوں تاکہ عوام کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو اور ان برائیوں سے آگاہ ہو کر علم و یقین کی بنا پر اس کو ترک کریں۔ حسین بن محمد بن الحسین الابریقی الحضرمی ثم الحیانی نے اکثر واقعات اپنی آنکھ سے دیکھے۔ قبرہ فرید علماء مکہ میں شریک تھے۔ ہمارے ہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ امیر سعود اور اہل علم سے بھی ملتے رہتے تھے۔ اور مسئلہ شفاعت کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

اصول دین

ہم نے انہیں بتایا کہ اصول دین میں ہمارا مذہب وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور ہمارا طریقہ سلف صالحین کا طریقہ ہے اسے ہم سب طریقوں سے زیادہ صحیح، زیادہ مدلل اور زیادہ محکم جانتے ہیں۔ اور ہم ان لوگوں کے خلاف زمانہ بعد کے لوگوں کے طریقہ کو بہتر سمجھتے ہیں۔

صفات باری تعالیٰ

ہم آیات و احادیث صفات باری تعالیٰ کو ان کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ ہم ان کے حقیقی علم کو خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے الرحمٰن علی العرش استوی (رحمان عرش پر ستوی ہے) کی بابت سوال کیا۔ تو آپ نے کیا خوب جواب دیا۔ کہ استواء

معلوم ہے۔ اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اس پر ایمان واجب ہے۔ اور اس کی بابت سوال بدعت ہے

خیر و شر

ہمارا عقیدہ ہے کہ نیکی اور بدی سب خدا کی مشیت کے ماتحت ہے۔ اور اس کی مرضی کے خلاف اس کے ملک میں کچھ نہیں ہوسکتا۔ بندہ اپنے افعال کے خلق پر قادر۔ ہاں اس کا منصب کسب۔ اس کسب پر جو ثواب مترتب ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ اور جو عذاب دیا جاتا ہے وہ خدا کا عدل ہوتا ہے۔ بندہ کا خدا پر کوئی حق نہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن مومن لوگ بلا احاطۂ کیفیت اللہ تعالےٰ کا دیدار کریں گے۔

ہمارا مسلک

ہم فروعی مسائل میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے طریقہ پر ہیں۔ چونکہ ائمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) رحمہم اللہ کا طریقہ منضبط ہے۔ اس لئے ہم ایسے کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے۔ ان کے سوا چونکہ اور لوگوں مثلاً[1] روافض، زیدیہ، امامیہ وغیرہ کے مذاہب منضبط نہیں ہیں اس لئے ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہم[2] لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کریں۔

---

[1] لفظ روافض غالی شیعوں اور باطنیوں سب کو شامل ہے۔ صرف زیدیہ اور معتدل امامیہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس رسالہ کے مصنف اور ان کے والد ماجد کو زیدیہ کی فقہ کی کتابیں دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ زیدیہ کی فقہی کتابیں مدوّن ہیں۔ اور یہی حال امامیہ کا ہے۔ فقہ اربعہ اور ان کی فقہ میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ ان کے مجتہدین نے بہت کم ایسی باتیں لکھی ہیں جو اجماع کے خلاف ہوں۔ کیونکہ وہ بھی اجماع اور عمل سلف صالحین سے حجت پکڑتے ہیں۔ نیز دواوین مشہورہ سنت مثلاً کتب صحاح ستہ کو معتمد علیہ جانتے ہیں۔ نجد کے مشائخ کی طرح ہندوستان کے مقلدین بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ کہ خاص چار اماموں کی تقلید اس لئے واجب ہے کہ ان کی فقہ مرتب اور مدوّن ہے دوسروں کی فقہ مدوّن نہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اور دوسروں کی فقہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے (مترجم)

[2] یہ جبر خلاف شریعت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے کہیں ایسا حکم نہیں دیا۔ اور نہ خلفائے راشدین نے اپنے اپنے عہد مبارک میں کسی کو صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی کہلانے پر مجبور کیا۔ حالانکہ علانیہ بعض مسائل

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

مطلق اجتہاد کے نہ ہم مستحق ہیں - اور نہ ہم میں سے کوئی اس کا دعویدار ہے - ہاں جب ہم کو اپنے مذہب کے خلاف کوئی پختہ دلیل کتاب وسنت سے ملجائے جو منسوخ یا مخصّص نہو اور نہ وہ کسی قوی تر دلیل سے معارض ہو - نیز چار اماموں میں سے کسی ایک امام کا قول بھی ہو[1] تو ہم اپنے مذہب کی روایات ترک کرکے نص صریح کو قبول کر لیتے ہیں - مثلاً دادے اور بھائیوں کی وراثت کے مسئلہ میں ہم دادے کو وراثت میں مقدم سمجھتے ہیں - اگرچہ حنبلی مذہب اسکے خلاف ہے - ہم نہ کسی کے مذہب کی تفتیش کرتے ہیں - اور نہ کسی کے مذہب پر بلا وجہ اعتراض کرتے ہیں - ہاں جس وقت ہم کو کوئی ایسی نص صریح مل جائے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مذہب کے خلاف ہو - اور وہ مسئلہ ایسا ہو جس کا اثر شعائر اسلامیہ پر پڑتا ہو جیسے امام حنفی یا مالکی ہو تو ہم اس کو اطمینان کا حکم دیتے ہیں - اور دو سجدوں کے درمیان جلوس کے لئے کہتے ہیں - کیونکہ یہ بات ظاہر ہے اسکے خلاف اگر شافعی امام بسم اللہ جہر سے پڑھے تو ہم اس کو منع نہیں کرتے - اور دونوں مسئلوں کے درمیان بڑا فرق ہے - بیشک جب نصِ صریح کی دلیل قوی ہو تو ہم اس پر عمل کرنے کے لئے کہتے ہیں - اگرچہ وہ اختیار کردہ مذہب کے خلاف ہو - مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے - بعض مسائل میں اجتہاد سے کوئی امر مانع نہیں اور نہ یہ طریق عمل اجتہاد مطلق کے فقدان سے متناقض ہے - قرآن شریف کے سمجھنے میں ہم مشہور ومعتبر تفسیروں سے امداد حاصل کرتے ہیں - ہمارے نزدیک معتبر وجلیل القدر تفسیروں میں تفسیر ابن جریر اور اس کا مختصر مرتبہ ابن کثیر شافعی ہے - ہمارے نزدیک بغوی، بیضاوی، حداد، خازن اور جلالین وغیرہ بھی قابل قدر ہیں - اور احادیث کی شرحوں میں ہم ان بڑے بڑے اماموں کی تصنیفات کو مستند سمجھتے ہیں جنہوں نے احادیث کو خوب واضح بیان کیا - مثلاً عسقلانی وقسطلانی کے شروح بخاری اور امام نووی کی شرح مسلم اور مناوی کی شرح جامع صغیر اور ہم کتب احادیث خصوصاً صحاح ستہ اور ان کے شروح کو بڑی محبت سے چاہتے ہیں اور ان کے خواہشمند ہیں - ہم اصول وفروع کی کتب کو پسند کرتے ہیں - ہم علم قواعد، علم تاریخ، علم نحو، علم صرف اور راست کے تمام دوسرے علوم کو اچھا سمجھتے ہیں - اور ہم نے ان

(بقیہ حاشیہ) میں خلفائے اربعہ کے خلاف لوگ عمل کرتے اور فتوے دیتے تھے - الحمد للہ کہ آج کل اس قسم کا کوئی جبر مملکت نجد وحجاز میں نہیں ہے ۔

[1] کتاب وسنت کی کسی محکم دلیل کو قبول کرنے کیلئے یہ شرط لگانا کہ وہ چار اماموں میں سے کسی ایک امام کے قول کے مطابق بھی ہو ایک ایسی شرط ہے جسکے لئے کہا جا سکتا ہے ما انزل اللہ بھا من سلطان (مترجم)

میں سے کسی کی بربادی کا نہ کبھی کوئی حکم دیا ہے۔ اور نہ ہم ایسے حکم کو پسند کرتے ہیں۔ البتہ جو کتابیں شرک وبدعت کی راہ بتائیں وہ ہمیں ناپسند ہیں مثلاً روض الریاحین، اور جن کتابوں سے عقائد میں خلل پیدا ہو ان کے بھی ہم دشمن ہیں۔ مثلاً علم منطق جس کو اکثر علماء نے حرام لکھا ہے۔ باوجود اس کے ہم ایسی باتوں کی چھان بین نہیں کرتے، ہاں ہم ایسی کتابوں کو تلف کرنے کا حکم دیتے ہیں جو لوگوں کا عقیدہ خراب کرنے کیلئے لکھی گئی ہوں؛

اظہار افسوس

بعض جاہل بدوؤں نے طائف میں جو بعض کتابیں ضائع کی ہیں ہم کو انکا دلی رنج ہے۔ اور حضرت امام نے ان لوگوں کو اس پر سخت ڈانٹا؛

قید وقتل

نہ ہم اہل عرب کو قید کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور نہ کسی غیر عرب سے لڑائی ہمارا شیوہ ہے۔ ہم عورتوں اور بچوں کا قتل حرام سمجھتے ہیں؛

غلط الزامات

حق کو چھپانے اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ہم پر حسب ذیل الزامات لگائے جاتے ہیں جن سے ہم قطعاً بیزار ہیں۔ اور ہم ہرگز ہرگز ان کے معتقد نہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے:-

۱۔ کہ ہم قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں۔

۲۔ اور ہم حدیثوں میں سے صرف انہی کو قبول کرتے ہیں جو ہماری رائے کے مطابق ہیں . . . . اور ان کے لئے ہم شارحین حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع بھی گوارا نہیں کرتے۔

۳۔ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درجے سے گرا کر کہتے ہیں کہ وہ اپنی قبر میں بوسیدہ ہو گئے۔ اور نعوذ باللہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا ڈنڈا نبی کریم (صلعم) سے زیادہ مفید ہے۔

۴۔ اور ہم حضور کی شفاعت کے منکر ہیں۔

۵۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو لا الٰہ الا اللہ کے معنے اس وقت تک معلوم نہ تھے

جب تک کہ یہ آیت نہ اُتری (فاعلوان لا الٰہ الا اللہ) باوجود اس کے کہ یہ آیت مدنی ہے۔

۶- ہم علمائے اسلام کے اقوال پر اعتبار نہیں رکھتے۔

۷- ہم اہل مذاہب کی کتابوں کو اس لئے جلا ڈالتے ہیں کہ اُن میں حق و باطل ملا ہوا ہے۔

۸- ہم تجسیم کے قائل ہیں۔

۹- اور ہم اپنے عقیدے والوں کے سوا چھٹی صدی کے بعد کے تمام مسلمانوں کو کافر یقین کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے یہ افترا باندھا گیا ہے کہ ہم کسی کی بیعت اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک اس سے یہ اقرار نہ لیلیں کہ وہ پہلے مشرک تھا۔ اور اس کے والدین شرک پر فوت ہو گئے۔

۱۰- ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے روکتے ہیں۔

۱۱- ہم مسنون زیارت قبور سے منع کرتے ہیں۔ اور جو ہمارے جیسا عقیدہ رکھے اس سے تمام بوجھ حتے کہ فرض تک دُور ہو جاتے ہیں۔

۱۲- ہم اہل بیتؑ کا کوئی حق فائق نہیں مانتے۔

۱۳- اور ان کو غیر کفو سے نکاح پر مجبور کرتے ہیں۔

۱۴- اور یہ کہ جب ہمارے پاس اپیل ہو تو ہم بعض بوڑھوں کو انکی نوجوان بیوں سے جدا ہونے پر مجبور کرتے ہیں تاکہ وہ نوجوان عورت کسی اور جوان سے شادی کرلے۔

ان الزامات کے لئے کسی شخص کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں اور ہم ان خرافات کے جواب میں صرف یہ آیت پڑھتے ہیں کہ سبحانک ھذا بھتان عظیم جو شخص ہماری طرف سے ایسی باتیں کہے یا ایسی باتوں کو ہم سے منسوب کرے تو وہ جھوٹا اور مفتری ہے۔ جو شخص ہمارے حال سے آگاہ ہے، ہماری مجلسوں میں بیٹھ چکا ہے، ہمارے خیالات معلوم کر چکا ہے وہ قطعی طور پر جانتا ہے کہ یہ تمام الزامات گھڑے گئے ہیں۔ اعداء دین اور اخوان الشیاطین نے ہم پر اس لئے افترا باندھا کہ لوگ ہم سے متنفر ہو جائیں۔ اور اخلاص توحید و ترک شرک کی طرف راغب نہوں حالانکہ اخلاص توحید بے حد ضروری ہے۔ اور نص قرآنی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک سے ثابت ہے کہ ترک شرک کے بغیر مغفرت غیر ممکن ہے۔

۱- ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص انواع کبائر مثلاً بغیر حق کے مسلمان کا قتل یا زنا یا سود خوری یا شراب نوشی کرے اور بار بار ایسے گناہوں کا مرتکب ہو تو اس صورت میں بھی وہ دائرہ اسلام سے

خارج نہیں ہوتا۔ اور قیامت کو اس کا عذاب دائمی نہ ہوگا بشرطیکہ وہ تمام انواع عبادات میں موحد ہو۔ اسی توحید پر وفات پائے؛

۲۔ نبیؐ کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور کا رتبہ ساری مخلوق سے علی الاطلاق بڑا ہے۔

۳۔ اور حضورؐ کی زندگی قبر میں برزخی زندگی ہے جو شہدا کی زندگی سے بہت اعلیٰ ہے۔ قرآن شریف کی آیات اس پر منصوص ہیں۔ یعنی آیات سے یہ منصوص ہے۔ کیونکہ حضورؐ شہداء سے بلاشک و ریب افضل ہیں؛

۴۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آنحضرتؐ پر سلام کہے تو آپ اُس کا سلام سُنتے ہیں

۵۔ جو شخص اپنے نفیس اور قیمتی اوقات میں مسنونہ درود پڑھتا ہے تو وہ دونو جہانوں میں سرفراز و کامیاب ہوتا ہے اور اُس جیسا خوش نصیب اور نیک بخت اور کوئی نہیں ہوتا۔ خدا اسکے غم و فکر دُور کر دیگا جیسے کہ حدیث میں آیا ہے؛

۶۔ آپ کی زیارت سنت ہے مگر اتنی بات ہو کہ خاص ارادہ سفر مسجد نبوی اور اس میں نماز پڑھنے کیلئے کرے۔ اور اس کے ہمراہ اگر زیارت کا قصد بھی کرلے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۷۔ ہم اولیاء کو برحق جانتے ہیں۔ اور ان کی کرامتوں کے منکر نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ بشرطیکہ وہ شرع کے پابند ہوں۔ اور دین اسلام کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ مگر وہ زندگی میں یا مرنے کے بعد پرستش کے قابل نہیں ہو سکتے۔ اُن کی پوجا کسی حالت میں بھی درست نہیں۔

۸۔ زندگی میں ان بزرگوں سے دعا کرانی چاہئے۔ بلکہ ہر مسلمان سے دعا کرائی جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے کے حق میں مستجاب ہے۔ حضرت صلعم نے حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کو اویس قرنی سے دعا مانگنے اور استغفار کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ اُنھوں نے اسی طرح کیا؛

۹۔ ہم قیامت کے دن نبیؐ کی شفاعت کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح کہ کتب سنت میں اس کی تشریح کی گئی ہے؛

اسی طرح ہم تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ و بچّوں کی شفاعت کو بھی مانتے ہیں۔ اس شفاعت کی دعا ہر وقت مانگتے ہیں۔ اور اپنے نیک ترین موحد بندوں میں سے جس کے لئے خدا چاہیگا اس شفاعت کی اجازت ہوگی۔ احادیث میں آیا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ یہ دعا

مانگنا چاہئے کہ خدایا نبیؐ کی شفاعت ہمارے نصیب فرما۔ خدایا نیک لوگوں کی شفاعت ہمیں روزی کر۔ اس قسم کی دعائیں صرف اللہ سے مانگنی چاہئیں۔ یعنی یوں کہنا درست نہیں۔ کہ یا رسول اللہ، یا ولی اللہ! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں۔ یا میری مدد کیجئے۔ یا میری فریاد کو پہنچیئے۔ یا مجھے شفا دیجئے۔ یا مجھے دشمن پر کامیابی عطا کیجئے۔ یا اسی قسم کی اور باتیں جو خدا کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔ اس قسم کی باتیں اقسام شرک میں سے ہونگی۔ کیونکہ ان کا قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت نہیں اور نہ سلف صالحین میں سے ان کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ قرآن شریف، احادیث نبویہ اور اجماع سلف سے ان کا شرک اکبر ہونا ثابت ہے۔ اور اس شرک پر رسول کریمؐ نے لوگوں سے جہاد فرمایا ہے۔

خدا کے سوا کسی دوسرے کی قسم

اگر آپ قسم لغیر اللہ کی نسبت سوال کریں تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہم قسم کھانیوالے کا حال دیکھینگے اگر اس کا ارادہ تعظیم لغیر اللہ ہے یا وہ اس غیر اللہ کو خدا سے بھی بڑھ کر جانتا ہے جس طرح آج کل کے بڑے جاہل مشرکوں کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے پیر یا شیخ پر تمام کاموں میں اعتماد رکھتے ہیں اور جب جھوٹے ہوں تو وہ ان پیروں اور شیخوں کی قسم نہیں کھاتے اس خوف سے کہ یہ پیر انہیں نقصان پہنچائیں گے۔ یا کسی معاملہ میں انہیں شک بھی ہو تو اپنے پیروں کی قسم نہیں کھاتے۔ اور اگر خدا کی قسم ان سے طلب کی جائے تو بے پروائی کے ساتھ فوراً جھوٹی قسم کے لئے تیار ہو جاتے ہیں تو ایسا شخص باجماع کافر ہے۔ اور بڑا جاہل اور مشرک ہے اگر اس کا قصد تعظیم نہ ہو۔ بلکہ زبان کی لغزش سے اس سے ایسا ہوا ہو تو یہ شرک اکبر نہیں۔ ایسے شخص کو منع کرنا چاہئے اور جھڑکنا چاہئے اور اسے استغفار کی تعلیم دینی چاہئے۔ اور ایسی فضول قسموں سے پرہیز کرنے کیلئے کہنا چاہئے۔

وسیلہ کا مسئلہ

جب کوئی کہے کہ خدایا بجاہ نبی یا بحق نبی یا بجاہ عبادک الصالحین یا بحق تیرے فلاں بندے کے میں یہ چاہتا ہوں، تو یہ بدعت مذمومہ ہے۔ اس کے لئے کوئی نص وارد نہیں ہوتی۔ یا جسطرح اذان کے وقت زور سے درود پڑھنے کیلئے بھی احادیث میں کوئی ذکر نہیں آیا۔

محبّتِ اہلبیت

رہا اہلِ بیت کا مسئلہ تو نجد کے
علاقوں میں سے درعیہ نامی ایک مقام کے علماء سے غیر فاطمی کے فاطمی سے نکاح کی نسبت سوال ہوا۔ علماء نے یہ جواب دیا کہ کتاب وسنت کے بموجب اہل بیت کی محبّت و مودت واجب ہے مگر اسلام نے سب میں مساوات کا درجہ قائم رکھا ہے۔ پس تقوے کے بغیر کسی کو فضیلت حاصل نہیں۔ یعنی اگر اہل بیت متقی ہوں تو وہ سب سے افضل ہیں۔ مجلسوں اور راہ میں چلنے کے وقت اور دیگر مقامات میں اہل بیت کی تعظیم و تکریم ہم پر واجب ہے۔ اسی طرح علماء کی بھی عزّت واجب ہے اور جب عمر و علم میں لوگ قریب قریب مساوی ہوں تو مجلس میں اہل بیت کو صدر بنایا جاوے اور سب سے اوّل اُن کی عزت کی جائے۔ البتہ جو بعض ملکوں میں یہ رسم ہوگئی ہے کہ سیّد کا چھوٹا بچّہ یا جاہل بھی ایک دوسرے بڑے عالم سے بلند درجہ میں بٹھایا جاتا ہے۔ یا اگر اس کے ہاتھ کو بوقت مصافحہ بوسہ نہ دیا جائے تو اس کو سخت عتاب کرتے ہیں۔ بلکہ مارتے ہیں۔ تو ایسی باتوں کے لئے کوئی نص نہیں یعنی آیاتِ قرآن و حدیث وارد نہیں۔ نہ اس کی کوئی دلیل ہے بلکہ یہ ایک منکر بات ہے اس کو دُور کرنا لازم ہے۔ اگر کسی سید کے ہاتھ کو اس کے بڑے عالم ہونے کی وجہ سے یا دیر کے بعد سفر سے آنے کی وجہ سے بوسہ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر چونکہ اس آخری زمانہ کی جہالت میں یہ رواج جاری ہوگیا ہے کہ جب تک اس پر یا اس کے باپ دادا پر عقیدہ نہ ہو اُس کے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیتے۔ یا متکبر لوگ غیروں سے اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی خواہش کرتے ہیں۔ ان ضرورتوں کی بنا پر ہم نے مطلقًا اس کو منع کر دیا خصوصًا اُن کے لئے جن کا ذکر ہوا یعنے متکبر لوگوں وغیرہ کے لئے؛

قبّے کیوں گرائے گئے؟

اس میں ہمارا منشاء حتیٰ بحدِّ امکان شرک کے ذرائع کا انسداد ہے اور کچھ نہیں۔ باقی بی بی خدیجہ ام کا قبہ یا مولد نبیؐ کا قبہ یا دیگر بزرگوں کے قبّے جو گرائے گئے ہیں اس میں بھی ہمارا منشا صرف یہ ہے کہ لوگ شرک سے باز رہیں اور وہاں سجدے نہ کریں۔ نہ اُن سے امداد مانگیں بلکہ اگر امداد مانگیں تو اس واحد حی وقیوم سے مانگیں جو ہر وقت سنتا، جاگتا، دیتا اور عرض قبول کرتا ہے۔

اور شرک خدا کی طرف نسبت ولد کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اس لئے کہ نسبتاً ولد حق مخلوق میں کمال ہے۔ لیکن شرک مخلوق کے حق میں بھی نقص ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ تم خدا کے ساتھ شریک مقرر کرتے ہو بھلا بتلاؤ تو سہی کہ تمہارے غلام اگر تمہارے مال میں شریک بنیں تو تم اس کو گوارا کر سکتے ہو؟ تو خدا کے ساتھ اس کے بندوں کو کس طرح شریک سمجھتے ہو۔ یہ کیسی عقل ہے؟

فاطمیہ کا نکاح غیر فاطمیہ سے اجماعاً جائز ہے۔ بلکہ اس میں کوئی کراہیت نہیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنی بیٹی بیاہ دی تھی۔ اور دونوں بزرگوں کا فعل ہمارے لئے سند ہے۔ اور سکینہ بنت حسین بن علی نے چار ایسے آدمیوں سے شادی کی جو فاطمی نہیں تھے، بلکہ ہاشمی بھی نہیں تھے۔ اور بغیر انکار کے سلف کا عمل ہمیشہ اس پر رہا ہے۔ ہاں کوئی خود اگر غیر کفو سے شادی کرنے سے پرہیز کرے تو ہم اس کو خواہ مخواہ غیر کفو سے شادی پر مجبور نہیں کرتے۔ اور عرب سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ بعض ملکوں میں جو رواج ہو گیا ہے کہ اس کو منع کرتے ہیں یہ ان کے تکبر اور اپنے آپکو بڑا سمجھنے کی دلیل ہے کہ دوسروں کو اپنے برابر نہیں سمجھتے۔ بلکہ ایسا تکبر کرنے سے بعض وقت فساد ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ اکثر ہوا ہے۔

ہماری[1] رائے میں غیر کفو سے نکاح جائز ہے۔ زید نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت زینب سے نکاح کیا۔

اگر کوئی حق نہ ماننے والا اور راستی کو قبول نہ کرنیوالا یہ اعتراض کرے کہ تم جو قطعی طور پر کہتے ہو کہ جو کوئی یوں کہے۔ یارسولؐ اللہ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں۔ تو وہ شخص مشرک ہو گا اور اُس کا خون مباح ہو گا۔ لہٰذا اس صورت میں غالب امت محمدیہ کو کافر کہنا پڑیگا۔ کیونکہ ان کے معتبر علماء نے اس بات کو مندوب و جائز قرار دیا ہے۔ بلکہ جو اس کے برخلاف کہے انہوں نے اس کی ملامت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لازم نہیں۔ اور یہ مقررہ اصول ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہوتا۔ ہم خدا کو جہت علو و بلندی میں مانتے ہیں۔ مگر اس سے ہم مجسمہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جہت علو احادیث سے ثابت ہے۔ اور مرے ہوؤں کی بابت ہمارا یہ قول ہے کہ یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی جس کو ہماری دعوت توحید پہنچ گئی۔ اور اس پر حق واضح ہو گیا۔ مگر پھر بھی وہ حق کو نہ مانے

---

[1] زینب قریشی تھیں اور زید غلام تھے اور امّ المومنین ہونے سے پہلے زید سے نکاح کیا تھا (مترجم)

اور ضد کرے اور غلط راہ پر اڑا رہے جس طرح اکثر لوگ توحید کو جان کر بھی ضد سے شرک پر اڑے رہتے ہیں۔ اور حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اس طرح دیدہ و دانستہ مشرک بنے رہتے ہیں ایسے لوگوں کو ہم کافر کہتے ہیں۔ ان میں غالب حصّہ ان لوگوں کا ہے جن سے آج کل ہم جنگ کر رہے ہیں۔ وہ واجبات سے روکتے ہیں۔ اور کبائر محرمات کے کھلم کھلا مرتکب ہوتے ہیں اور گاہ بگاہ ہمیں قلیل التعداد جماعت کے فائدہ کے لئے لڑنا بھی پڑتا ہے۔ تاکہ ایسے خیالات وسیع نہ ہو جائیں۔ اور وفات شدہ اشخاص کو ہم معذور سمجھتے ہیں۔ ان سے غلطی ہونا ممکن ہے۔ وہ معصوم تو نہ تھے۔ خواہ مخواہ اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔ اور غلطی کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ ان سے بہتر لوگوں سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ مثلاً عمرؓ کو مہر کے مسئلہ میں جب ایک عورت نے تنبیہ کی تو آپ نے رجوع فرمالیا۔ اس قسم کی بہت مثالیں ہیں جو تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ صحابہؓ سے بھی کبھی غلطی سرزد ہوتی تھی۔ حالانکہ انوار نبیؐ ان میں ساری تھے اور خود نبیؐ ان میں موجود تھے۔ مثلاً انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے بھی ذات انواط بنائے جائیں جس طرح کہ دوسرے لوگوں کے ذات انواط ہے۔ اگر آپ یہ سوال کریں کہ یہ اس شخص کیلئے ہے جو بھول چوک سے ایسا کرے۔ مگر جب اس کو تنبیہ کی جاوے۔ تو وہ فوراً باز آجائے۔ لیکن اس شخص کی نسبت کیا فیصلہ ہے جو دلائل تحریر کرے۔ اور بزرگ اماموں کے اقوال سے واقف ہو جائے مگر پھر بھی اس غلط راہ پر جما رہے۔ اور مرتے دم تک اس حالت سے بال برابر بھی نہ ہٹے۔ میں کہتا ہوں ایسے شخص کو مغرور سمجھنے میں کوئی مانع نہیں۔ ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔ اور ہم ایسے اشخاص کو خطاکار سمجھتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی خطا پر مستمر رہیں۔ کیونکہ آج کل کوئی ایسا مرد میدان نہیں جو ایسے غلط مسائل کا مقابلہ تلوار اور نیزے اور زبان سے کرے۔ تو لوگوں پر حق کس طرح واضح ہو سکتا ہے۔ اور اُن پر حجت کیسے قائم ہو سکتی ہے۔ بلکہ اکثر مذکورہ مولفوں کا اتفاقی طریقہ یہ ہو چکا ہے کہ ایسے مسائل میں ائمہ سنت کے کلام کو مطلقاً ترک کر دیا ہے۔ اور جس کو اس کی کچھ خبر بھی ہو جائے تو وہ بھی اس کلام کے اثر کرنے سے پہلے اس سے روگردان ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ سے ان کے بڑے چھوٹوں کو ایسی کتابوں کے دیکھنے سے ہی منع کرتے رہے تو حق لوگوں پر کس طرح منکشف ہو سکتا ہے دوسری طرف سے بادشاہوں کا رعب ان کے دلوں میں حق بات کے موثر ہونے سے مانع ہے۔ بہت کم ایسے ہیں جن پر کلام توحید کا اثر ہو۔ حضرت معاویہؓ نے بھی حضرت علیؓ سے جدائی اختیار کی بلکہ جنگ کیلئے تیار ہوئے۔ حالانکہ اجماعًا وہ اس میں خطا پر تھے۔ اور وہ اسی خطا پر گذر بھی گئے

مگر اجماعاً کسی سلف سے بھی اُن کی تکفیر کی روایت منقول نہیں ہوئی - اور نہ اُن کو فاسق کہنے کی روایت کہیں آئی ہے - بلکہ ان کے لئے اجر اجتہاد ثابت کیا گیا ہے - اگرچہ وہ اس میں خطا پر تھے - اہل سنت میں یہی بات مشہور ہے - اسی طرح ہم بھی دیندار، نیک بخت، نیک سیرت، عالم و پرہیزگار و زاہد شخص کو کافر نہیں کہتے - اور جو شخص امت کی اصلاح کرے - علوم نافعہ پڑھائے - اور تالیفات کرے - اس کی تکفیر بھی نہیں کرتے - خواہ اگرچہ وہ ان مسائل وغیرہ میں خطاکار بھی ہو - جس طرح کہ ابن حجر ہیثمی کا حال ہے جن کے خیالات کا الدر المنظم سے پتہ چلتا ہے ان کے وسیع العلم ہونے کو ہم تسلیم کرتے ہیں اس لئے ہم ان کی کتابوں کو معتبر سمجھتے ہیں - مثلاً اربعین و زواجر وغیرہ - ہم ان کو مانتے ہیں اور ان کی نقل کردہ باتیں گوش دل سے سنتے ہیں - کیونکہ وہ علماء مسلمین میں سے ہیں - یہ خطاب ہمارا ایسے اشخاص کیلئے ہیں جو عقلمند ہوں، عالم ہوں، منصف و غیر متعصب ہوں - کہنے والے کی بات کو اچھی پاؤ - تو سنو اور قبول کرو - یہ نہ دیکھو کہ کون کہتا ہے - جو شخص حق اور غیر حق کی تمیز سے گذر کر محض اپنی مالوفات ہی کو لازم پکڑنے کا عادی ہے اس کی مثال ایسی ہے جس طرح کہ خدا نے فرمایا - کہ کافر کہتے تھے کہ مسلمانو! ہم تمہاری نصیحتیں نہیں سُنتے - بلکہ جو رسم و رواج ہمارے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے ہم تو اسی پر قائم رہیں گے - تو ایسے شخص سے ہمارا خطاب نہیں - بلکہ ان کا ٹیڑھا پن موحدوں کی تلوار ہی سیدھا کریں گی - اور خدا کے فضل سے موحدوں کے لشکر ہمیشہ مظفر و منصور رہینگے اور اُن کے پرچم سعادت و اقبال کی فضا میں اڑتے رہیں گے - ظالم جلد معلوم کر لینگے کہ وہ کس بد انجامی کو پہنچتے ہیں - اور خدا کی جماعت ہی غالب ہو کر رہیگی - اور خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ بیشک ہمارا لشکر ہی غالب رہیگا اور مومنوں کی نصرت و اعانت ہم پر واجب ہے - اور متقی لوگوں کیلئے ہمیشہ نیک نتیجہ ہے -

بدعت

بدعت کی نسبت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جو مذہب میں نئی بات قرون ثلثہ کے بعد پیدا ہوئی وہ مطلقاً مذموم ہے - ہم بدعت کو حسن و قبیح یا پانچ اقسام میں تقسیم نہیں کرتے - ہاں اس اختلاف میں جمع کی صورت یہ ہے کہ کہیں کہ حسنہ وہ ہے جس پر سلف صالحین کا عمل تھا - اور اس میں سنت واجب و مندوب اور مباح سب کو شامل کر لیں - تو اس صورت میں بھی اس کو محض مجازاً بدعت

کہا جائیگا۔اس کے سوا جو کچھ ہوگا وہ بدعت قبیحہ میں داخل سمجھا جائیگا۔اور اس میں محرمات ومکروہات بھی شامل ہو جائینگے،

مذمومہ بدعتوں میں سے ہم جن سے لوگوں کو منع کرتے ہیں ان میں سے ایک اذان والی جگہ میں اذان کے بعد یا جمعہ کی رات یا رمضان میں یا عیدین میں چلا کر کچھ اور کلمات کہنا یا آیات یا درود شریف پڑھنا یا کوئی اور ذکر کرنا ہے تو یہ سب بدعت مذمومہ ہیں۔اس لئے ہمنے تذکیر و ترحیم وغیرہ کے تمام مقررہ طریقے جو مکّہ شریف میں مروّج تھے بند کردئے۔اور تمام علماء مذاہب اربعہ نے تسلیم کیا کہ یہ سب بدعت میں داخل ہیں،

ایک بدعت جمعہ کے خطبہ کے سامنے ابوہریرہؓ کی حدیث پڑھنا ہے۔اور جامع صغیر کے شارح نے اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے،

مجلس میلاد منعقد کرنا اور اس کو تقرب بارگاہ الٰہی کا ذریعہ سمجھنا بھی بدعت ہے۔کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔اور نہ آپؐ نے اس کو عبادت قرار دیا۔ہاں حالات ولادت نبی صلعم کا ذکر بطور علم تاریخ اور سیرت کے جائز ہے،

ہم دکھلاوے کیلئے تسبیحیں ہاتھ میں رکھنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔اسی طرح مشائخ کے مقررہ وظیفے یا ابتدا سورتوں کا وظیفہ اور مہمات میں ان سے امداد حاصل کرنا یہ سب بدعات ہیں بلکہ کبھی یہ شرک اکبر تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ یہ طریقہ بدعت ہے۔اگر مان لیں تو بہتر، ورنہ حاکم ان کو سزا دیتا ہے تاکہ وہ باز آئیں۔اور منع ہو جائیں۔اور وہ وظیفے یا درود جو علماء نے قرآن واحادیث سے نکالے ہیں ان کو ہمیشہ پڑھنے سے کوئی منع نہیں کرتا۔حضرتؐ پر درود بھیجنا اور بلکہ اس پر ہمیشگی کرنا اور اس کو باعث ثواب دارین سمجھنا بہت درست اور باعث خیر وبرکت ہے۔قرآن شریف یا استغفار پڑھنا بہتر ہے اور ایسے وظیفے پڑھنے والا ضرور ثواب پاتا ہے۔جتنا زیادہ درود پڑھے یا استغفار یا ورد یا ذکر یا قرآن مجید پڑھے اُتنا ہی اسکو زیادہ ثواب ہوتا ہے۔مگر یہ شرط ہے کہ شرع کے حکم کے مطابق کرے۔اس میں اپنی طرف سے کمی یا زیادتی نہ کرے۔ثواب رسولؐ کریم کے بتائے ہوئے اور تعلیم دئے ہوئے وظیفوں میں ہے۔خدا قرآن شریف میں فرماتا ہے اپنے رب کو خفیہ اور عاجزی سے پکارا کرو۔دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ خدا کے پاک نام ہیں ان سے خدا کو پکارو۔

خدا جزاء خیر دے امام نووی کو کہ آپ نے کتاب اذکار کو جمع کر دیا ہے۔اور یہ کتاب کافی وشافی

ہے۔ ایک بدعت بعض ملکوں میں یہ نکلی ہے کہ مولود شریف خوش الحان لوگوں سے پڑھاتے ہیں۔ اور صلوٰۃ التراویح کے بعد ایسا کرتے ہیں۔ اور عقیدہ ثواب کا رکھتے ہیں۔ بلکہ عام اس کو سنت ہی سمجھتے ہیں تو ہم ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔ مگر تراویح کی نماز ہمیشہ باجماعت پڑھنا سنت ہے۔ اس میں کوئی ممانعت نہیں ؛

بعض ملکوں میں ایک بدعت یہ ہے کہ رمضان شریف کے آخری جمعہ کو قضاء عمری پڑھتے ہیں یہ بدعت منکرہ ہے۔ ایسی باتوں سے لوگوں کو سخت طور پر منع کیا جاتا ہے۔ میت کو اٹھاتے وقت زور سے ذکر کرنا یا قبر پر پانی ڈالتے وقت زور سے پڑھنا وغیرہ بھی بدعتیں ہیں۔ علاوہ ازیں جو باتیں سلف صالحین سے منقول نہیں ہم انکو ممنوع جانتے ہیں۔

شیخ طرطوشی مغربی نے ایک عمدہ اور نفیس کتاب لکھی ہے اس کا نام "الباعث علے انکار البدع والحوادث" ہے۔ دین کے طالب کو اس کتاب کے لئے مطالعہ ضروری ہے۔ ہم ان بدعتوں سے منع کرتے ہیں جن کو لوگ بطور دین و ثواب مذہب لئے ہوئے ہیں۔ اور جو باتیں بطور ثواب و دین نہیں بلکہ ملکی رواج سے ہیں جس طرح قہوہ پینا، یا اشعار پڑھنا یا بادشاہوں کی مدح کرنا وغیرہ ایسی باتوں سے ہم منع نہیں کرتے جب تک یہ باتیں غیر کے ساتھ شامل نہ ہو جائیں مثلاً مسجد میں ذکر یا اعتکاف وغیرہ۔

حضرت حسانؓ نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ یہ شعر میں نے اس بزرگ کے سامنے پڑھے ہیں جو آپ سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اور عمرؓ نے اس بات کو قبول کیا۔ ہر مباح کھیل جائز ہے۔ کیونکہ نبیؐ نے حبشیوں کو عید کے دن اپنی مسجد میں کھیلنے دیا۔ جنگ کے ایام میں جوش دلانے والے اشعار اور غزلیں پڑھنا درست ہے۔ یا جس سے بہادری پیدا ہو جس طرح جنگی طبل وغیرہ۔ مگر دیگر آلات لہو ولعب حرام ہیں۔ اور ان میں فرق ظاہر ہے۔ شادی میں دف درست ہے۔ کیونکہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں صاف توحید والی شریعت لیکر آیا ہوں تاکہ یہود معلوم کریں۔ کہ ہمارا دین نہایت وسیع ہے۔ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ شیخ امام ابن قیم و شیخ امام ابن تیمیہ اہلسنت کے برحق امام ہیں اور ان کی کتابیں ہمارے نزدیک معزز ترین کتب میں سے ہیں مگر ہم ہر مسئلہ میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔ کیونکہ رسول کریم کے سوا کوئی ایسا نہیں کہ اُس کی ہر بات قابل تسلیم ہو یہ خاصہ خاص پیغمبرؐ خدا ہی کو حاصل ہے کہ آپکا ہر قول و فعل بلا چون و چرا قابل عمل تسلیم ہے چنانچہ چند مسائل میں ہماری ان سے (یعنے ابن تیمیہ اور ابن قیم سے) مخالفت سب کو معلوم ہے مثلاً طلاق

ثلثۃ مجلس واحد میں بلفظ واحد، ہم نہیں کہتے ہیں۔ جس طرح ائمہ اربعہ فرماتے ہیں۔ اور وقف کو صحیح اور نذر کو جائز مانتے ہیں۔ اور نذر کو پورا کرنا جب معصیت نہ ہو لازم ہے۔

اور بدعتوں میں سے ایک بدعت یہ بھی ہے کہ نماز پنجگانہ کے بعد مشائخ کے لئے فاتحہ پڑھنا اور اُن کی مدح میں کمال مبالغہ کرنا۔ اور ان کا وسیلہ طلب کرنا جس طرح اکثر بلاد میں مروّج ہے اور اکثر عبادات کے مجموں کے بعد مدح وغیرہ پڑھنا اور عقیدہ رکھنا کہ اس سے کمال درجہ قرب خدا حاصل ہوگا۔ حالانکہ بعض موقعوں پر یہ منجر و باعث شرک ہو جاتا ہے۔ اور انسان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ شرک کے خفا کی وجہ سے انسان سے شرک ہو جاتا ہے مگر وہ سمجھتا بھی نہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرتؐ شرک سے ان الفاظ میں پناہ نہ مانگتے۔

"خدایا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ سے ایسا شرک ہو کہ اس کا مجھے علم بھی نہ ہو۔ اور نیز ایسے شرک سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ سے سرزد ہو جائے اور مجھے اس کا علم ہو۔ بیشک تو ہی علّام الغیوب ہے۔"

ہمیشہ یہ دعا پڑھنی چاہئے اور حتی الامکان شرک سے بچنا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔ کہ اسلام کا کڑا ایک ایک کر کے ٹوٹیگا۔ جب اسلام میں ایسے لوگ داخل ہو جائیں گے جو جاہلیت کو نہ جانتے ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہوگی کہ وہ کریگا تو شرک مگر سمجھیگا کہ اس سے ثواب ملتا ہے۔ ایمان کے زوال و تباہی خواری سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

یہ تمام باتیں اس مذکورہ شخص کے سوال وجواب وبار بار آنے جانے سے تحریر کی گئیں میں نے کتاب کے دوبارہ دیکھنے کے بغیر اس کے بہت اصرار پر یہ چند سطور تحریر کر دیں۔ حالانکہ جنگ سے زیادہ ضروری مصروفیتوں میں میں مبتلا تھا جو شخص ہمارے مذہب وعقیدہ کی زیادہ تحقیق کرنا چاہے اُس کو چاہئے کہ وہ ہمارے پاس مقام درعیہ میں آکر اپنی پوری تسلی کرلے۔ وہاں آنے سے اور مختلف درس سننے سے اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔ اور دل خوش ہوگا۔ خصوصاً جبکہ درس علم حدیث وتفاسیر دیکھے وہاں شعائر دین کی پابندی دیکھکر اور ضعفاء اور کمزوروں پر رحم اور ایلچیوں اور مساکین سے نیک سلوک مشاہدہ کر کے نہایت خوش ہوگا۔ اور ہم طریقہ صوفیہ سے منکر نہیں۔ اور نہ ہم رذائل ومعاصی متعلقہ بقلب وجوارح سے باطن کو پاک کرنے کے مخالف ہیں بلکہ ہم اس کی تائید کرتے ہیں بشرطیکہ قانون شرعی کے مطابق ہو اور اس کے خلاف نہ ہو۔ ہم صوفیہ کی غلط اور خلاف شریعت باتوں کی تاویل نہیں کرتے اور اُنہیں

موڑ توڑ کر خواہ مخواہ درست بنانے کی ناروا سعی بھی نہیں کرتے۔ اور ہم ہر بات میں سوائے خدا کے اور کسی پر بھروسہ نہیں کرتے۔ اور اسی پر ہمارا اعتماد ہے۔ وہی ہمارا کفیل و مددگار ہے وہی ہم کو کافی اور وہ بہترین دوست و مددگار ہے۔ آخر میں آں حضرت اور آپ کے آل و اصحاب پر درود و سلام ہو۔ فقط ؛

عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب
عفا اللہ عنہ والمسلمین

تیسرا رسالہ

الفواکہ العذاب
فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب

مرتبہ
شیخ احمد بن ناصر بن عثمان المعمری النجدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی نصر الدین، بالحجۃ والسیف والتمکین وجعل لدینہ من ینفی عنہ غلو الغالین، وتحریف المحرفین بالدلائل القاطعۃ والبراھین ؛

رجب سنہ ۱۲۱۱ھ میں شریف مکہ غالب نے سلطان عبدالعزیز بن سعود (اوّل) سے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ ایک جیّد عالم ہمارے ہاں بھیجدیں تاکہ مسائل مختلف فیہا میں وہ علماء مکہ مکرمہ سے بطریق مناظرہ گفتگو کریں۔ شریف مکہ کی خواہش کے مطابق سلطان موصوف نے شیخ احمد بن ناصر بن عثمان حنبلی کو مکہ کی طرف روانہ کر دیا اور ان کی معیت میں فوج کا ایک محافظ دستہ بھی کر دیا۔

شیخ موصوف کے پہنچنے پر غالب شریف مکہ نے ایک مجلس مناظرہ منعقد کی جسمیں حنبلیوں کے سوا باقی تمام فرقوں، شافعی، مالکی، حنفی کے علماء کو دعوت دی گئی۔ اور بہت بڑا تاریخی مناظرہ شیخ احمد موصوف اور علماء حرم کے درمیان ہوا۔ فریق ثانی کی طرف سے شیخ عبدالملک حنفی تھے یہ مناظرہ والی مکہ کی موجودگی میں ہوتا رہا۔ اور متعدد نشستوں میں ہوا۔ مناظرہ میں مکہ کے لوگ کافی تعداد میں شامل ہوتے رہے۔ الحمدللہ کہ حق ظاہر ہوا۔ اور اسی کو فتح و غلبہ نصیب ہوا اور باطل کو شکست ہوئی۔ اور فریق ثانی نے حق کو تسلیم کرلیا۔

مناظرہ تین مسئلوں میں تھا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ مگر ان تینوں مسئلوں میں جو جوابات شیخ موصوف نے دئیے ہیں وہ اپنی معقولیت اور جامعیت کے لحاظ سے ایسے عمدہ ہیں کہ امید کی جاسکتی ہے کہ اس سے مریض القلب انسانوں کو شفا ہو۔ اور جو فرقہ بندی سے بالاتر رہ کر صحیح اور معقول دلیل کو پسند کرتے ہیں اور اسی کی اتباع کرتے ہیں ان کی خوشی اور مسرت کا باعث ہو۔ ان جوابات کا نام "الفواکہ الغذاب فی الرد علی من لم یحکم السنۃ والکتاب" رکھا گیا۔

پہلا سوال شیخ عبدالملک حنفی کی طرف سے

(۱) کرب و مصیبت کے وقت اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو پکارے یا اس سے امداد طلب کرے۔ یا۔ یارسول اللہ۔ یا۔ یا ابن عباس۔ یا۔ یا محجوب وغیرہ اولیاء صالحین سے فریاد کرے تو اس کے متعلق تم لوگوں (نجدیوں) کی کیا رائے ہے؟

جواب

الحمد للہ احمدہ واستعینہ واستغفرہ واعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیئات اعمالنا۔ من یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ ومن تبعھم باحسان وقفی اثرھم الی آخر الزمان۔

حمد و ثنا کے بعد یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین کو مکمل کردیا ہے۔ اور پیغمبرؐ نے پیغام رسالت کو پورا ہم تک پہنچادیا ہے۔ خدا نے رسول کریم پر ہدایت نامہ اور مومنین کیلئے نصیحت نامہ کرکے نازل فرمایا۔ خدا قرآن پاک میں فرماتا ہے "لوگو آج میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی۔ اور تمام مذہبوں میں سے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔"

دوسری آیت میں فرماتا ہے "لوگو تمہارے پاس خدا کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے گناہوں کی بیماریوں کو دور کرنے والی شفا آئی ہے اور ہدایت و رحمت مومنوں کے لئے ہے" پھر خدا نے فرمایا کہ اے میرے پیارے رسول میں نے تم پر ہر بات کو کھولکر بیان کرنیوالی کتاب بھیجی جو مسلمانوں کے لئے ہدایت و بشارت ہے۔ پھر خدا فرماتا ہے "جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آوے اور جس شخص نے میری ہدایت کو مانا۔ پس ایسا شخص نہ گمراہ ہوگا نہ بدبخت" پھر خدا فرماتا ہے کہ "جو شخص ذکر قرآن سے منہ پھیرے اُس کی زندگی تنگ و تلخ ہوگی۔ اور قیامت کے روز اندھوں میں اُٹھیگا" حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے خدا اسکا ذمہ دار ہے کہ یہ شخص دنیا میں گمراہ نہ ہوگا اور آخرت میں شقی نہ ہوگا۔ پھر خدا نے قرآن مجید میں فرمایا کہ "جو شخص ذکر رحمٰن سے غافل ہو جاوے اس کے ہمراہ شیطان ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کا بدترین ساتھی ہے۔ اور ایسے لوگوں کو یہ شیطان راہ راست سے روکتے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال خام ہوتا ہے کہ ہم راہ راست پر ہیں" امام مالکؒ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ میں تم میں دو زبردست چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تمہارا ان پر عمل ہوگا تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ دوم سنت رسول اللہ۔ ابی درداء روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا لوگو میں تم کو ایسی روشن راہ پر چھوڑ چلا ہوں جس کا دن اور رات یکساں ہے میرے بعد اس سے کوئی نہ پھریگا مگر وہ شخص جو ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت فرماتے ہیں کہ جنت کے قریب کرنے والی کوئی چیز ایسی نہیں جو میں نے تم کو نہ بتلائی ہو اور نہ ایسی کوئی بات بتلائی چھوڑی ہے جو تم کو آگ کے قریب کرے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو تم میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ اور اس پر قائم رہو اور نئی نئی بدعتوں سے بچو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ جو کتاب اللہ و سنت رسولؐ کو کان دھر کر سنیگا وہ ضرور ان میں ہدایت و شفا پائیگا۔ اُس شخص کی خدا نے مذمت کی ہے جو خدا کی کتاب کو چھوڑ کر کسی اور کے فیصلہ کو پسند کرے۔ خدا فرماتا ہے کہ "ان منافقوں کو جب خدا و رسول کے فیصلہ کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ وہ کس طرح تم سے پھر جاتے ہیں"

اس بات کے معلوم کرنے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت میں جو بات شرعی طور پر رسول کریم نے مقرر فرمائی ہے وہ (۱) آخرت کا یاد کرنا (۲) میت کے ساتھ احسان کرنا جو استغفار اور دعاء رحم وغیرہ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔

بریدہ کی روایت سے صحیح مسلم میں آیا ہے کہ رسول کریم مسلمانوں کو جب وہ مقابر کی طرف آ نکلتے اس طرح کی تعلیم دیتے کہ السلام علےٰ اهل الدیار (قبرستان والوں پر سلام ہو) کہو۔ دوسرے الفاظ میں اس طرح آیا ہے کہ مومن مسلمان قبر والو تم پر سلام ہو۔ ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم خدا سے تمہارے اور اپنے لئے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ سنن ابوداؤ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ جب تم میّت کیلئے دعا کرو تو اس کے لئے خالص دعا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے روائیت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ جس مسلمان میت پر سو مسلمان نماز جنازہ پڑھتے ہیں اس کی شفاعت کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا مانگتے ہیں تو خدا تعالےٰ اُن کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اب سوچو کہ جب وہ میّت ابھی جنازہ میں ہوتی ہے دفن بھی نہیں ہو چکتی تو ہم خدا سے اُس کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ خود اُس میّت سے دعا نہیں مانگتے۔ نیز اس میّت کے حق میں سفارش و شفاعت کرتے ہیں۔ اس میّت کو شفیع نہیں بناتے۔ پس مناسب ہے کہ بعد از دفن بھی اُسی طرح کیا جائے جس طرح کہ قبل از دفن کیا گیا تھا کیونکہ اُس کی شخصیت میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔

جو تعلیم رسول کریم نے مشرکوں کو دی تھی اُسکو انہوں نے تبدیل کر دیا۔ بجائے اُس کیلئے دعا کرنے کے اُس سے دعا مانگنی شروع کر دی۔ اور بجائے اس کے حق میں خدا سے دعا و سفارش کرنے کے اب اس سے سفارش چاہنے لگے۔ اور زیارت قبور کو جس کو رسول کریم نے میتت کے ساتھ احسان کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا لوگوں نے خود میّت سے مانگنے کے ساتھ تبدیل کر دیا۔ اور پھر خاص اس جگہ کو دعا کے لئے مخصوص کر دیا حالانکہ دعا اصل و مغز عبادت ہے۔ امام ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ رسول کریم نے فرمایا کہ دعا اصل و مغز عبادت ہے اور نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی خدا فرماتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنونگا۔ اس کو ابوداؤد، امام احمد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا۔ یہ بات محال و ناممکن ہے کہ مُردوں سے دعا مانگنا تو شروع ہو اور قرون ثلٰثہ جن کی بزرگی نص رسول کریم سے ثابت ہے وہ اپنے زمانہ میں مُردوں سے نہ مانگتے ہوں۔ اور ان کے بعد کے زمانہ والے لوگوں کو یہ توفیق مل گئی ہو کہ وہ ایسا کرنے لگ پڑے حالانکہ پچھلے زمانہ کے لوگ وہ کہتے ہیں جو خود کرتے ہیں۔ اور جس بات کا اُن کو حکم نہیں وہ نہیں کرتے۔ جو کچھ بیان ہوا یہ سنت رسول کریم اور طریقہ صحابہ و تابعین ہے۔ کیا کسی صحیح یا حسن روایت میں ان سے یہ ثابت ہے کہ جب ان کو کوئی حاجت پڑتی تو وہ

قبور کے پاس جاکر اس کو بوسہ دیکر وہاں کھڑے ہوکر دعا کرے؟ وہاں جاکر دعا مانگنا ثابت نہیں تو ان سے فوائد مانگنا کہاں سے ثابت ہوسکتا ہے۔ اور تکلیفات کے دُور کرنے کی اُن سے خواہش کرنا کہاں سے ثابت ہوسکتا ہے۔ اور یہ واضح ومعلوم ہے کہ ایسی باتوں کے نقل کرنے میں بہت سے لوگوں نے ہمت کی اور اس کے بواعث بھی بہت تھے حالانکہ بتعداد کثیر شہروں میں اصحاب رسول کریم کی قبریں تھیں اور ان کی بھی کثرت تھی۔ پس کسی نے بھی ان میں سے مصیبت کیوقت قبر کے پاس کھڑے ہوکر نہ امداد مانگی ہے۔ اور نہ اُس جگہ کو دعا کے لئے منتخب کیا ہے۔ نہ وہاں سے شفا چاہی ہے اور نہ ان سے دشمن پر فتح مانگی ہے۔ نہ کسی صحابی نے بعد از وفات رسول کریم آپ سے فریاد چاہی ہے۔ اور نہ کسی اور نبی سے۔ صحابہ نہ قصداً انبیاء کے قبور کے پاس جاکر دعا مانگنے کو اچھا سمجھتے ہیں اور نہ قبور کے پاس نماز پڑھنے کو بہتر جانتے ہیں۔ اگر آپ صاحبان کے پاس ان امور میں کوئی پختہ سند یا صحیح یا حسن حدیث ہو تو بتاسکتے کہ ہمیں بھی معلوم ہو۔ بلکہ جو کچھ تم آج کل کرتے ہو ان بزرگان دین، صحابہ، تابعین، وتبع تابعین وائمہ مجتہدین سے اس کے برخلاف ثابت ہے۔ تمہارے موافق کوئی بات نہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب ملک میں سخت قحط پڑا تو آپ نے دعاء استسقاء حضرت عباسؓ سے کرائی اور حضرت عباسؓ کی دعا کو وسیلہ بنایا۔ اور کہا کہ خدایا پہلے ہم تیرے پاک نبیؐ کا ذریعہ و وسیلہ کرکے دعاء استسقاء مانگا کرتے تھے۔ اور ہم پر بارش ہوتی تھی۔ اب ہم نبیؐ کے چچا کو وسیلہ دعاء استسقا مانگتے ہیں ہم پر باران رحمت نازل فرما۔ پھر ان پر بارش ہوتی تھی۔ امام بخاری نے اس روایت کو اپنی کتاب صحیح بخاری باب استسقاء میں بیان کیا ہے۔ ہم کو بوثوق معلوم ہے کہ نبیؐ نے اپنی امت کو مُردوں یا نبیوں اور صالحوں وغیرہ سے لفظ استغاثہ سے یا دیگر کسی طلب حاجت والے الفاظ سے دعاء مانگنے کا حکم ہرگز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسی تمام باتوں سے منع ضرور فرمایا ہے۔ اور یہ وہ شرک اکبر ہے جسکو اللہ ورسول اللہ نے حرام کیا ہے۔

قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے "مسجدیں خدا کی بندگی کے لئے ہیں تو تم خدا کے ساتھ کسی کو مت پکارو" دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ "اس سے بھی زیادہ کوئی گمراہ ہوگا کہ خدا کے سوا ایسے اشخاص کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دیسکیں۔ اور وہ ان کے بُلانے سے باخبر ہوں اور قیامت کے دن وہ ان کے دشمن ہوں اور ان کے پکارنے سے منکر ہوں۔ خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ خدا کے ہمراہ کسی اور کو مت پکارو ورنہ تجھے عذاب ہوگا" پھر فرمایا ہے کہ "سچی پکار اُسی خدا کو چاہئے اور جن کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ ان کے کسی سوال کا جواب نہیں دیسکتے" پھر ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ "خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو یا معبودوں کو نہ پکارو جو نہ نفع نہ نقصان تجھے دے سکتے ہیں اگر تو نے خدا کے حکم کے خلاف کیا تو اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا" پھر فرمایا "تمہارے باطل معبود ایک ادنیٰ چیز کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ سنتے نہیں۔ اور اگر وہ سُنیں تو تم کو جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کو تمہارے اس شرک سے وہ منکر ہو نگے پھر فرمایا کہ "اے رسول کریم (صلعم) ان مشرکوں کو بتلادے کہ جن باطل معبودوں کو تم اپنے خیال میں خدا سمجھتے ہو وہ معبود باطل تمہارے دُکھ کو نہ دُور کر سکتے ہیں نہ بدلا سکتے ہیں۔ جن بزرگوں کی یہ مشرک پرستش کرتے ہیں وہ تو خود خدا کے پاس وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور تقرب حاصل کرتے ہیں اور خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور عذاب خدا سے ترساں و لرزاں ہیں۔ بیشک خدا کے عذاب سے ڈرنا لازم ہے"

مجاہد نے آیت وسیلہ کی تفسیر یوں کی ہے کہ یبتغون الی ربہم الوسیلۃ سے مراد حضرت عیسٰیؑ و عزیرؑ و ملائکہ ہیں۔ ابراہیم نخعی کا قول بھی یہی ہے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ وسیلہ کی آیت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مراد عزیرؑ و مسیحؑ و شمس و قمر ہیں۔ سدی، ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسٰےؑ و عزیرؑ و بی بی مریمؑ ہیں۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ یہ آیت چند عرب کے حق میں اتری ہے جو کہ جنّات کی پرستش کیا کرتے تھے جن تو مسلمان ہو گئے۔ اور جو انسان ان کی پرستش کرتے تھے ان کو اپنے معبودوں کے مسلمان ہونے کی خبر بھی نہ تھی تب یہ آیت اُتری، امام بخاری نے اس کو کتاب التفسیر میں نقل کیا ہے اور آیت کے معنے میں یہ تمام قول صحیح ہیں۔ آیت عام ہے۔ اور شامل ہے ہر ایک معبود کو جس کی بغیر خدا کے پرستش ہوتی ہو۔ چاہے وہ ملائکہ ہوں، یا جن یا بشر ہوں۔ سب کو یہ آیت شامل ہے۔ اور یہ معبود خود خدا کے پاس وسیلہ چاہتے ہیں۔ اور اس کی رحمت کے امیدوار اور عذاب سے ترساں ہیں پس ہر وہ شخص جو کسی میّت یا غائب نبی کو یا صالحین کو پکارے آیت اس کے حق میں ہے۔

مشرک لوگ صالحوں کو پکارتے تھے اور ان سے طلب کرتے تھے اس طور پر کہ ان کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ و وسیلہ سمجھتے تھے۔ اس پر بھی خدا نے ایسی دعا و پکار سے ان کو منع کیا اور خدا نے بیان فرمایا کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہارے دُکھ کو نہ تم سے دور کر سکتے ہیں اور نہ تبدیل کر سکتے ہیں۔ کلیتہً نہ اس دکھ کو اُٹھا سکتے ہیں اور نہ ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کر سکتے ہیں کہ اسکی صفت یا مقدار کو کم کریں۔ یہ بھی اُن سے نہیں ہو سکتا اسی لئے تَحْوِیلًا کا لفظ فرمایا۔ نکرہ استعمال کیا تاکہ انواع تحویل کو شامل ہو۔ پس ہر وہ شخص جنے کہ انبیاء صالحین وفات شدگان کو یا ملائکہ

یا جنات کو پکارا اور ان سے فریاد رسی چاہی۔ اس نے ایسے اشخاص سے مدد چاہی جو اسکی فریاد رسی نہیں کر سکتے۔ اور ان کے دُکھ و درد کو نہ دور کر سکتے ہیں اور نہ تبدیل کر سکتے ہیں۔ آج کل کے مشرکوں کی یہ عادت ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آوے تو اپنے شیخ و پیر کا نام لیکر اس کو یاد کرتے ہیں۔ اور رو رو کر اس کو پکارتے ہیں۔ گڑگڑاتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں۔ اور پیر کے نام سے اُن کی اس طرح تسلی ہوتی ہے جس طرح بچے کو ماں کے نام سے تسلی ہو جاتی ہے۔ مصیبت کے وقت اُوں یوں بھی اُٹھتے بیٹھتے اپنے پیر کا نام لیتے ہیں۔ یا ابن عباس یا محبوب وغیرہ پکارتے ہیں۔ بعض ایسے مشرک ہیں کہ خدا کی قسم جھوٹی کھاویں گے۔ مگر جب ابن عباسؓ یا کسی اور بزرگ کا نام ہو تو کبھی جھوٹی قسم نہ کھاویں گے۔ اللہ کا ڈر نہیں۔ مگر اس پیر سے زیادہ خوف کھاتے ہیں کا اگر جھوٹی قسم اس پیر کی کھائی وہ ہم کو نقصان دیگا۔ گویا خالق سے مخلوق کا ڈر اور اُس کی عزت اُنکو زیادہ ہے۔

جب دعا ہوتی ہیں یہ استہزاء دین سے ہوتا ہو اور رب العالمین کے ساتھ یوں مقابلہ ہووے تو ان ہر دو فریق میں سے کون زیادہ لائق استہزاء کے ہے۔ آیا جو مُردوں سے مانگتا ہے اور اُن سے فریاد کرتا ہے اور ایسے کاموں کی تعلیم دیتا ہے یا وہ شخص جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کو ہی پکارتا ہے جس طرح اُس کے رسولوں کا فرمان ہے۔

رسُول کی اطاعت و فرمانبرداری ہر حکم میں واجب ہے۔ اور ہم بفضل خدا سب سے زیادہ حکم رسُول کے ماننے والے ہیں۔ کیونکہ ہم جانب رسُول کی رعایت کرتے ہیں۔ اور جن باتوں کی خبر رسُول کریم نے دی ہے ہم ان کی دل و جان سے تصدیق کرتے ہیں۔ اور آپ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور جس مطلب کے لئے آپ مبعوث ہوئے اُس منشاء کا ہم پورا لحاظ رکھتے ہیں اور اس کا اتباع کرتے ہیں۔ نہ اس بات کی جسکی عملاً آپنے مخالفت کی ہے۔ اس آیت کے بموجب کہ "مومنو تم پر جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اسپر جمے رہو۔ اس کے بغیر اور دوستوں کی اطاعت مت کرو تم تھوڑی نصیحت قبول کرتے ہو۔" پھر خدا فرماتا ہے کہ "یہ قرآن مبارک کتاب ہے جس کو ہمنے نازل کیا ہے۔ اس کی تابعداری کرو۔ اور خدا سے ڈرو تا کہ تم پر رحم ہو۔"

ہم بفضل خدا دو بڑے اصول رکھتے ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں پس ہم اسی کو پکارتے ہیں۔ اور ہماری قربانی بھی اُسی کی رضا کیلئے ہے۔ ہمکو اسی ایک خدا کی امید ہے اور ہمارا بھروسہ بھی اسی ذات پاک پر ہے۔

دوم ہم خدا کی عبادت اسی طریق سے کریں جو شرع میں آیا ہے۔ بدعتیوں کے طریق پر خدا کی

عبادت نہ کریں۔ اور یہی دو اصول لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سچے معنے ہیں۔
لاالہ الا اللہ کی شہادت متضمن اس بات پر ہو کہ خالص عبادت خدا کی ہو۔ تو دل و زبان
و اعضا ہاتھ پاؤں کی محبت بغیر خدا کے اور کسی سے نہ ہو۔ خدا کے سوا کسی اور کی نہ اتنی محبت ہو نہ
ڈر نہ عزت، نہ شوق، نہ خوف ہو۔ اور محمد رسول اللہ متضمن اس بات کو ہے کہ جو فرمودہ آنحضرتؐ
ہیں ان کی دل و جان سے تصدیق کی جاوے۔ اور ہر ایک حکم میں اطاعت و فرمانبرداری ہو۔
جس بات کو رسول کریم نے ثابت کیا ہو اس کو ثابت کیا جاوے۔ اور جسکی نفی کی ہو اس کو منفی
سمجھا جاوے۔ امام بخاری نے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا میری تمام
امت جنت میں جاویگی مگر وہ شخص جسنے انکار کیا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ کون انکار کرتا ہے؟
آپ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں گیا۔ اور جسنے نافرمانی کی وہ منکر ہوا۔
اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ہمارا دین و عقیدہ و مذہب یہ ہے کہ جو شخص کسی نبی یا ولی
یا کسی دیگر صاحب کو بوقت حاجت بابرائے رفع ضرر و جلب منفعت پکارے یہ وہ شرک اکبر
ہے جسکے باعث خدا نے مشرکوں کو مشرک فرمایا جبکہ انہوں نے بھی اپنے لئے اولیاء و شفعاء مقرر
کئے ہوئے تھے جن کو وہ اپنے خیال میں نفع رساں و دفع شر کا مالک سمجھتے تھے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے
کہ "یہ مشرک خدا کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں کہ جو ان کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ ضرر
پہنچا سکتے ہیں۔ اور مشرک کہتے تھے کہ یہ ہمارے خدا کے ہاں سفارشی ہیں" رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "آپ ان مشرکوں کو فرما دیں کہ آسمان و زمین میں تو خدا کا کوئی شریک
نہیں۔ کیا تم یہ خبر خدا کو دیتے ہو کہ ضرور اس کا شریک ہے۔ خدا شریک سے پاک ہے۔ اور ذات
خدا مشرکانہ خیال سے برتر و بالا و بلند و ارفع ہے۔ پس جو اشخاص انبیاء یا اولیاء ابن عباسؓ
و ابن محجوبؓ یا ابی طالب وغیرہ سے سوال کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنا وسیلہ سمجھتے ہیں جسطرح
بادشاہوں کے درمیان پیغام رساں ہوتے ہیں۔ ان کو پکاریں۔ اور ان پر بھروسہ و اعتماد
کریں ان کو نفع رساں جانیں اور دافع مضرت سمجھیں۔ اس طرح کہ مخلوق انکو پکاریں اور وہ خدا
کو پکاریں جس طرح امیر کے مقربین لوگوں کی حاجتیں امیر سے طلب کرتے ہیں جو اُن سے
زیادہ نزدیک ہوں۔ اور لوگ بباعث ادب خود بادشاہوں سے سوال نہیں کرتے۔ یا اس لئے
کہ وہ بادشاہ کے مقربین ہوتے ہیں اُن کے ذریعہ سوال کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے تاکہ جلدی
قبول ہو۔ پس ان دنیاوی بادشاہوں کی طرح جسنے انبیاء و اولیاء کو بھی وسائط و وسیلہ بنایا

یا سمجھا تو وہ کافر مشرک ہے۔ اس کا مال حلال ہے۔ اور خون مباح ہے۔ علماء رحمہم اللہ نے اسکی تصریح کی ہے۔ اور اجماعاً ایسا ہی حکم کیا ہے۔

اقناع و شرح قناع میں لکھا ہے کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان وسائط مقرر کئے اور اُن کو حوائج میں پکارا اور اُنپر اعتماد کیا اور ان سے سوال کیا۔ ایسا شخص اجماعاً کافر ہوا۔ اس لئے کہ یہ شرک بُت پرستوں کا طریقہ ہے جو کہتے تھے کہ ہم ان کی محض اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمکو خدا کے قریب کر دیں۔

امام ابوالوفا علی بن عقیل حنبلیؒ نے فرمایا کہ جاہلوں پر جب تکلیفات آئیں تو شرع کے طریقہ سے پھر کر وہ اوضاع اختیار کئے جو اُنہوں نے خود اپنے لئے وضع کئے تھے تو یہ نئے طریقے اُن کو آسان معلوم ہوئے۔ کیونکہ یہ طریقے کسی اور کے حکم سے اختیار نہیں کئے تھے یہ امام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایسے لوگ ایسے طریقوں کی وجہ سے کافر ہیں۔ مثلاً تعظیم قبور۔ اُنکی عزت کرنا۔ قبروں سے چمٹنا جس کو شرع نے منع فرمایا ہے۔ مثلاً وہاں آگ جلانا، ان کو چومنا، بوسہ دینا، اپنر خوشبوئی ملنا۔

(۱) حاجات کے وقت مُردوں کو پکارنا، قبروں پر رقعہ لکھنا کہ اے میرے مولا! میرا یہ کام اس طرح کرے، اور تبرکاً وہاں کی خاک اُٹھانا، یا قبور پر خوشبوئی ڈالنا۔ سفر کر کے قبور کی طرف جانا اور درختوں پر چیتھڑے لٹکانا، یہ لات وعزیٰ کے پوجنے والوں کی تقلید و اقتدا ہے۔ امام بغوی شافعیؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح میں یوں فرمایا ہے کہ خدا وند تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اُن کی پرستش محض اُنکو اپنا خدا کی سامنے وسیلہ سمجھکر کرتے ہیں۔ کفار سے جب سوال ہوتا ہے کہ بتاؤ آسمان و زمین کا خالق کون ہے تو کہتے ہیں کہ خدا ہے۔ اور جب سوال ہوتا ہے کہ تم بُت پرستی کیوں کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں پوجتے۔ بلکہ ان کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہماری خدا کے دربار میں سفارش کریں گے۔ حالانکہ یہ ان کا کفر تھا۔"

پس صاحب اقناع اور ابن عقیل کے اقوال پر غور کرنے سے ثابت ہوا کہ تعظیم قبور اور قبر والوں سے طلب حاجت کرنا یا انسے خطاب کرنا کفر ہے۔

اس آیت کی تشریح میں جس میں خدا فرماتا ہے "جو لوگ خدا کو چھوڑ کر اوروں سے امداد حاصل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو محض خدا کے سامنے سفارشی جانکر پکارتے ہیں۔"

مصنف تفسیر ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ انہوں نے مقرب فرشتوں کی مورتیں اپنے خیال سے بناکر انکی پرستش کی اور ان بُتوں کو بمنزلہ ملائکہ تصور کیا۔ اس لئے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ لوگ دراصل اپنے خیال میں ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں تاکہ وہ ان کو امداد دیں۔ رزق عطا کریں یا اور دنیاوی مشکلات ان کے ذریعہ حل ہوں۔ آخرت کے تو وہ منکر تھے۔ قتادہ و سدی و مالک زید بن اسلم وابن زبیر اس آیت کی تشریح میں ان کی شفاعت کے معنی کرتے ہیں۔ اس لئے مشرک لوگ جاہلیت میں حج کے موقع پر تلبیہ میں یوں کہتے تھے "خدایا ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک ایسا شریک ہے کہ اس کا بھی تو مالک ہے یہی عقیدہ پرانے اور نئے مشرکوں کا چلا آتا ہے۔ اسی عقیدہ کی تردید کے لئے تمام انبیاء تشریف لائے۔ انبیاء نے انہیں سخت منع کیا اور خدائے واحد کی پرستش کی تعلیم دی اور سمجھایا کہ یہ عقیدہ مشرکوں کا من گھڑت ہے خدا اس سے راضی نہیں بلکہ ناراض و ناخوش ہے۔ کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک فرماتا ہے کہ ہر امت میں ہمنے رسول اس لئے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو سمجھاوے کہ تم ایک خدا کی پرستش کرو اور شرک سے بچو۔ پھر فرمایا ہے کہ آپ سے پہلے تمام پیغمبروں کو میں یہی حکم دیتا رہا کہ میں ایک خدا ہوں خاص میری پرستش کرو۔ اور خدا نے فرمایا کہ آسمان کے تمام مقرب فرشتے وغیرہ سب خدا کے بندے اور اس کے سامنے سر جھکانے والے ہیں۔ بغیر اس کی رضا کے وہ کسی کی سفارش بھی نہیں کرسکتے۔ اور یہ فرشتے ایسے نہیں کہ جس طرح امراء بادشاہوں کے سامنے سفارش کرتے ہیں۔ چاہے بادشاہ کی رضا ہو یا نہ ہو۔ پس تم خدا کے لئے ایسی مثالیں مت پیش کرو۔ خداوند تعالیٰ ایسی مثالوں سے برتر و اعلیٰ ہے" انتہےٰ۔

ۦ اے رسولؐ ان مشرکوں کو فرمادے کہ آسمان و زمین میں تم کو رزق کون دیتا ہے۔ یا سمع و بصر کا مالک کون ہے؟ اس کی تشریح امام بغوی نے یوں کی ہے کہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ سب چیزوں کا مالک جب وہ خدا کو مانتے تھے تو پھر کیوں بُت پرستی کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب مشرکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بُت پرستی درحقیقت خدا پرستی ہی ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے سفارشی ہیں یہ بزرگ یا ملائکہ ہم کو خدا کے نزدیک کردینگے۔ لیکن ان کے مختلف طریقے تھے۔ ایک فرقہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم براہ راست خدا کی عبادت کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ کیونکہ خدا بہت بڑی عظیم الشان ہستی ہے ہم بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم جیسے ادنےٰ آدمی اُن کے ذریعہ بارگاہ الٰہی تک پہنچ سکیں ایک فرقہ کا یہ خیال تھا کہ فرشتوں کا اللہ تعالےٰ کے ہاں ایک خاص مرتبہ ہے ہم نے ان کے بت

بُت بنا رکھے ہیں کہ ان کی عبادت سے خدا کا تقرب حاصل ہو۔ ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ یہ بُت صرف بطور قبلہ کے ہمارے سامنے ہوتے ہیں جیسا کہ کعبہ عبادت کے وقت قبلہ ہوتا ہے۔ ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ہر فرشتے کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے ایک شیطان بطور موکل کے مقرر کیا ہے جو بُت کی عبادت خوب اچھی طرح سے کرتا ہے شیطان اُس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ اور جو اُس بُت کی عبادت نہیں کرتا شیطان اسکو اللہ کے حکم سے تکلیف پہنچاتا ہے۔

ان ائمۂ دین کی تصریحات کو دیکھیئے کہ ان مشرکین نے غیر اللہ کی عبادت صرف اس لئے کی کہ تقرب بارگاہ الٰہی حاصل ہو۔ اور انکو بطور شفیع پکارا اور ان سے دعا کی۔ اور یہ بھی کہا کہ یہی وہ شبہ ہے کہ جس میں عہد گذشتہ کے مشرکین اور آج کل کے مشرک مبتلا ہیں۔ اور اسی کی تردید و تغلیط کے لئے اللہ تعالےٰ نے انبیاء و رسل کو بھیجا۔ شیخ بکری نے آیۃ مذکورہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ اُنہوں نے اپنے معبودان باطل کو شفیع بنایا تھا اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اس کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ بھی قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے جن کی عبادت کی اور طلب شفاعت کی اور ذریعہ تقرب بارگاہ الٰہی سمجھا حاشا و کلّا کہ انہوں نے ان معبودوں کو اپنا خالق یا رازق سمجھا ہو۔ بلکہ وہ سب کے سب اس کا اقرار کرتے تھے کہ بارش کا اُتارنے والا، اناج پیدا کرنیوالا، رزق دینے والا اللہ ہی ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے جیسا کہ فرمایا " ان مشرکوں سے دریافت فرما کہ آسمان و زمین میں رزق کون دیتا ہے اور کان و آنکھ کا مالک کون ہے۔ اور مُردہ سے زندہ اور زندہ سے مُردہ کون کرتا ہے اور تمام کاموں کا بند و بست کس کے قبضہ میں ہے؟ تو اس کے جواب میں سب مشرک یکزبان ہو کر کہیں گے کہ ان سب کا کرنیوالا ایک خدا ہے۔ پھر آپ ان کو فرماویں کہ پھر تم کیوں خدا سے نہیں ڈرتے کہ اُسکے ساتھ شرک کرتے ہو" پھر خدا فرماتا ہے کہ "اگر ان مشرکوں سے سوال کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا اور ان میں سورج و چاند کو کس نے مسخر کیا۔ تو سب کہیں گے کہ خدا نے کیا ہے۔ تو پھر توحید سے کیوں مُڑتے اور منکر ہوتے ہیں" پھر خدا نے فرمایا کہ مشرکو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ یہ زمین اور اس کی تمام چیزیں کس کی ہیں۔ فوراً یہ کہیں گے کہ خدا کی ہیں۔ پھر آپ انکو کہیں کہ جان پہچان کر پھر کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور فرمایا:۔

"پوچھ ان مشرکوں سے سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے جواب میں مشرک کہیں گے کہ خدا ہی ہے۔ آپ اُن سے کہیں کہ پھر تم کیوں اس خدا سے نہیں ڈرتے۔ پھر فرمایا کہ:۔

ہ مشرکو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ہر ایک چیز کا اختیار مند کون ہے۔ وہی بچاتا ہے۔ اُس کو کوئی بچانے والا نہیں۔ سب کہیں گے کہ خدا ہی۔ آپ ان سے فرمادیں کہ جانتے پہچانتے ہوئے پھر تمہیں نادانی کا کیا بھوت سوار ہو جاتا ہے کہ شرک کرتے ہو"

ان کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے حضور اپنا سفارشی سمجھتے تھے پھر اسی عقیدہ کی بندش کیلئے خدا نے مختلف اوقات میں رسول بھیجے جنہوں نے انکو ان بُرے عقیدوں سے منع کیا۔

شفاعت

خدا نے فرمایا کہ شفاعت کا اختیار سب خدا کے ہاتھ ہے۔ اور بغیر اُس کے اذن کے کسی کو اس کے پاس سفارش کی مجال نہیں۔ اور خدا بھی اس کو اجازت دیتا ہے جسکے اعمال و افعال درست ہوں۔ جب خدا بغیر توحید کے اور کسی چیز سے راضی نہیں تو شفاعت بھی ان قیود سے مقید ہوئی۔ خدا فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکوں نے خدا کے سوا اوروں کو اپنا سفارشی سمجھ لیا ہے آپ ان کو کہدیں کہ اگر تمہارے یہ معبود نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ان کو عقل ہو تب بھی تم ان کو اپنا سفارشی سمجھوگے۔ آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ تمام شفاعت کا اختیار خدا کا ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ خدا کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست اور نہ کوئی سفارشی ہے۔ پھر فرمایا کہ بغیر اذن خدا کون اس کے سامنے سفارش کرسکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ "قیامت کے دن خدا کی رضا و اذن کے بغیر کسی کی سفارش نفع مند نہیں ہوسکتی۔" پھر فرمایا کہ "آسمان کے بہت سے ایسے فرشتے ہیں کہ بغیر اذن و رضائے خدا اُن کی شفاعت و سفارش کچھ بھی نفع رساں نہیں۔" پھر فرمایا کہ "خدا کے سامنے اس کے اذن کے بغیر کوئی سفارش فائدہ مند نہیں۔"

بخاری و مسلم میں دونوں جہانوں کے سردار اشرف المخلوقات سرور کائنات فخر موجودات سے یوں روایت آئی ہے کہ قیامت کو میں عرش کے نیچے آکر سربسجود ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کہونگا۔ مجھپر خدا کی حمد و ثنا کے وہ دروازے کھل جائینگے جو اسوقت میرے خیال میں بھی نہیں۔ جب تک خدا کی رضا ہو گی اُسوقت تک میں سربسجود رہونگا۔ ارشاد باری تعالے ہو گا کہ محمدؐ! سر اُٹھائیے! آپ سوال فرمائیں میں قبول کرونگا۔ اور شفاعت کرو۔ آپکی شفاعت منظور ہوگی۔ اور فرمایا کہ پھر میرے لئے ایک حد مقرر ہوگی۔ پھر امت کو میں جنّت میں داخل کرونگا۔ پھر دوبارہ ایسا کروں گا۔ اسی طرح چار مرتبہ کا ذکر سرور کائنات نے فرمایا ہے جس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اے رسولؐ پاک

اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرا جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ترساں ہیں۔ ان کا سوائے خدا کے نہ کوئی دوست نہ سفارشی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام بغوی نے فرمایا کہ اس آیت میں خدا نے شفاعت کی بالکل نفی ہی کر دی حالانکہ آخرت میں شفاعت ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ چونکہ بغیر اذن خدا کے نہیں ہوگی۔ تو گویا خدا کے سوا شفاعت ہی موجود نہیں۔ اس میں مقصد مراتب کا بتانا ہے۔ اور نفی والا جملہ یحشروا کی ضمیر سے حال واقع ہوا ہے۔ اور یہ محل خوف ہے۔ مراد اس سے گنہگار مومن نہیں۔ اور جس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اس دن رحمٰن کی رضا کے بغیر شفاعت بے سود ہے اس کی تشریح میں کہا ہے کہ آیت میں ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت فقط مومنوں کے لئے ہے۔

اس آیت کی تشریح میں جس میں ذکر ہے کہ اے محمدؐ ان کو کہدو کہ آسمان و زمین کا مالک کون ہے۔ کہدے کہ خدا ہی ہے۔" حافظ عماد الدین بن کثیر نے فرمایا کہ اس آیت میں خدا نے اپنی الوہیت ثابت کی ہے ورنہ خالق زمین و آسمان تو وہ بھی مانتے تھے اور مدبر آسمان و زمین خدا کو جانتے تھے اپنے دوسرے معبودوں کو مخلوق خدا جانتے تھے جس طرح حج کے موقعہ پر ان کے تلبیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کہتے تھے ایخدا ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر ایک ایسا شریک ہے۔ کہ اس کا بھی تو مالک ہے اور وہ خود مالک نہیں۔ اور خدا نے فرمایا کہ مشرک کہتے ہیں کہ ہم ان معبودوں کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمکو خدا تک پہنچا دیں۔ اسی بات کا انکار خدا نے فرمایا کہ تمھارا یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ بغیر اذن خدا نہ کوئی سفارش کرسکتا ہے اور نہ کوئی سفارش فائدہ مند ہوسکتی ہے اوّل سے آخر تک ان خیالات کے ردّ کرنے کیلئے خدا نے رسول بھیجے ہیں اور انبیاء نے انکو ایسے عقیدوں سے منع کیا اور ماسوائے اللہ کی عبادت سے روکا۔ کفار نے ان انبیاء کی تکذیب کی اور نہ مانا۔ انتہیٰ۔

مقصود یہ ہے کہ وہ کون سا شرک تھا جس کی بنا پر رسول کریمؐ نے مشرکوں سے جنگ کی۔ حالانکہ وہ بھی یہ کہتے تھے اور اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم خدا کی طرف اُن کے ذریعہ سے تقرب حاصل کرتے ہیں تاکہ خدا کے ہاں یہ ہماری سفارش کریں۔ وہ یہی شرک تھا کہ اپنے معبودوں کو واسطہ و سفارشی سمجھتے تھے اور مُردوں سے بوقت حاجت استغاثہ کرنا اور اُن سے امداد چاہنا یہ بھی شرک اکبر میں سے ہے جس کی وجہ سے خدا نے مشرکوں کو کافر فرمایا؛

مقصد اس کلام کا یہ ہے کہ شفاعت بغیر اذن خدا نہیں۔ اور خدا کا اذن اس کے لئے ہے جس کے اعمال و اقوال کو خدا پسند فرماوے اور خدا توحید کو ہی پسند فرماتا ہے جس طرح گذشتہ

دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ رسل و ملائکہ خدا کے مقرب ہیں۔ خدا کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتے جس کے لئے خدا کی مرضی ہوگی اسی کی سفارش ہوگی؛

گویا سفارش درحقیقت خدا کی ہے کیونکہ اُس کی مرضی کے بغیر تو ہو ہی نہیں سکتی اس لئے اس سفارش کو خاص اپنی طرف نسبت فرمایا۔ یہ خدا کے ارادہ سے ہے۔ اور ارادہ اس کے لئے ہے جس پر خدا کا رحم ہے۔ یہ اس شفاعت کے برخلاف ہی جو مشرکوں کا عقیدہ تھا جسکو خدا نے باطل و غلط قرار دیا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ "اُس دن کے عذاب سے ڈرو کہ کوئی نفس کسی نفس کو فائدہ نہیں دیسکیگا۔ اور نہ کسی کا جرمانہ قبول ہوگا۔ اور نہ کسی کی شفاعت سُنی جائیگی"۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ "خدا کے راہ میں مال کو اُس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو کہ اُسدن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی اور نہ شفاعت کام آویگی"۔

لہذا کامیاب و نیک بخت اہل توحید ہی ہونگے جن کو سیّد الشفعاء پیغمبر خدا کی شفاعت قیامت کے دن نصیب ہوگی جس طرح نصوص سے ثابت ہے۔ بخاری نے ابوہریرہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا قیامت کو میری شفاعت کے لئے سب سے زیادہ سعید وہ شخص ہوگا۔ جس نے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" خلوص قلب سے کہا۔ عوف بن مالک نے رسول کریم سے نقل کیا کہ "رب کی طرف سے میرے پاس ایک آنیوالا آیا اُس نے مجھے اختیار دیا کہ یا نصف امّت جنّت میں داخل کرالو یا شفاعت قبول کرلو۔ تو میں نے شفاعت کو قبول کرلیا۔ یہ شفاعت اُس شخص کے حق میں ہوگی جو مرتے دم تک توحید پر قائم رہا ہو" اس کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اہل توحید ہی اس شفاعت کے مستحق ہونگے۔ اور یہ کامیابی اُن کے نصیب ہوگی۔ جو کھرے کھرے خالص سچے موحّد ہیں۔ اور تعلقات شرکیہ سے پاک ہیں۔ ان کو ہی خدا پسند فرمائیگا۔ چنانچہ خدا نے فرمایا ہے کہ "انبیاء وغیرہ بغیر خدا کی پسندیدگی کے کسی کیلئے بھی شفاعت نہیں کرینگے"۔ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ جس شخص کی بات و عمل کو جب تک پسند نہ کرلے اُس وقت تک کوئی شفاعت نہیں کرسکتا۔ اُس دن شافع کو اذن ہوگا اور جس کے لئے شفاعت کی جاتی ہے اُس کو خدا پسند فرمائیگا۔ تب شفاعت ہوگی۔ نہ مشرک ہی خدا کو پسند ہے۔ اور نہ مشرک کا قول ہی پسند ہے۔ پس شفاعت کنندگان کو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت ہی نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا نے اس کو دو امروں سے معلق کیا ہے۔ اوّل جس کیلئے شفاعت ہو اُس سے خدا راضی ہو۔ دوم یہ کہ شافع کو اذن ہو۔ لہذا جب تک یہ دونوں امور نہ ہوں شفاعت نہیں ہوسکتی۔ شفاعت حقیقت میں خاص خدا کے حکم

سے ہے۔ اذن دینے والا، شفاعت قبول کرنے والا اور بندہ کے اعمال و اقوال کو پسند کرنے والا خدا ہی ہے اور یہ توفیق بھی خدا کی طرف سے کہ اس کو اس کے لائق بنایا کہ اس کی شفاعت منظور ہوئی اور اس نے ایسے نیک اعمال کئے جن کی بناء پر اس کو یہ درجہ نصیب ہوا۔ یہ سب خدا کے فضل سے ہے۔"

اہل توحید پر خدا کی مہربانی ہے کہ ان کے حق میں شفاعت قبول کرتا ہے۔ اور ان کے گناہ معاف فرماتا ہے اور انبیاء و اولیاء کے ذریعہ اس لئے ایسا کرتا ہے کہ اُن کی عزت و کرامت ثابت فرما وے کہ یہ میرے پسندیدہ بندے ہیں جن کی سفارش میں قبول کرتا ہوں جس شفاعت کی قرآن کریم نے نفی کی ہے وہ ہے جس میں شرک ہے۔ اور جو شفاعت ثابت ہے وہ اہل توحید کے لئے ہے چنانچہ ابوہریرہؓ وعوف والی مذکورہ بالا احادیث سے ہی ظاہر ہے۔ آیت۔ "کیا ان مشرکوں نے خدا کو چھوڑ کر اوروں کو شفعاء سمجھا ہے۔ اے رسول ان کو کہدے کہ اگرچہ تمہارے یہ معبود نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ان کو عقل ہو۔ پھر بھی تم ان کو شفاعت کا مالک سمجھوگے۔ نہیں بلکہ شفاعت کا تمام اختیار خدا کا ہے"۔ پھر دوسری آیت میں فرمایا" یہ مشرک بغیر خدا کے ایسے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر دیسکتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ یہ ہمارے خدا کے یہاں سفارشی ہیں۔ آپ ان سے کہدیں کہ تم خدا کو آسمان و زمین کی چیزیں بتاتے ہو خدا کو تو کوئی زمین و آسمان میں سفارشی نظر نہیں آتا۔ خدا ان مشرکوں کے افتراء سے پاک ہے"۔ پس ان آیات میں بیان فرمایا کہ شفعاء ماننے والے مشرک ہیں۔ اور شفاعت ان کے بنانے سے نہیں بنتی۔ بلکہ خدا کے اذن سے ہوگی۔ شافع کو اذن دیگا اور مشفوع لہٗ کو خدا پسند فرمائیگا جسطرح پہلے اس کا بیان گذرا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب و سنت سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ محبوب، یا ابن عباسؓ یا انبیاء یا ملائکہ یا اولیاء کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ جانتے ہیں تاکہ یہ انکے حق میں سفارش کریں۔ کیونکہ ان کا درجہ خدا کے بہت نزدیک ہے جس طرح بادشاہوں کے یہاں ہوتا ہے۔ پس ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک کافر ہے۔ اُس کا خون روا اور مال مباح ہے اگرچہ "اشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله" پڑھے اور نماز روزہ پر بھی عامل ہو۔ اور خود کو مسلمان کہے پھر بھی اس کے اعمال باطل ہوئے۔ اس کی دنیا کی کمائی برباد ہوئی اور وہ یہ خیال کئے بیٹھا ہے کہ وہ اچھا کرتا ہے۔ جو شخص آیات قرآنی میں غور کرے اُسے صاف معلوم ہوگا کہ جن مشرکوں سے رسول کریم نے جنگ کی تھی وہ بھی مانتے تھے کہ آسمان و زمین تمام

کائنات کا خالق مالک رازق خدا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں خدا کی مخلوق ہیں۔ ان پر اُسی کا حکم وقہر ہے اور اسی کے اختیار واقتدار میں ہیں۔ جس طرح خدا نے خود مشرکوں کے عقیدے کو سورۂ یونس و سورۂ مومنین وعنکبوت وغیرہ سورتوں میں بیان فرمایا ہے۔ اور صریح اس کو معلوم ہوگا کہ مشرک بھی اپنے پہلے زمانہ کے گذرے ہوئے صالحوں کو پکارتے تھے۔ چنانچہ خدا نے سورۂ سبحان و مائدہ وغیرہ میں یہ ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح وہ ملائکہ کو پکارتے تھے۔ اور اُن کی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ سورۂ فرقان ونجم میں مذکور ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکوں کا عقیدہ صرف شفاعت وتقرب الی اللہ تھا۔ چنانچہ ان کا بیان سورۂ یونس وزمر وغیرہ میں موجود ہے۔ اب یہ بات ظاہر ہوئی کہ قرآن مجید نے تین مسائل کی تصریح کی ہے۔ اوّل یہ کہ مشرک توحید ربوبیت کے قائل تھے یعنی خدا کو تمام کا رب مانتے تھے۔ دوّم وہ صالحین کو پکارتے تھے۔ سوم یہ کہ ان کا ارادہ محض ان کی سفارش تھا۔ پس آج کل قبور کے پاس جو کچھ بوقت حاجت ومصیبت اور طلب منفعت کے لئے کیا جاتا ہے یہ وہی شرک اکبر ہے جس کے باعث خدا نے مشرکوں کو کافر ٹھیرایا۔ یہ مشرک بھی خدا کو مخلوق کے ساتھ مشابہ کرتے ہیں۔ ایسی باتوں کی تردید میں جو بیان قرآن مجید واہل علم کے کلام میں مذکور ہے وہ اس قدر ہے کہ ہم اس کو تمام وکمال یہاں نہیں لکھ سکتے۔

وسیلہ

بادشاہ اور لوگوں کے درمیان جو واسطے ہوتے ہیں وہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل بادشاہ کو جن باتوں کی خبر نہ ہو اُن کی خبر کرنا۔ جو یہ کہے کہ خدا بھی بندوں کے احوال سے اُس وقت تک باخبر نہیں ہوتا جب تک انبیاء واولیاء اس کو نہ بتائیں، تو وہ کافر ہے۔ خدا پر تو آسمان وزمین کی تمام مخفی وظاہر چیزیں خود آشکارا ہیں۔ دوّم بادشاہ مددگاروں کے بغیر انتظام ملک ودفع اعداء نہیں کرسکتا۔ اس لئے اُس کو معاونین کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بغیر معاونین کے عاجز ہوتا ہے۔ خدا ایسا نہیں۔ نہ اس کا کوئی مددگار ہے نہ معاون۔ وہ ان کی حاجت ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ وجود میں جتنی اشیاء ہیں خدا ہی ان کا خالق ومالک ہے۔ وہ تمام ماسوا سے غنی ہے۔ کُل ماسوا اس کی محتاج ہے۔ بادشاہ ایسے نہیں بلکہ اپنے معاونین کے وہ خود محتاج ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ معاونین بادشاہوں کے شریک ہیں۔ خدا کا ملک میں کوئی شریک نہیں وہ واحد لاشریک ہے۔ اور وہی لائق ملک وحمد کے ہے۔ اس لئے اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس کے پاس شفاعت نہیں کرسکتا۔ نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی مرسل نبی شفاعت کرسکتا

ہے چہ جائیکہ اور کوئی کر سکے۔ جو شخص بغیر اذن کسی کے پاس سفارش کرتا ہے۔ گویا وہ اُس کا حصول مطلوب میں شریک ہے۔ اور وہ اثر ڈالکر اپنی سفارش کے ذریعے سے اس سے اپنا مطلب نکالتا ہے۔ خدا کا کسی وجہ سے کوئی شریک نہیں ہے۔ سوم۔ بادشاہ کے لئے جب تک کوئی باہر سے تحریک دینے والا نہ ہو وہ رعیت پر احسان کرنے کے لئے متوجہ نہیں ہوتا یا جب تک بادشاہ کو اُس کا ناصح یا اس کی تعظیم کرنے والا نہ سمجھاوے۔ یا ایسا شخص جس سے بادشاہ کو خوف ہو۔ یا اُس سے کوئی امید نہ ہو تب تک بادشاہ رعیت کی بہتری کے لئے متوجہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس خدا ایسا نہیں بلکہ وہ تو ہر چیز کا مالک و رب وارحم الراحمین ہے۔ ماں سے زیادہ مہربان ہے۔ اور تمام اسباب اس کی مشیت سے ہیں جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔ خدا کی جب مرضی ہوتی ہے کہ ایک کو دوسرے سے نفع پہنچائے۔ تو ایک کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ وہ دوسرے پر احسان کرتا ہے۔ یا اس کے لئے دعا مانگتا ہے۔ یا اس کی سفارش کرتا ہے۔ یہ سب کام خدا کے ہیں۔ اور خدا نے ہی اس محسن کے دل میں احسان اور دعا کرنے والے کے دل میں دعا و سفارش کا خیال ڈالا۔ ایسا ہو نہیں سکتا کہ خدا کو اس کی مرضی کے برخلاف کوئی مجبور کرے یا جو خدا کو معلوم نہیں وہ خدا کو بتلائے۔

شفعاء جو خدا کے پاس سفارش کرتے ہیں۔ وہ اس کے اذن کے بغیر سفارش نہیں کر سکتے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بخلاف اس کے دنیاوی محتاج بادشاہوں کے پاس سفارشی ان کے ملک میں ان کا شریک ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات وہ سفارشی بادشاہوں کے ملکی معاملات میں معاون و مددگار ہوتے ہیں ایسے لوگ بادشاہوں کے اذن کے بغیر بھی لوگوں کی سفارش کر سکتے ہیں۔ بادشاہ ان کی سفارش اکثر اس لئے سُنتا و قبول کرتا ہے کہ اُس کو بھی ان کی حاجت ہوتی ہے۔ اور ان کے احسان کا بدلہ پورا کرنے کے واسطے ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ اپنی بیوی و فرزند کی بھی سفارش اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ ان کا بہت سی باتوں میں محتاج ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر بیٹا و زوجہ اس کے برخلاف ہو جائیں تو اس کو بڑی تکلیف ہو۔ بادشاہ اپنے غلاموں کی سفارش بھی اس لئے قبول کرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر وہ اس کی پوری اطاعت نہ کریں۔ اور بھائی کی اس لئے کہ وہ اُس کو نقصان نہ پہنچائے۔

انسانوں کی آپس میں کی تمام سفارشیں اسی قسم کی ہیں۔ دنیا میں کوئی کسی کی سفارش

قبول نہیں کرتا جب تک کہ اس سے کوئی مطلب نہ ہو یا اس سے خوف نہ کرتا ہو۔ خدا نہ کسی سے امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی کسی کا محتاج ہے۔ وہ اپنے ماسوا سے غنی ہے اور مخلوقات اس کی محتاج ہے۔ مشرک لوگ مخلوق میں سے نیک لوگوں کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کی تردید فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے ایسے معبود مقرر کئے ہیں جو ان کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ ان کا خیال ہے کہ خدا کے یہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ آسمان وزمین میں نہ تو میرا کوئی شریک ہے نہ میرے سامنے سفارشی ہے۔ خدا ان مشرکانہ خیالات سے برتر و اعلیٰ ہے" پھر فرمایا کہ "تمہارے مزعومہ خدا نہ دُکھ دُور کر سکتے ہیں۔ اور نہ نفع رسانی کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹا بھی نہیں سکتے۔ یہ اُن مشرکوں کا بیان ہے جو خدا کے یہاں اس کے نیک بندوں کو جو خود خدا کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔ اس لئے خدا نے خبر دی کہ خدا کے بغیر تم جن کو پکارتے ہو وہ نہ دُکھ دور کر سکتے ہیں اور نہ دکھ کو پھیر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ خدا کے نیک بندے خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور خدا کی نزدیکی چاہتے ہیں"۔ پس جن ملائکہ و انبیاء کو یہ مشرک اپنا واسطہ سمجھتے تھے اس کی خدا نے نفی کی۔ جس کو خدا نے ہدایت کی ہے اس کے لئے ہمارا یہی بیان کافی ہے۔ اور جس کی آزمائش خدا کو منظور ہے اُس کے لئے کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ جس کو خدا ہدایت کرے وہی راہ راست پر ہوگا جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ اس کیلئے نہ کوئی دوست اور نہ ہادی تلاش کر سکتے ہیں۔"

دوسرا مسئلہ

لوگوں نے سوال کیا کہ اگر کوئی نہ زکوٰۃ دے، نہ نماز پڑھے صرف "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھے کیا ایسا شخص مومن ہے؟

ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جو شخص "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہکر بھی اپنے شرک پر قائم رہے۔ اور مردوں کو بوقت حاجت پکارے اور دفع تکلیفات کے لئے ان سے امداد طلب کرے تو ایسا شخص مشرک کافر ہے۔ اس کا خون مباح اور مال لوٹنا روا ہے۔ اگرچہ یہ شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے، نماز پڑھے، روزہ رکھے، اور دعوائے اسلام کا بھی کرے جیسا اوپر گذرا۔ لیکن اگر ایک شخص خدا کو واحد جانتا ہے اور شرک نہیں کرتا۔ مگر نہ نماز پڑھتا ہے نہ

زکوٰۃ دیتا ہے۔ اور ان ہردو کو واجب نہیں جانتا تو ایسا شخص اجماعاً کافر ہے۔ ہاں اگر ان کا واجب ہونا مانتا ہے۔ لیکن سستی سے نماز چھوڑ دیتا ہے ایسے شخص کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے۔ اجماع علماء حجت ہے۔ یہ اجماع ضلالت پر نہیں ہوتا۔ اور جب علماء میں نزاع ہو اُس وقت فیصلہ اللہ و رسول کے کلام سے ہوگا۔ ایک عالم مطلقاً معصوم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بعض باتیں قابل تسلیم ہوتی ہیں بعض نہیں ہوتیں۔ یہ خاصہ رسُول کریم کا ہے کہ آنجناب کی ہر بات قابل تسلیم و واجبِ تعمیل ہے۔ دوسرا کوئی شخص اُن کے ساتھ اس مرتبہ میں برابر نہیں ہو سکتا خدا فرماتا ہے: "اپنے تنازعات میں آخری فیصلہ خدا و رسُول کا قبول کیا کرو" علماء نے فرمایا کہ بعد از وفاتِ رسُول کریم، خدا و رسول کا فیصلہ قرآن و حدیث کو کہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ جس بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے۔ اس کا فیصلہ اللہ سے کراؤ۔ خدا نے اس کی مذمت فرمائی جو کتاب اللہ کو چھوڑ کر تنازع کے وقت کسی غیر کو اپنا حکم و منصف بنالے۔ خدا منافقوں کی بُرائی کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ "ان منافقوں کو جب اللہ و رسول کے احکام کی طرف بلایا جائے تو آپ منافقوں کو آپ سے پھرتا ہوا دیکھتے ہیں"

اس کے بعد معلوم ہو کہ بغیر انکار سستی سے تارک صلوٰۃ کی نسبت علماء کا یہ اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول و امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور انہوں نے عبادہ بن صامت کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ میں نے رسُول کریم سے سُنا آپ نے فرمایا کہ بندوں پر خدا نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو اُن کو بجا لاوے خدا کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریگا۔ اور جو ان کو نہ بجا لاوے اس سے خدا کا عہد نہیں اگر چاہے اس کو عذاب کرے یا معافی دیوے۔ اور ہمارے امام احمد بن حنبلؒ و شافعیؒ کی ایک رائے و اسحٰق بن راہویہ و عبداللہ بن مبارک و نخعی و حاکم و ایوب سختیانی و ابو داؤد و طیالسی وغیرہ بڑے بڑے ائمہ و تابعین کی یہ رائے ہے کہ ایسا شخص کافر ہے۔ اسحٰق بن راہویہ نے اس کو اجماعی طور پر نقل کیا ہے۔ اس سے شیخ احمد بن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب شرح الاربعین و کتاب زواجر عن اقتراف الکبائر میں جمہور صحابہؓ کا قول اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام ابو محمد بن حزم نے فرمایا کہ تمام صحابہ و تابعین تارک الصلوٰۃ کو مطلقاً کافر کہتے تھے۔ اور اُس پر مرتد ہونے کا فتوے لگاتے تھے۔ چنانچہ انہی میں سے جو تارک الصلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ و عبداللہؓ بن عمرو و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و معاذؓ بن جبل و جابر

بن عبداللہ وعبدالرحمٰن بن عوف وابوالدرداء وابوہریرہؓ وغیرہ صحابہ ہیں۔ ان مذکورہ بالا اصحاب کی رائے سے مخالف کسی صحابی کی رائے ہم کو معلوم نہیں۔ اور ان بزرگوں نے مذکورہ بالا حدیث کہ "اگر چاہے تو عذاب کرے اور چاہے تو بخش دے" کا جواب یہ دیا ہے کہ مراد اس سے عدم محافظت علی الصلوٰۃ فی اوقاتہا ہے۔ بر سبیل ان آیات واحادیث کے جو ان کی بابت و ترک کی بابت وارد ہوئی ہیں۔ تارک صلوٰۃ کے کفر پر انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو صحیح مسلم نے جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ "رسول کریم نے فرمایا کہ آدمی کے شرک وکفر میں ترک صلوٰۃ کا فرق ہے"۔ بریدہ بن خصیب سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے رسول کریم سے سنا کہ فرماتے تھے "ہمارے اور کفار کے درمیان وعدہ وفرق نماز ہے جس نے نماز ترک کی وہ کافر ہوا"۔ اس کو امام احمد واہل سنن نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کی سند شروط مسلم کے ماتحت ہے۔ رسول کریم کے آزاد کردہ ثوبان سے روایت ہے کہ اسنے کہا میں نے رسول کریم سے سنا کہ بندہ اور کفر اور ایمان کے درمیان فرقِ نماز ہے۔ جب نماز ترک کرے وہ مشرک وکافر ہوتا ہے اس کی سند بھی شروط مسلم کے ماتحت صحیح ہے۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نبیؐ کریم سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نے ایکدن نماز کا ذکر فرمایا۔ پس آپنے فرمایا جو ان نمازوں کی نگہداشت کریگا یہ نمازیں اس کے لئے نور وبرہان ہونگی۔ اور قیامت کو باعث نجات ہونگی۔ جو محافظت نہ کرے اس کو نہ نجات نہ برہان اور نہ نور ہوگا۔ قیامت کے دن یہ شخص فرعون وہامان وقارون وابی خلف کے ہمراہ ہوگا۔ اس کو امام احمد وابن حبان و ابوحاتم نے اپنی صحیح کتاب میں نقل کیا ہے۔ عبادہ بن صامت سے روائت ہے کہ مجھے رسول کریمؐ نے وصیت فرمائی۔ فرمایا اللہ کے ہمراہ کسی کو شریک نہ کرو اور عمداً نماز نہ چھوڑ۔ جس نے نماز ترک کی پس وہ ملت دین سے خارج ہوا۔ اس کو عبدالرحمٰن بن حاتم نے اپنے سنن میں روایت کیا ہے۔ معاذؓ بن جبل سے روائت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا "جسنے عمداً فرض نماز ترک کی خدا اس سے بیزار اور وہ خدا کے ذمہ سے خارج ہے۔ اس کو امام احمد نے روائت کیا ہے۔ ابودرداءؓ سے روائت ہے کہ مجھے رسول کریم نے وصیت فرمائی کہ قصداً نماز نہ ترک کروں۔ اور جسنے جان بوجھکر نماز ترک کی اس سے خدا کا ذمہ دور ہوا۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روائت کیا ہے۔ معاذ بن جبل رسول کریم سے یوں روایت فرماتے ہیں کہ آں جناب نے فرمایا تمام کاموں کا سردار اسلام ہے اور ستون اسکا نماز ہے۔ عبداللہ بن شقیق عقیلی سے روائت ہے کہ اصحاب رسول کریم نماز کے سوا اور

کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے ۔ اس کو ترمذی نے نقل کیا ہے ۔
ان مذکورہ احادیث و اجماع صحابہ وغیرہ سے ثابت ہوا کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے ۔ یہی مذہب جمہور علماء تابعین و تبع تابعین کا ہے ۔ سستی سے جو نماز ترک کرے اُس کے قتل کرنے پر سب علماء کا اتفاق ہے ۔ مگر امام ابوحنیفہؒ و محمد بن شہاب زہری و داؤد کہتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ مفروضہ کو موت تک قید کیا جائے ۔ یا توبہ کرے ۔ اور جس شخص نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت فرماتے ہیں " مجھے اُس وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے جب تک " لا الٰہ الا اللہ " پڑھیں جب " لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تو ان کا خون و مال مجھ پر حرام ہو گیا یعنے اب ان کا مارنا و لوٹنا ناروا ہے مگر حقوق اسلام میں خون کا بدلہ لیا جائیگا " یہ استدلال ان کا درست نہیں ۔ اس لئے کہ یہ حجت ان لوگوں کی ہے جو تارک صلوٰۃ کے قتل کے قائل ہیں ۔ چنانچہ اس کا بیان آئندہ آئیگا ۔ جمہور نے تارک صلوٰۃ کے قتل پر کتاب و سنت سے استدلال کیا ہے ۔ کتاب اللہ کی دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے مشرک جہاں ملیں انکو قتل کرو ۔ یہاں تک کہ خدا فرماتا ہے اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کو معاف کر دو چھوڑنے کی ایک شرط شرک سے توبہ کرنا ہے ۔ دوم نماز ۔ سوم زکوٰۃ جب یہ تینوں امور موجود نہ ہوں تو ان کے قتل سے رُک نہیں سکتے ۔ اور نہ انکو چھوڑا جا سکتا ہے ۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جو شخص خاص خدا کی عبادت کرتا ہوا ، نماز ادا کرتا ہوا اور زکوٰۃ دیتا ہوا دنیا سے چل بسے خدا اس سے راضی ہو گا ۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ مختلف باتوں و خیالات کے ظاہر ہونے سے پہلے جو دین خدا کی طرف سے انبیاء لائے اور لوگوں کو پہنچایا وہی دین ہے ۔ اس بات کی تصدیق اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر توبہ کریں یعنی بُت پرستی ترک کر دیں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُن کو چھوڑ دو ۔ دوسری آیت میں یوں آیا ہے کہ اگر توبہ کریں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں ۔ احادیث کی دلیل صحیحین میں ابن عمر سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا مجھے اُس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم ہے جب تک وہ " لا الٰہ الا اللہ " نہ کہیں ۔ جب کہدیں تو ان کا مال بچگیا اور جان محفوظ ہو گئی ۔ مگر اسلامی حقوق میں اگر خون کریں تو اُن سے بدلہ لیا جائیگا اور اُن کا حساب خدا کے ساتھ ہے ۔
عصمت مال و جان کو شہادتین و نماز و زکوٰۃ سے معلق کیا ، حضرتؐ نے عمان والوں کو ایک خط بدیں مضمون لکھا کہ " یہ خط محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے عمان والوں کو لکھا جاتا ہے ۔ بعد از صلوٰۃ و درود تمکو معلوم ہو کہ " لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " کا اقرار کرو ، زکوٰۃ دو ، اور مسجدیں بناؤ

ورنہ میں تم سے جنگ کرونگا" یہ روایت طبرانی و بزاز کی حافظ ابن رجب حنبلی صاحب شرح اربعین میں لائے ہیں۔ ابن شہاب حنظلہ علی بن اسجع سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے خالدؓ بن ولید کو بھیجا اور حکم دیا کہ پانچ باتوں پر لوگوں سے جنگ کرو۔ جس نے ایک بات بھی ترک کی اس پر جنگ کرو۔ جس طرح پانچ کے لئے جنگ کرتے ہو۔ ایک" لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ دوم نماز۔ سوم زکوٰۃ۔ چہارم روزۂ رمضان۔ پنجم حج بیت اللہ شریف" سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اگر لوگ صرف حج کو چھوڑیں تب بھی ہم اُن سے لڑیں گے۔ جس طرح ہم نماز و زکوٰۃ کے ترک پر لڑتے ہیں"

حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب وسنت و اجماع سے ظاہر ہے کہ جب تک شہادتین و نماز و زکوٰۃ نہ ہو اس وقت تک ان سے لڑنا جائز ہے۔ شرح اقناع میں لکھا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جماعت شرائع اسلام میں سے کسی ایک بات سے بھی پھرے یا نہ کرے اُس سے جنگ واجب ہے یہاں تک کہ تمام دین خدا کا مانا جاوے۔ جس طرح محاربین جنگی کفار سے لڑا جاتا ہے۔ اور ابوہریرہؓ والی حدیث" لاالٰہ الا اللہ" کہنے سے ان کے خون و مال بچگئے ہماری دلیل ہے نہ کہ تمہاری اور اس شبہ کو دوسری حدیث نے دُور کر دیا۔ اگر اور کچھ نہ ہوتا صرف" الا بحقھا" ہوتا جب بھی تمہارے قول کے ابطال کے لئے کافی تھا۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کافر نے جب" لاالٰہ الا اللہ" کہا تو اُس نے اپنے خون کے بچاؤ کا سامان کر دیا۔ اُس وقت اس سے منع ہو جانا چاہئے۔ اب اگر اس نے اس کو تمام کر دیا تو اس کی عصمت مستحق ہوگئی ورنہ باطل ہوگئی۔

حضرتؐ نے موقع کے مناسب احادیث فرمائی ہیں۔ جہاں یہ فرمایا ہے کہ جب تک لاالٰہ الا اللہ نہ کہے مجھے خدا کی طرف سے اُس کے ساتھ لڑنے کا حکم ہے۔ اس سے مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ حربی کافر جب کلمۂ توحید پڑھ لے تو اُس سے منع ہو جاؤ کہ اس کا مال وخون معصوم ہوگیا۔ پھر رسولِ کریم نے دوسری حدیث میں اس کی تشریح کر دی کہ جب تک شہادتین نہ کہے اور نماز و زکوٰۃ ادا نہ کرے اس وقت تک اس سے جنگ ہوتی رہیگی۔ گویا تمام و کمال عصمت اسی سے حاصل ہوتی ہے تاکہ یہ شبہ نہ رہے کہ مجمل اقرار عاصم دم ہے جس طرح بعض صحابہ کو بھی شبہ پڑا تھا۔ پھر اس کو ابوبکر صدیقؓ نے واضح کر دیا اور دیگر صحابہؓ بھی آپ کے موافق ہوگئے۔

ابوہریرہؓ والی حدیث سے جو لوگ استدلال کرتے ہیں اُنکے فہم کی بڑی بھاری غلطی ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان مناظرہ ہوا۔ حضرت عمرؓ اسی ابوہریرہ والی حدیث سے استدلال کرتے تھے

ابو بکرؓ نے بتلایا کہ یہ حدیث ہماری حجت ہے کہ مانع زکوٰۃ سے جنگ روا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ و تمام صحابہ ابو بکرؓ کے موافق ہو گئے کہ مانع زکوٰۃ سے جنگ جائز ہے باوجود اس کے کہ وہ کلمہ اور نماز پڑھتے ہوں۔ ہم اس حدیث کو معہ علماء کی تشریح کے پورا بیان کریں گے۔ اور بتلائیں گے کہ تمہارے فہم فاسد کے موافق علماء میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ اور ایسا سمجھنا بالکل غلط و خلاف حکم کتاب و سنت و اجماع امت ہے۔

صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بعد از وفات رسول کریم عرب میں سے بہت سے لوگ کافر ہو گئے۔ عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ کلمہ پڑھنے والوں سے کس طرح جنگ کرتے ہو؟ جبکہ حضرت نے فرمایا ہے جنگ اُس وقت تک ہے کہ کلمہ نہ پڑھیں۔ جب کلمہ پڑھ لیا تو ان کے ساتھ جنگ ناجائز ہو گئی۔ ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں تو اُس وقت تک برابر جنگ کرونگا جب تک وہ سب احکام بجا نہ لاویں۔ اگر نماز پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دیں جب بھی میں اُن سے لڑونگا۔ کیونکہ زکوٰۃ حق مال کا ہے۔ بخدا اگر اونٹ کا ایک معمولی گوڈ بند بھی جو وہ رسول کریم کو زکوٰۃ میں ادا کرتے تھے اب ادا نہ کریں تو میں ضرور اُن سے جنگ کرونگا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ ابو بکرؓ صحیح فرماتے ہیں۔ خدا نے آپکا سینہ روشن کر دیا۔ اور یہ حق ہے۔ اس حدیث کو بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں اور مسلم نے کتاب الایمان میں بیان کیا ہے۔ تمہارے قول کے غلط ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کیونکہ ابو بکرؓ نے مجرد منع کو باعث قتل گردانا نہ انکار وجوب کو باعث جنگ سمجھا۔ امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں اس کی تشریح باب باندھکر یوں کی ہے کہ جو لوگ کلمہ پڑھیں، زکوٰۃ دیں، نماز ادا کریں اور تمام احکام پیغمبر کو عملاً قبول کریں جب اُن کی جان سلامت اور مال محفوظ ہو گا الا بحق الاسلام باقی معاملہ اُس کا سپرد خدا ہے۔ اور حقوق اسلام میں سے جو نہ ادا کرے زکوٰۃ نہ دے یا دیگر فرائض بجا نہ لاوے تو اُس کے ساتھ جنگ جائز ہے۔ اور امام نے شرائع اسلام کی بابت اہتمام کیا ہے۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تشریح میں خطابی نے بہت عمدہ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ مرتد اس وقت دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو کافر ہو گئے۔ اور دوسرے جنہوں نے نماز و زکوٰۃ میں فرق کر دیا۔ زکوٰۃ سے منکر ہو گئے اور امام کو ادا کرنا واجب نہ جانتے تھے۔ اس کے ضمن میں ایسے لوگ بھی تھے جو زکوٰۃ کو معمولی بات جانتے تھے لیکن اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کے رئیس ان کو اس بات سے روکتے تھے مثلاً بنی یربوع نے مال زکوٰۃ کو جمع کیا اور ابو بکرؓ کے پاس روانہ کرنے لگے تو مالک

بن نویرہ نے ان کو منع کر کے اُن میں ہی تقسیم کرا دیا۔ انہی کی بابت صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا اور عمرؓ نے ابوبکرؓ سے مناظرہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو بطور سند پیش کیا "کلمہ پڑھنے سے اُن کا مال وخون ناروا ہو جاتا ہے" کیونکہ ظاہر کلام حدیث اسی طرح پر ہے مگر جب آخر حدیث اور اُس کے شرائط پر غور کیا دیگر احادیث کو ساتھ ملایا، تو یہ معنے نکلے کہ اگر ایک نماز یا زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے جب بھی اُس سے جنگ جائز ہے،

حضرت ابوبکرؓ نے یہ استدلال کیا کہ نماز نہ پڑھنے والے کے ساتھ تو آپ بھی جنگ کرنے کے قائل ہیں۔ جس طرح نماز حق بدن ہے۔ اُسی طرح زکوٰۃ حقّ مال ہے۔ حق بدن کے تارک کے ساتھ جنگ کرنے میں تو آپ متفق ہیں مگر تارک زکوٰۃ (جو حق مال ہے) کے ساتھ جنگ کرنے میں مجھ سے کیوں اتفاق نہیں کرتے۔ فرائض شرعی سب برابر ہیں۔ آخر حضرت ابوبکرؓ کی حجّت سب کو قوی معلوم ہوئی۔ اور سب نے ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے میں آپ سے اتفاق کیا۔ اور متفق علیہ پر مختلف فیہ کو ردّ کیا۔ اسی لئے ابوبکرؓ کے حجت وبرہان کو سب صحابہؓ نے پسند کیا۔ اور اس پر اتفاق کیا۔ یہی دلیل نص وبرہان ہوئی۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو لا الٰہ الا اللہ کہے چاہے نماز وزکوٰۃ ادا نہ کرے اس کا خون ومال مباح نہیں ان کو اپنی غلطی ظاہر ہو گئی ہو گی۔ امام نووی امام شافعیہ نے اس باب کے باندھنے اور اس بیان سے ظاہر کر دیا کہ یہ غلط ہے کہ خالی کلمہ پڑھنے سے انسان بچ جاتا ہے۔ نیز خطابی کا مذکورہ بالا بیان بھی اسی بات کا شاہد ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھکر ایسا سمجھا تھا۔ مگر جب اسکے شرائط وغیرہ پر غور کیا تو اُن کو معلوم ہوا کہ صحیح رائے ابوبکرؓ کی ہے۔ اور تمام صحابہ نے ان سے اتفاق کیا۔

بات یہ ہے کہ ابوہریرہؓ والی حدیث مختصر ہے۔ اور عبداللہ بن عمر وانس نے اس حدیث کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں کلمہ کے ساتھ نماز، روزہ اور زکوٰۃ بھی ہے اور انس کی روائت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بھی ذکر ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ہمارا ذبیحہ کھاوے۔ اور ہمارے جیسی نماز بھی ادا کرے جب ان کے مال محفوظ ہونگے۔ اور ان کا خون کرنا حرام ہو گا۔ مگر بحق اسلام ان کا حال مثل دیگر مسلمانوں کے ہو گا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ ابن عمر وانس وابوہریرہ کی روائت میں اس حدیث کے ساتھ یہ لفظ بھی ہیں کہ مجھ پر اور میری شریعت پر ایمان لاویں جب محفوظ الدم والمال ہونگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہ حضرت عمرؓ

نہ حضرت ابُو بکر نے یہ زیادہ حصّہ حدیث کا سنا تھا ورنہ حضرت عمرؓ مخالفت نہ کرتے۔ اور حضرت ابو بکرؓ ضرور اس سے استدلال کرتے۔ ان تینوں صحابہ نے یہ ٹکڑا شاید کسی دوسری مجلس میں رسُولِ کریم سے سنا ہو گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ کی پوری حدیث تمہارا رد کرتی ہے اور ہماری حجت ہے تمہاری نہیں۔ اگر اور کوئی لفظ نہ ہوتا صرف الاّ بحقہا ہوتا جب بھی ہمارے لئے کافی دلیل تھی۔ کیونکہ نماز و زکوٰۃ بھی لا الٰہ الا اللہ کے بڑے حقوق میں سے ہیں۔ بلکہ مطلقاً یہی دو بڑے حقوق ہیں۔ ابو ہریرہ والی حدیث کے جو معنے تم کرتے ہو ایسے کسی شارح نے نہیں کئے حالانکہ یہ صحیح حدیث ہے۔ صحاح میں موجود ہے۔ بخاری کے محشی و شراح تقریباً چالیسؓ ہیں۔ چنانچہ قسطلانی نے شرح بخاری کے خطبہ میں یہ ذکر کیا ہے۔ اور شرح مسلم میں بھی اسی طرح بیان ہوا ہے اب بتاؤ کہ ان شارحوں میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو ترکِ فرائض کرے اس سے جنگ نہ کرو۔ حضرت عمرؓ وابُو بکرؓ کا مناظرہ اور پھر اتفاق۔ یہ کافی دلیل ہے۔ نووی نے اس حدیث کی تشریح میں خطابی کا قول لکھا ہے کہ اس سے مراد بت پرست ہیں کیونکہ اہل کتاب لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں پھر بھی ان سے جنگ ہوتی ہے اور ان پر سے تلوار اُٹھائی نہیں جاتی!

وحسابہ علی اللہ کے معنے یہ ہیں کہ جو کچھ وہ چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں۔ نووی نے کہا کہ جو اسلام ظاہر کرے اور کفر چھپاوے ظاہراً اُس کا اسلام مقبول ہو گا۔ اکثر علماء یہی کہتے ہیں امام مالک و امام احمد کہتے ہیں کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ خطابی نے اسی طرح لکھا ہے قاضی عیاض نے اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ اس سے مراد بُت پرست مشرک ہیں جو توحید کو نہیں مانتے انہی لوگوں کو شروع اسلام میں تبلیغ کی گئی اور ان سے جنگ کئے گئے۔ اور جو لوگ توحید کے قائل ہیں ان کے عصمت مال وخون کے لئے صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں کیونکہ دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔ اب خطابی۔ قاضی عیاض اور اس حدیث کے دیگر الفاظ سے یہ معلوم ہوا کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنا مشرکین عرب کے لئے تھا۔ جو لوگ اعتقاداً توحید کے قائل ہیں اُن کے لئے صرف کلمہ پڑھنا کافی نہیں بلکہ رسُولِ کریم کی آوردہ شریعت پر عمل بھی کرے۔ کسی عالم نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول نہیں کیا تمہاری بات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں سے بھی جنگ جائز نہیں کیونکہ وہ بھی تو

لاالٰہ الاالله کہتے ہیں۔ اسی طرح خارجیوں سے بھی جنگ جائز نہیں جو لاالٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں حالانکہ حضرت علیؓ نے ان سے جنگ کی۔ اور مانعین زکوٰۃ سے بھی صحابہؓ نے جنگ کی۔ گویا کہ صحابہ غلطی پر تھے۔ اسی طرح قوم بنی حنیفہ جو مسلمان تھی ان سے جنگ جائز نہ تھی اور صحابہ نے نعوذ باللہ غلطی کی؟

یہ کتنی بڑی غلطی وجہالت ہے۔ بےعلموں کے دل سیاہ ہیں۔ تم بخاری کے باب الایمان میں یہ بھی پڑھتے ہو کہ اگر ان مشرکوں نے توبہ کی اور نماز پڑھی اور زکوٰۃ دی تو ان کو کچھ نہ کہو اور چھوڑ دو۔ پھر تعجب ہے کہ محض اس حدیث سے استدلال کرو؟

آیت قرآن مجید و بخاری کی دو صحیح حدیثوں کا آپ کیا جواب دیتے ہیں۔ اور ان ادلہ کا آپکے پاس کیا جواب ہے۔ امام ترمذی اس حدیث کے بعد مانعین زکوٰۃ سے ابوبکرؓ کے جنگ کرنے والی حدیث لائے ہیں۔ پھر باب باندھکر بیان کیا ہے کہ جب تک لاالٰہ الا اللہ نہ کہیں۔ اور نماز بھی قائم نہ کریں مجھے ان سے جنگ کرنے کا حکم ہے؟

انس بن مالک کی بیان کردہ حدیث میں یوں ہے کہ کلمہ پڑھے، قبلہ کی طرف منہ کرے۔ ہمارا ذبیحہ کھائے۔ ہماری طرح نماز ادا کرے۔ جب یہ سب کام کرے تو اس کا خون و مال حرام ہے۔ مگر بحق الاسلام جو مسلمانوں کا حال وہ ان کا۔ اور جو ذمہ داری اور بوجھ دوسرے مسلمانوں پر ہوگا وہ ان پر بھی ہوگا۔ ایسی ہی روایت معاذ بن جبل و ابوہریرہ سے بھی آئی ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اب ان نصوص۔ احادیث۔ اتفاق علماء و صحابہ وغیرہ سے ظاہر ہوا کہ فرائض میں سے کوئی بھی فرض جو ترک کرے اُس کے ساتھ جنگ جائز ہے خواہ عقیدتاً وہ اُس کو واجب ہی جانے۔ بلکہ علماء نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ جو شہر والے اذان و اقامت ترک کر دیں بلکہ اگر جماعت کی نماز یا عید کی نماز کو بھی ترک کر دیں تو ان سے اس بات پر جنگ کرنا لازم ہے افسوس ہے کہ حرم کے علماء یہ کہیں کہ بس کلمہ پڑھ لیا۔ نماز چاہے پڑھے نہ پڑھے۔ زکوٰۃ دے نہ دے اُس کا مال و نفس محفوظ ہوگیا سبحان اللہ خدا مقلب القلوب ہے۔ دلوں کو جدھر چاہتا ہے پھرا دیتا ہے۔ یہ صریح کلام اللہ۔ کلام رسول اللہ۔ اجماع صحابہ اور ائمہ کرام کے اقوال سے معارضہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ ان کے کلام ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ جو کوئی نماز ترک کرے وہ قتل کیا جائے۔ اور جو جماعت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے گریز کرے اُس سے جنگ کیا جائے یہاں تک کہ کل دین خالص خدا کا ہو جائے۔ اور اسی پر اجماع منعقد ہوا جیسا کہ ائمہ حنابلہ۔ الخ

اس کی تصریح کی ہے۔ جب یہ تصریح علماء سے ثابت ہے کہ کسی بستی والوں کا بعض شعائر اسلام مثلاً اذان۔ جماعت۔ نماز عید وغیرہ چھوڑ دینے سے اپنر حملہ کرنا اور ان سے جہاد کرنا جائز ہو جاتا ہے تو جو شخص نماز چھوڑ دے وہ تو بطریق اولیٰ اس کا مستحق ہے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدے بس اُس کے لئے کافی ہے۔ اگرچہ وہ ایسی جماعت یا گروہ سے ہو جو نماز و زکوٰۃ سے منع کرتے ہوں۔ بلکہ بہ تصریح کہتے ہیں کہ اہل بادیہ مسلمان ہیں ہم پر ان کا خون و مال حرام ہے حالانکہ ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ نہ تو اذان کہتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بلکہ ان کی ظاہر حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ سبحان اللہ! یہ کس قدر جہل اور بیخبری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول کی کلام اور حدیث شریف کے شارحین کی کلام یہی جس میں ہدایت اس شخص کے لئے ثابت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی۔ اور ہم نے بیان کیا کہ عصمت کی شرط توحید اور نماز پنجوقتہ کا قائم رکھنا۔ زکوٰۃ کا وقت پر ادا کرنا۔ اور جو ان مذکورہ بالا کو بجا نہ لائے وہ شرعی سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مشرکوں کو مارو جہاں ملیں۔ اور ان کو پکڑو اور قید کرو۔ اور ان کو قابو کرنے کیلئے گھات میں بیٹھو۔ اگر وہ توبہ کریں اور نماز زکوٰۃ کو ادا کریں تو ان کو چھوڑ دو۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ خدا کی توحید کی گواہی دیں۔ اور رسالت کا اقرار کریں نماز اور زکوٰۃ کو ادا کریں جب اس کی پابندی کریں تب انہوں نے مجھ سے امان حاصل کیا (مال اور خون میں) دل کا تعلق یعنی اس کا حساب و کتاب اللہ پر ہے۔

تارکِ نماز کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال

لیکن فقہاء کا کلام ہم بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔ مالکیہ کا قول ہے جن میں شیخ علی الاجہوری مختصر کی شرح میں بیان فرماتے ہیں جس نے فرض کو ترک کیا یعنی ایک پوری رکعت فرض کو ترک کیا جان بوجھکر۔ تو تلوار سے قتل کیا جاوے شرعی حد کو اعتبار سے مشہور قول میں۔ ابن حبیب اور ایک جماعت نے کہا۔ مذہب سے خارج ہے اور کافر ہو گیا۔ اسی کو اختیار کیا ابن عبد السلام نے۔ اور اذان کی فضیلت میں کہا بازری نے اذان کے دو معنی ہیں۔ ایک

شعار اسلام کا اظہار ہے اور دوسرا معلوم کرنا کہ دارالاسلام ہے وہ فرض کفایہ ہے۔ اہل دہ سے جنگ کیا جاوے تاکہ وہ اس کو قائم کرلیں اگر اپنر غالب آنے سے امام عاجز ہو جائے اور اذان کے ادا کرنے پر راضی نہ ہوں۔ تو اپنر حملہ کیا جاوے۔

اور دوسرا معنے دعا اور نماز کی طرف بلانا اور نماز کا اعلان کرنا (یعنی نماز کیوقت کا) اور ابی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے۔ مشہور ہے کہ اذان اہل شہر پر فرض کفایہ ہے۔ کیونکہ یہ اسلام کا شعار ہے۔ اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان نہ سنتے تھے تو اپنر حملہ کرتے تھے۔ اور اگر اذان سنتے تو آپ باز رہتے۔ مصنف نے کہا ہے ان کے ساتھ جنگ کیا جاوی اذان کے ترک پر۔ اور صرف واجبی امور کے ترک پر جنگ نہیں ہے بلکہ عام ہے خواہ امیر مستحب ہو۔ کیونکہ قاضی عیاض سے اس پر تصریح ہے۔ اور مصنف کے قول میں وتر واجب نہیں ہے۔ لہذا علمائے اختلاف کیا ہے۔ غفلت سے سنتوں کے چھوڑنے میں آیا انسے جنگ کیا جائے؟ . . . . . سنتوں کے ترک پر ان سے جنگ کرنا اور مجبور کرنا قیام سنت پر صحیح ہے۔ کیونکہ غفلت سے سنتوں کا چھوڑنا ایسا ہے جیسے خود اپنے ہاتھ سے انکو مٹانا۔ اور نماز با جماعت کی فضیلت میں ابن رشید نے کہا ہے مردوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے اور فی ذاتہ فرض کفایہ اہل شہر پر ہے۔ اگر اس کو ترک کردیں تو ان سے جنگ کیا جاوے۔ جیسے گذر چکا ہے۔ اور دوسرے نے کہا ہے اگر اہل شہر ترک کریں تو ان سے جنگ کیا جاوے۔ اور اہل حارہ پر جبر کیا جاوے۔ انتہے کلام۔

پس ان کے بیانات کو دیکھو اور غور کرو کہ تارک نماز قتل کیا جاوے بالاتفاق عندالمالکیہ۔ اور صرف اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔

ابن حبیب اور ابن عبدالسلام کے نزدیک یہ مختار ہے کہ کافر سمجھکر اُسے قتل کیا جاوے پس ان کے کلام کو غور سے دیکھ اس جماعت کے حق میں جو اذان سے روکتی ہے۔ اور جماعت کے قیام سے مساجد میں۔ وہ گروہ قتل کیا جاوے۔ پس کس قدر فرق ہے اس قول میں اور تمہارے قول میں کہ جو شخص فرائض ترک کرے باوجود اس کے وجوب کے اقرار کرنے کے ان سے لڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ توحید کا اقرار کرتے ہیں۔ بہرحال شافعیہ کا قول ہے پس شیخ علامہ احمد بن حمدان ازرعی نے کتاب قوت المحتاج فی شرح المنہاج میں بیان کیا ہے کہ جسنے نماز کو چھوڑا ایسا لیکہ اس کے وجوب کا منکر ہے وہ بالاجماع کافر ہے اور یہ حجت جاری ہے

ہر اجماعی مسئلہ میں کہ اس سے انکار کیا جاوے۔ جس مسئلہ کا دینی ہونا معلوم ہو اگر غفلت سے ترک کیا تو قتل کیا جاوے حد شرعی سے صحیح قول یا مشہور ہیں۔ بہرحال اُس کا قتل اس واسطے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مشرکوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں بس انکو چھوڑ دو۔ لہٰذا اس میں دلیل ہے کہ قتل رفع نہ ہوگا بجز۔ ایمان اور قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ۔ جیسے کہ پیچھے صحیحین کی روایت گذر چکی ہے۔ کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ :۔ (اس میں چند اشارے ہیں) ان میں ایک یہ ہے کہ اس کے قتل کو ردۃ کہا ہے (مرتد ہے) اور ایک جھوٹی جماعت کے لئے ثابت ہے جن میں منصور تیمی اور ابن خزیمہ ہے۔ اور رونق کی کلام سے ثابت ہے کہ یہ قول پختہ ہے کیونکہ رونق نے کہا ہے کہ جب تارک نماز قتل کیا جاوے تو اس کے مال اور دفن میں علمائے کے نزدیک دو قول ہیں۔ ایک وہ ربیعہ والا ہے جو شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ اُسکا مال غنیمت ہے۔ اور مقبرہ اسلام میں دفن نہ کیا جاوے۔ دوسرا قول جو بازنی نے شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ مال اُس کے وارثوں کو ملیگا۔ اور مقبرہ اسلام میں دفن کیا جاویگا منصور نے اپنی کتاب مستقل میں کہا ہے کہ میں نے ربیعہ سے سوال کیا کہ ہم اس کے مال کو کیا کریں جب اس کو قتل کر دیویں۔ جواب دیا غنیمت ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے۔ روضہ کتاب میں کہا ہے تارک وضو صحیح قول میں قتل کیا جاوے شیخ ابو حامد نے اس کو جزم سے بیان کیا ہے۔ اور بیان میں ہے۔ اگر لباس پر قادر ہو کر ننگے بدن نماز پڑھے یا فریضہ بغیر عذر بیٹھکر ادا کیا تو قتل کیا جاوے۔ یہی حکم تشہد اور اعتدال قومہ اور جلسہ کا ہے۔ اس کو ابن استاذ نے بحر سے نقل کیا ہے۔

پس اگر یہ قول صحیح ہو گیا تو نماز کے ارکان اور شروط کا یہی حکم ہے یعنی اُن کے ترک پر قتل کیا جاوے مگر شرط یہ ہے کہ یہ ارکان اور شروط اجماعی ہوں۔

تیسری دلیل یہ ہے۔ اگر روزے اور زکوٰۃ سے رُک جاوے تو قید کیا جاوے استعمال حلال اشیا سے روکا جائے۔

امام حرمین نے کہا ہے جائز ہے کہ کیا جائے رُکنے والا اُس شے سے جو اسپر باعتبار خواہش نفسانی کے دشوار ہے جیسے کہ نماز سے رُکنے والا ہے پھر اگر انکار کرے تو اس کی گردن اُڑائی جاوے۔

مصنف نے کہا ہے اس کا قتل ایک نماز کے بدلہ میں جائز ہے بشرطیکہ وہ نماز اُس کے وقت سے موخر کر دیوے۔ پس اس کے کلام کو غور سے دیکھو جسنے نماز کو غفلت سے ترک کیا۔ امام ربیعہ نے شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس کا مال فے ہے۔ اور اس کو مقبرہ اسلام میں دفن نہ کیا جاوے۔ اور ابی حامد اور صاحب روضہ کے کلام کو غور سے دیکھو تارک وضو کے بارہ میں اور صاحب بیان کی کلام اس کے حق میں جو دانستہ نماز ننگا پڑھے باوجود قدرت کے۔ اور فرائض بلا عذر بیٹھکر ادا کرے وہ قتل کیا جاوے۔ پس کس قدر فرق ہے اُس قول اور اس تمہارے قول میں کہ جسنے توحید لا الٰہ کا اقرار کیا اس کو قتل نہ کیا جاوے کسی طریق اور کسی عذر سے۔ شیخ احمد بن حجر جیتمی نے کہا تحفہ میں تارک نماز میں اگر نماز کو ترک کرے بحالیکہ اس کے فرض کا منکر ہے) بالاجماع کافر ہے۔ یا غفلت سے ترک کیا بحالیکہ اس کے وجود کا معتقد ہے تو قتل کیا جائے از روئے قرآن و حدیث۔ کیونکہ قرآن و حدیث نے شرط مقرر کی ہے قتل و رمقاتلہ کے رکنے سے اسلام اور نماز اور زکوٰۃ کے ادا کی۔ اس لئے کہ زکوٰۃ کا حاصل کرنا امام کو آسان ہے جنگ سے جو ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں اور لڑتے ہیں۔ پس یہ جنگ زکوٰۃ کی نسبت اپنے حقیقی معنوں میں ہوگی بخلاف نماز کے جنگ کے۔ کیونکہ نماز کا فعل ممکن نہیں ہے جنگ کے ساتھ۔ کہا شیخ نے نماز جمعہ کے بارہ میں کہا گیا یہ فرض ہے مردوں پر۔ پس واجب ہوگی نماز جمعہ وہاں جسجگہ اس سے شعار الاسلام ظاہر ہو محل میں گاؤں ہو یا اور قصبہ وغیرہ۔

پس اگر شعار اسلامی ظاہر نہو اس طرح پر کہ رک جائیں سب کے سب یا بعض جیسا کہ بڑی قریہ کے اہل محلّہ۔ اگر شعار اسلامی ان کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتا ان کے فضل کے بغیر تو ان سے جنگ کیا جاوے۔ ان سے امام یا اس کا نائب جنگ کرے۔ اسلامی شان اور شعار کے اظہار کیلئے اور باب اذان اور اقامت میں کہا ہے کہ سنت ہیں بعضوں نے کہا ہے فرض کفایہ ہے پس اہل بلد اگر دونوں کو چھوڑ دیں یا ایک کو تو اس صورت میں ان سے جنگ کیا جاوے۔ اگر شعار کو ظاہر نہ کریں۔ اور عید کے بارے میں کہا کہ سنّت ہے۔ بعضوں نے فرض کفایہ کہا ہے اس پر بھی ان کے تارکین سے جنگ کیا جاوے۔ انتہےٰ کلامہ

اے انسان انکے کلام میں دربارہ قتل غور کر جو ترک صلوٰۃ غفلت سے کریں۔ پھر غور کر اسکے قول پر کہ آیہ اور حدیث نے شرط لگائی ہے رک جانے میں قتل اور مقاتلہ سے اسلام کی۔ اور نماز کے قیام اور ادائے زکوٰۃ کی ضرور امام ان لوگوں سے زکوٰۃ جنگ سے وصول کرے جو منکر

ہو گئے ہوں اور زکوٰۃ سے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہوں۔ اس کے کلام پر غور کر جمعہ کے بارہ میں کہ واجب ہے جہاں شعار اسلامی ظاہر ہوتے کہ گاؤں میں بھی۔ اور ضرور ان سے جنگ کیا جاوے۔ اگر وہ رک جاویں۔ اذان اور اقامت کے بارہ میں بھی غور کر ضرور امام جنگ کرے ان دونوں کے تارک پر یا ایک کے تارک پر۔ باوجود ان کے فرض کفایہ ہونے پر۔ اور غور کر اس کی کلام پر ایک جماعت کے حق میں کہ وہ نماز عیدین سے رک گئے۔ پس کس قدر فرق ہے اس کلام میں اور اس شخص کے کلام میں کہ اہل شہر یا بادیہ جب کلمۂ توحید کا اقرار کرلیں تو ان کا قتال جائز نہیں ہے اگرچہ نماز نہ پڑھیں اور نہ زکوٰۃ ادا کریں سبحان اللہ کس قدر کھلی جہالت ہے۔

لیکن قول حنابلہ کا پس بیان کیا اقناع میں اور اسکی شرح میں کتاب الصلوٰۃ میں۔ جسنے اسکے وجوب کا انکار کیا۔ تو وہ کافر ہے۔ پس اگر وہ غفلت سے ترک کرے یا سستی سے نہ انکار سے تو اُس کو امام یا اسکا نائب ادا کرنے پر بلائے۔ احتمال ہے کہ اس نے اُس کو کسی عذر سے چھوڑا ہو اور اعتقاد رکھتا ہو اس کے معاف ہونیکا اس عذر سے۔ پس اس کو ڈرائے۔ پھر اگر اس کے پڑھنے سے انکار کرے حتےٰ کہ وقت تنگ ہو جاوے واجب ہے اُس کا قتل۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاقتلوا المشرکین الخ الیٰ قولہ فان تابوا الخ یعنے اگر توبہ کریں اور نماز وغیرہ پر اہتمام کریں۔ پس جبکہ نماز کو چھوڑ دیا۔ اور نہ شرط فخلوا سبیلہم بجا نہ لایا مباح الدم رہیگا بقولہ ؑ۔ جس نے جان بوجھکر نماز ترک کی بری ہے اس سے اللہ کا ذمہ اور اس کے رسولؐ کا ذمہ۔ اس کو امام احمد نے مکحول سے روایت کیا۔ اور یہ روایت مرسل جید ہے۔ تین روز تک قبل طلب توبہ قتل نہ کیا جاوے مرتد کی طرح راحتہً۔ اگر توبہ کرے اس کے قتل سے تو بہتر ہے ورنہ اُس کی گردن ماری جاوے تلوار سے۔ کیونکہ حضرت جابرؓ نے نبی صلعم سے روایت فرمائی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کفر اور مرد کے درمیان ترک نماز ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا کہا حنابلہ نے اذان اور اقامت کے حق میں اگر ان دونوں کو اہل بلد نے ترک کیا تو ان سے قتل اور جنگ کریں۔ امام یا اس کا نائب حتےٰ کہ وہ دونوں کو قائم کریں۔ کیونکہ یہ دونوں علامات دین ظاہری ہیں۔ پس عید کی نماز کی طرح ان کے ترک پر جنگ کیا جاوے۔ اور نیز جماعت کی نماز میں فرمایا کہ واجب عین ہے اسکے تارک کے قتل کا حکم کیا جاوے۔ جیسے کہ اذان کی بابت ہوا۔ مگر اذان کے ترک پر جنگ ہے اگر سب اہل شہر ترک کریں بخلاف جماعت۔ اس کے ایک کے تارک پر بھی قتل ہے اسکا غیر جماعت کو قائم کریں کیونکہ

یہ عین واجب ہے بخلاف اذان اور کہا نماز عیدین کے بارہ میں یہ فرض کفایہ ہے اگر اس کو
اہل بلد ترک کریں بغیر عذر کے چالیس مرد تک۔ تو امام ان سے جنگ کرے اذان کی طرح۔ کیونکہ
یہ شعار اسلام ظاہر سے ہے۔ اسکے ترک میں دین کیساتھ سستی ہے۔ زکوٰۃ میں فرمایا جسنے
از روئے بخل یا سستی زکوٰۃ کو روکے رکھا جبرًا لی جاوے قرض کی طرح۔ اگر اس نے مال چھپا دیا
یا غائب کر دیا۔ اگر اسکا لینا ممکن ہو درحالیکہ امام کے قبضہ میں ہو تو اس سے بغیر زیادتی وضع کری
اگر اس کا لینا ممکن نہ ہو تین دن توبہ طلب کی جاوے وجوبًا۔ اگر توبہ کرے اور زکوٰۃ دیدے تو امام
اس سے رک جاوے۔ ورنہ باتفاق صحابہ قتل کیا جاوے۔ اور پر قتل مانعین زکوٰۃ کے۔ اگر ممکن نہ ہو بجز
جنگ وقتال۔ تو امام پر اس سے جنگ کرنا واجب ہے۔ اگر زکوٰۃ ادا کرے اپنے محل پر۔ انتہے کلامہ۔
پس اس کے کلام پر غور کر اور دیکھ اس شخص کے بارہ میں جو غفلت سے نماز کو ترک کرے بغیر انکار۔
طلب توبہ کیا جاوے ورنہ کافر جانکر قتل کیا جاوے۔ غور سے دیکھ اسکے کلام کو اہل شہر کے حق میں جب کہ
ترک کریں اذان اور اقامت اور نماز عید کو اس کے مجرد ترک پر جنگ کیا جاوے۔ پس یہ قول مالکیہ
اور شافعیہ کا ہے اور حنابلہ کا۔ ہر ایک نے بیان کیا جو کچھ ہمنے ذکر کیا۔ پس جبکہ وہ رحمۃ اللہ علیہ تصریح
کرنیوالے ہیں ساتھ قتل اُس شخص کے جسنے لازم پکڑا شعار اسلام کو گر بالضرور میں نے ترک کر دیا اذان
کو یا نماز جماعت کو یا نماز عید کو پس اُسکا کیا حال ہے جو نماز کو کلیتہً ترک کر دیوے جیسے گاؤں والے
نہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں۔ بلکہ شارعؑ کا انکار کرتے ہیں اور بعث
بعد الموت کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہی حالت اپنر غالب ہے مگر جسکو اللہ بچائے۔ پر وہ قلیل ہیں
اور اکثر ان کے اسلام سے ان کو بغیر اس کے کچھ نہیں۔ مگر توحید زبانی کے قائل ہیں باوجود اسکے علماء
مکہ معظمہ انکی طرف سے جھگڑتے اور کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کے خون اور مال حرام ہیں
ساتھ حرمت اسلام کے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھیں زکوٰۃ نہ دیں نہ روزہ رکھیں۔ مگر کلمۂ توحید کے قائل
ہوں۔ اور نہیں ہے مگر رد اللہ تعالیٰ کے قول کا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ۔
اگر توبہ کریں نماز اور زکوٰۃ پر قائم ہوں تو انکا رستہ چھوڑ دو۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں اس کا رستہ خالی
کیا جاوے اگرچہ نماز نہ پڑھیں نہ زکوٰۃ دیں۔ صحیح میں نبی صلعم سے مروی ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے
کہ میں جنگ کروں حتے کہ توحید اور رسالت کا اقرار کرلیں نماز اور زکوٰۃ ادا کریں پس جب
انہوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنے مالوں اور خونوں کو بچا لیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں جسنے لا الٰہ الا اللہ
کہا اسنے خون اور مال بچا لیا۔ اگرچہ نماز زکوٰۃ کا قائل نہ ہو۔ اسطرح اللہ تعالیٰ انکے قلوب پر

مُہر لگاتا ہے انکے دلوں پر جو یہ نہیں جانتے پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسکے رسول علیہ السلام کی سنّت اور یہی اجماع صحابہؓ قتل تارک نماز اور مانع زکوٰۃ پر۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا واللہ میں اُس سے جنگ کرونگا جسنے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا اور بخدا اُس سے بھی جنگ کرونگا جسنے گھٹنہ باندھنے کی رسی بھی روک لی جو نبی صلعم کے زمانہ میں ادا کرتے تھے۔ ایک روایت میں بکری کا بچّہ مذکور ہے ضرور اس سے جنگ کرونگا اس بچہ کے روکنے پر۔ یہ بھی علماء کا اجماع ہے۔ اور شرح اقناع میں لکھا ہے علماء نے اس پر اجماع کیا کہ ہر جماعت شریعت سے رکنے والی منجملہ احکام اسلام سے پس اُن کا قتال واجب ہے حتےٰ کہ دین خالص اللہ ہی کیلئے ہو جاوے کالمحاربین اولیٰ انتہےٰ۔ اور ابو العباسؒ نے فرمایا قتال واجب ہے حتے کہ دین خالص للہ ہو جاوے اور کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔ پس جب کبھی غیر اللہ کیلئے ہو قتال واجب ہے جونسا گروہ رکنے والا بعض نماز مفروضہ سے یا زکوٰۃ یا صیام یا حج یا التزام تحریم دماء و اموال، و شراب خواری و زنا۔ جوآیا نکاح محرمات سے یا التزام جہاد اہل کفار اور ضرب جزیہ اہل کتاب پر انکار کرے اور اس کے سوا من التزام واجبات دین محمدیؐ صلعم یا محرمات کوئی عذر نہیں کسی کیلئے انکے انکار پر فوراً قتال واجب ہے یا انکو چھوڑ دیوے جو ایک کا انکار کرے پس گروہ ممتنعہ سے جنگ کیا جاوے اگرچہ اقرار کرتا ہو۔ اور یہ وہ حکم ہے جسمیں مجھے علماء امت میں اختلاف دکھائی نہیں دیتا ہاں فقہا نے اختلاف کیا ہے طائفہ ممتنعہ کے بارہ میں جبکہ وہ بعض سنن کے ترک پر جرأت کریں جیسے صبح کی دو رکعت سنت یا اذان اور اقامت جو اس کے وجوب کا قائل ہے اور باقی شعائر اسلام سے ہے پس کیا گروہ ممتنعہ سے انکے ترک پر جنگ کیا جائے یا نہ؟

لیکن واجبات یا محرمات مذکورہ وغیرہ۔ پس انکے قتال میں اختلاف نہیں ہے انتہے کلامہ۔ پس حنابلہ اور انکی تصریحات اور کلام پر غور کر کہ جو شخص شرائع اسلام میں سے ظاہر احکام سے رُک جائے جیسے نمازیں۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور ترک محرمات جیسے زنا اور شراب۔ خمر یا دیگر نشہ آور اشیاء وغیرہ۔ پس انکا قتال واجب ہے۔ حتےٰ کہ دین اللہ ہی کیلئے مستحکم ہو جاوے۔ اور اسلام کے سب شرائع کا التزام کرلیں اگرچہ باوجود اسکے شہادتین کی گواہی بھی دیں۔ اور بعض شرائع اسلام کا التزام کریں اگر یہ اس قبیل سے ہو جسپر علمانے اتفاق کیا ہے باقی صحابہ اور تابعین کے پس تمہارا یہ قول کہاں کہ جسنے لا الہ الا اللہ کہا اُسنے اپنا مال اور خون بچالیا۔ اگرچہ فرائض کا تارک ہو۔ اور محرمات کا مرتکب ہو؟ بلکہ جسنے سیرت نبویؐ اور خلفاء راشدین مہدیین پر غور کیا وہ جان لیگا کہ یہ تمہارا قول فعل نبویؐ کے خلاف اور مخالف ہے۔ اور خلفاء راشدین اور صحابہ رضوان اللہ علیہم

کے سراسر منافی ہے پس اے تعجب غم تعجب کیاتم کو معلوم نہیں ہے کہ نبی صلعم نے یہود سے جنگ کیا حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل تھے۔ انکو عورتوں کو قید کرتے تھے انکے خون و مال حلال جانتے تھے۔

کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ نبی صلعم نے بنی مصطلق سے جنگ کا ارادہ کیا جبکہ آپکو کہا گیا کہ انہوں نے زکوٰۃ کو روکدیا ہے اور اسکا قصہ کتب احادیث و تفاسیر میں مشہور ہے۔ اسکو مفسرین نے ذکر کیا ہے (یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا) کیاتم کو معلوم نہیں ہے کہ حضرت علی رضی نے غالیہ کو جلادیا باوجودیکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل تھے۔ کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ صحابہ کرام نے خوارج سے جنگ کیا اپنے نبی صلعم کے حکم سے باوجودیکہ نبی صلعم نے خبر دی کہ صحابہ اپنی نمازوں کو انکی نمازوں سے چھوٹا اور حقیر خیال کرینگے اور روزوں کو انکے روزوں سے حقیر جانیں گے اور اپنی قرأت کو انکی قرأت سے حقیر خیال کرتے تھے۔ اور فرمایا جہاں تم انکو ملو وہیں قتل کرو۔ کیاتم کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہ رضی نے بنی حنیفہ سے مقاتلہ کیا۔ اور وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے تھے اور نمازیں پڑھتے اور اذانیں دیتے اور روزے رکھتے تھے۔ کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ صحابہ رضی نے بنی یربوع سے مقاتلہ کیا جس وقت انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا باوجودیکہ وہ انکے وجوب کے مقر تھے۔ اور اپنے صدقات کو جمع کیا تھا اور ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکر رضی کے پاس بھیجدیویں تو مالک بن نویرہ نے انکو منع کر دیا اور انہی لوگوں کے بارہ میں حضرت عمر رضی نے شبہ پیش کیا۔ حتےٰ کہ حضرت ابوبکر رضی نے انکو جلاوطن کر دیا اور فرمایا۔ بخدا اگر عقال کی رسی یا عناق کو جو رسول اللہ صلعم کے وقت میں دیتے تھے مجھکو دینے سے انکار کر دیا تو جبتک وہ حسب دستور سابق باقاعدہ معروف ادا نہ کرینگے تو بالضرور میں انسے مقاتلہ کرونگا۔ تو عمر رضی نے فرمایا واللہ باللہ حضرت ابوبکر رضی کا اللہ تعالیٰ نے سینہ کھولدیا ہوا ہے جہاد پر۔ پس میں نے یقیناً جان لیا کہ حضرت ابوبکر رضی حق پر ہیں اور پہلے مفصل مدلل اور مبسوطاً گذرچکا ہے۔ اور ہمنے بھی بلفظہ شرح مسلم ذکر کر دیا ہے فی باب الامر بقتال الناس حتےٰ یقولوا لا الہ الا اللہ اور قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ پر کاربند ہولیں۔ کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ رسول اکرم صلعم نے براء کو کسی آدمی کی طرف بھیجا تھا۔ جسنے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کیا تھا کما رواہ الترمذی فی سننہ حیث قال (باب فیما جاء فیمن تزوج امرأة ابیه) کہا امام ترمذی نے ہم کو ابوسعید الاشج نے حدیث سنائی اُسکو حفص بن غیاث نے خبر دی وہ اشعث سے وہ عدی بن ثابت سے وہ البراء صحابی رضی سے روایت کرتے ہیں۔ کہا مجھپر میرا باپ ابوبردہ گذرا اور اسکے ساتھ جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہاں کا ارادہ ہے جواب میں کہا مجھکو رسول خدا نے اس آدمی کی طرف بھیجا ہے جسنے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کرلی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اُس کا

سر اُتار لاؤں۔ حدیث حسن غریب انتہیٰ؛ اور اگر ہم آیات و احادیث و آثار اور علماء کے کلام کا تتبع کریں
فی قتال من قال لا الہ الا اللہ اذا ترک بعض حقوقہا۔ تو کلام بہت طول پکڑ جاویگی پس کیونکر حال ہوگا
اُس شخص کا جسنے کل اسلام کا انکار کر دیا اور اسکو جھٹلایا اور سپر دانستہ مخول اُڑایا مگر سوائے اسکے کہ وہ کلمۂ
توحید کے قائل ہوں اور کوئی شعار اسلامی کو اپنا ذریعہ ٹھہرائیں۔ جیسے کہ یہ دیہاتی۔ اور جو ہمنے بطور
کفایت ایک منصف مزاج کیلئے ذکر کیا ہے تو ہمنے اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلعم کی احادیث
اور اجماع صحابہ و اجماع علماء تبع تابعین کا ذکر کیا ہے۔ پس اگر یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے اسکے اور کوئی معنے
ہوں جسکو ہم نے نہ سمجھا ہو تو مہربانی کرکے آپ ہمارے لئے واضح طور سے بیان کر دیویں قرآن مجید
اور احادیث صحیحہ اور صحابہؓ اور اماماں دین کے کلام سے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس آدمی پر
رحم فرماوے جسکو یہ یقین ہو کہ وہ اللہ کے روبرو ہمکلام ہوگا جسکے پاس جنت اور دوزخ موجود ہے

تیسرا مسئلہ کہ آیا قبروں پر بنا جائز ہے یا نہیں؟

صحیحین و سنن میں رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے کہ آپنے منع فرمایا بناء علی القبور
سے۔ اور بناؤں کو ڈھا دینے کا حکم دیا کما رواہ مسلم فی صحیحہ حیث قال مسلم۔ کہ ہمکو یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث
سنائی اسکو وکیع نے وہ سفیان سے وحبیب ابن ابی ثابت سے وابو وائل وابو الہیاج اسدی سے
اُسنے کہا کہ مجھکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کیا میں تجھکو نہ بھیجوں جسپر مجھکو رسول اللہ صلعم نے امیر کرکے
بھیجا تھا کہ میں کسی صورت کو مٹائے بغیر نہ چھوڑوں اور نہ کسی بلند قبر کو برابر کئے بغیر چھوڑوں۔ امام
مسلمؒ نے فرمایا کہ ہم کو حدیث ابو بکر بن ابی شیبہ نے سنائی اُنکو حفص بن غیاث نے حدیث سنائی وہ ابن
جریج سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابرؓ سے قال نہی الخ (منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ قبر پختہ اور اسپر بناء
(قبہ) بنایا جاوے اور اسپر تاریخ لکھی جاوے قال ہارون بن سعید الایلی قال حدثنا وہب قال
حدثنی عمرو بن الحارث ان ثمامۃ حدثہ قال کنا مع فضالۃ بن عبید (ملک روم میں بردوس ہمارا اصحاب
فوت ہوگیا پھر فضالہ نے اسکی قبر برابر کرنیکا حکم دیا پھر کہا میں نے نبی صلعم سے سُنا ہے کہ آپ قبر کے برابر کرنیکا
حکم دیتے تھے اور امام ترمذی نے فرمایا (باب ماجاء فی تسویۃ القبور) امام نے کہا ہمکو حدیث محمد بن
بشار نے سُنائی انکو عبد الرحمٰن بن مہدی نے انکو سفیان نے حدیث سُنائی وہ حبیب سے وہ ابی ثابت سے
وہ وائل سے اسنے کہا کہ علیؓ نے مجھکو فرمایا کیا میں تمکو اس کام پر نہ بھیجوں جسپر مجھکو رسول اللہ صلعم نے بھیجا تھا
کہ میں کسی بلند قبر کو نہ چھوڑو بجز برابر کئے اور نہ کسی صورت کو مٹائے بغیر چھوڑو قال الترمذی۔ اسی باب میں جابرؓ
سے بھی مروی ہے)

ابن ماجہ نے باب ماجاء فی النہی عن البناء علی القبور والتجصیص والکتابۃ علیہا)
کہا ہمکو زبیر بن مردان نے حدیث سنائی انکو عبد الرزاق نے وہ ایوب سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابرؓ
سے روایت کرتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے قبرونکے پختہ کرنیسے ؛ ابن ماجہ نے کہا ہم کو عبد اللہ بن سعید
نے حدیث سنائی انکو حفص بن غیاث نے وہ ابن جریج سے وہ سلیمان بن موسیٰ سے وہ جابرؓ سے کہا منع
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قبروں پر کوئی شے بھی لکھی جائے ؛ ابن ماجہ نے ہمکو حدیث محمد بن
یحیٰ نے سنائی انکو محمد بن عبد اللہ رقاشی نے انکو وہب نے انکو عبد الرحمٰن بن زید نے وہ قاسم بن مخیمر سے
وہ ابی سعیدؓ سے کہا منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ قبروں پر قبے بنائے جاویں وقال النوویؒ فی شرح
مسلم امام شافعیؒ نے کتاب ام میں فرمایا کہ میں نے اماموں (حکام) کو دیکھا کہ مکہ معظمہ میں جو قبروں پر بناء
وغیرہ ہوتی تھی اسکو گرانے کا حکم دیتے تھے - اس قول کی تائید ولا قبراً مشرفاً الا سویتہ کرتا ہے
وقال الاذرعی رحمہ اللہ علیہ قوت محتاج میں صحیح مسلم میں ثابت ہے منع ہونا تجصیص اور بناء سے
اور ترمذی وغیرہ میں ہے نہی کتابت سے - اور قاضی بن کج نے فرمایا جائز نہیں ہے کہ قبروں پر قباب
وغیرہ بنائے جائیں والوصیۃ باطلۃؒ - اور اذرعیؒ نے کہا بعید نہیں ہے کہ جزم بالتحریم اپنی ملک میں ہو
یا غیر میں بغیر ضرورت اس شخص کے جسنے مناہی کو معلوم کیا بلکہ یہی قیاس حق ہے - اور وجہ بناء علی القبور
فخر اور مشابہت متکبروں اور کفار کی ہے اور حرمت اسکے سوا بھی ثابت ہے -

بہر حال وصیّت کا بطلان قباب وغیرہ بڑی بڑے بنانے اور مال کثیر انپر خرچ کرنا - پس اسکے
حرمت پر کوئی شک نہیں ہے اور تعجب در تعجب ہے اس ورثہ کا لازم کرنا حکام وقت اور وصیت پر
اسکے ساتھ عمل کیا جائے - انتہیٰ کلام الاذرعی رحمہ اللہ ؛ اور جس نے رسول اللہ صلعم کی سنت میں جمع کیا
قبروں میں اور جو اسکے ساتھ حکم کیا اور منع فرمایا جس سے - اور جسپر آپکے اصحاب تھے اور جسمیں تم ہو اپنی
فعل سے ساتھ قبر ابو طالب اور محجوب وغیرہما پاویگا ایک ان دونوں کا مخالف دوسریکے مناقض اسکا
یہاں تک کہ کبھی بھی دونوں جمع نہونگے پس منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے بناء علی القبور سے جیسا کہ
اسکا ذکر بیشتر گذر چکا ہے - اور تم انپر بڑے بڑے قبے بناتے ہو - اور جو میں نے مقام معلاۃ میں
بیسؔ سے زیادہ قبے دیکھے ہیں - حالانکہ نبی صلعم نے منع فرمایا کہ انپر سوائے اصلی مٹی کے اور زیادہ
نہ کیا جائے اور تم انپر تابوت کی مٹی کے سوا زیادتی کرتے ہو - اور لباس الجوخ اور اسپر بہت بڑا اینٹ
پتھروں اور چونے کا بناتے ہو ؛

امام ابو داؤد نے حدیث جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے منع فرمایا ہے کہ قبر کو پختہ

بنایا جاوے اور اسپر کچھ لکھا جاوے یا اسپر اور زیادتی کیجاوے اور منع فرمایا آنحضرت صلعم نے اسپر تاریخ وغیرہ لکھنے سے جیساکہ صحیح مسلم میں گذر چکا ہے۔ اور ابو عیسے ترمذی نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قبروں کو پختہ کرنے اور اُنپر تاریخ وغیرہ لکھنے میں کہا ہم کو حدیث عبد الرحمٰن بن اسود نے سنائی۔ ان کو محمدؐ بن ربیعہ نے سنائی وہ ابن جریج سے وہ ابی الزبیر سے وہ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہا منع فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ قبروں کو پختہ بنایا جائے اور انپر لکھا جائے اور بنا کیجائے اور انکا لتاڑا جانا۔ ہذا حدیث حسن صحیح۔ اور یہ قبریں ہیں تمہارے نزدیک جنپر قرآن کریم اور اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ وقال ابو داؤد (باب البناء علی القبور) امام نے فرمایا ہمکو حدیث سنائی امام احمد بن حنبل نے۔ ان کو عبد الرزاق نے حدیث سنائی ان کو ابن جریج نے خبر دی کہا مجھکو ابو الزبیر نے حدیث سنائی انہوں نے جابرؓ سے سنا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے قبر پر بیٹھنے سے اور پختہ بنانا اور انپر بناء بنانا۔ انتہی الخ اور لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے قبروں پر دیا جلایا اور جسکو میں نے مکہ میں داخل ہونے کی رات میں دیکھا اکثرہا اہداکہ مقبرہ میں سو سے زیادہ قندیلیں دیکھیں۔ باوجود تم کو معلوم ہو جانے کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فاعل پر لعنت فرمائی ہے اور ابن عباسؓ نے روایت کیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والوں پر اور انپر مسجدیں بنانے والوں پر اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے رواہ اہل السنن۔ اور اس سے بہت بڑھ چڑھکر یہ بت میں شرک اکبر ہے جو کچھ ان کے پاس کیا جاتا ہے۔ مُردوں کو پکارنا اور اُن سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کرنا شرک اکبر ہے لیکن تم ہمکو بتاتے ہو کہ یہ ان کے پاس نہیں کیا جاتا اور ایسا ہمارے بیچ کوئی نہیں ہے جو انکو پکارے اور انسے سوال کرے اللھم اجعل ماذکرہ حقا وصدقا اور ہم اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے حرم شریف کو شرک سے پاک کرے۔ آمین۔ آمین۔ آمین؛

بے شک مُردوں کو پکارنا اور ان سے سوال کرنا جلب فوائد اور کشف شدائد کے لئے شرک اکبر ہے جسکی نسبت مشرکین نے اللہ کی طرف کی کما تقدم بیانہ فی مسئلۃ الاولیٰ۔ اور حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سب مساجد اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہیں۔ ان میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو مت پکارو وقال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ یعنے بُت وغیرہ ماسوا اللہ کھجور کی گٹھلی کے چیر میں جو دھاگا ہوتا ہے اُس کی ملکیت بھی نہیں رکھتے۔ بفرض محال اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار کو نہ سنیں۔ اگر سُن بھی لیں تو تمکو جواب تک نہ دیویں گے اور قیامت کے دن

تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ اور نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ کون بڑا گمراہ ہے اس سے جو سوا اس کے دوسروں کو پکارتا ہے جو قیامت تک سنیگا ہی نہیں۔ اور ان کی دعاؤں سے غافل ہی ہیں۔ اور جب قیامت کے دن لوگ جمع کئے جاویں گے تو ان کے دشمن بن جاویں گے اور ان کی عبادت سے کافر ہو جاوینگے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے "لہ دعوۃ الحق" یعنے اللہ ہی کیلئے پکار حق ہے۔ اور وہ لوگ جو اور وں کو پکارتے ہیں وہ قبول نہیں کرتے ان کے لئے کچھ بھی۔ مگر اس کی طرح جس نے اپنا ہاتھ پانی کی طرف پھیلایا ہو۔ اور آرزو کرتا ہو کہ میرے منہ میں آجائے وہ تو (پانی) اس کے منہ کی طرف آنیوالا نہیں ہے (یعنے) کافروں کی پکار سوائے گمراہی کے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔

اور امام ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا الدعاء مخ العبادۃ یعنے دعا عبادت کا مغز ہے۔ وعن النعمان بن بشیر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ یعنے دعا ہی عبادت ہے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:- وَقَالَ رَبُّكُمُ الخ یعنے تمہارے رب نے فرمایا مجھکو پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کرتا ہوں۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں بہت جلد جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہونگے۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی

علقمی نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا۔ حدیث "الدعاء مخ العبادۃ" قال شیخنا فی النہایۃ شے کا مغز اس کا خلاصہ ہوتا ہے۔ بجز دو امر کے مغز نہیں پایا جاتا۔ ایک امتثال امر اللہ تعالیٰ کا جہاں فرمایا اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ فهو محض العبادۃ یعنی وہ خالص عبادت ہے۔ دوسرا جب اپنے امور میں نجاح دیکھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے عمل ماسوا اللہ قطع ہو جاوے اپنی حاجت روائی خالص اسی سے چاہے اور یہ اصل عبادت ہے۔ کیونکہ عبادت کی غرض اسپر ثواب کا مرتب ہونا ہے۔ اور یہی اصل مقصود دعا کا ہے۔ وقولہ الدعاء ھو العبادۃ قال شیخنا قال الطیاسی خبر (العبادۃ) معرف باللام لائی گئی ہے تاکہ حصر پر دلالت کرے اور عبادت بجز دعا نہیں ہے وقال شیخنا قال البیضاوی۔ جبکہ اس بات پر حکم لگایا گیا ہے کہ وہ دعا جو حقیقت میں عبادت ہی ہے۔ وہ اب اس لائق ہے کہ اس کا نام عبادت رکھا جاوے یہہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا فاعل اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے ماسوا اسکے روگردان ہے۔ اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اس کے سوا اور کسی سے

نہیں ڈرتا اس پر یہ اسی آیہ کو دلیل لایا ہے یعنی وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ
کیونکہ یہہ بات دلالت کرتی ہے کہ وہ امر ہے اسی کا حکم کیا گیا ہے۔ جب مکلف اس کو
اپنی حاجت روائی میں لائے تو خواہ مخواہ اس کی دعا قبول کی جاویگی۔ اور اس پر مقصود
مرتب ہوگا۔ اور شرط پر (عبادت) جزا بھی مرتب ہوگی اور سبب مسبب پر۔ اور جب یہ موجود
ہو تو عبادت بھی اتم ہوگی انتہے کلام العلقمی رحمہ اللہ۔

اب کلام کا خاتمہ ان تین مسائل پر ہے۔ اگر تم ہمارے موافق ہوگئے کہ یہ مذکورہ مسائل
حق ہیں تو یہی مطلوب حاصل ہے۔ اور اگر تم لوگ یہہ دعوے کرو کہ حق اس کے برخلاف ہے تو
ہمکو اسکا جواب کتاب و سنت سے دو۔ کیونکہ لوگوں میں یہی دونوں محاکمہ کرنیوالے ہیں جن امور میں
تمہارا تنازع ہو جاوے کما قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ)
ہم نے دلائل کتاب و سنت سے کافی و افی شافی بیان کر دیئے۔ نیز اماموں کا کلام
بھی مدلل و مفصل پیش کر دیا ہے۔ پس اگر تم ان دلائل کو تسلیم نکرو تو پھر ہم کو کتاب و سنت سے
مفصل و مدلل جواب دو تائید میں ائمہ کا کلام بھی پیش کرو جب آپ لوگ ان تینوں مسائل کا جواب
دے چکینگے تو ہم آپکو بقیہ مسائل کا جواب دینگے۔

خاتمۂ سخن ہم اس آیۂ کریمہ پر کرتے ہیں۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ
إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ۔ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ
وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ والحمد للہ اولاً و آخراً کما یحب
ربنا و یرضی و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و سلم۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

یا ارحم الراحمین

چوتھا رسالہ

مولّفہ

علامہ نجدی شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظلمین واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک الحق المبین واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ وخلیلہ الصادق الامین صلی اللہ علیہ وعلٰی الہ واصحابہ التابعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔ وسلم تسلیما کثیرا۔

عاجز محمد بن عبداللطیف کی طرف سے یہ تحریر ان تمام حضرات کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے جو کہ یمن، عسیر اور تہامۃ وغیرہ مقامات میں سکونت پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان سب کو ہدایت اسلامی سے مالا مال کرے۔ اور ہم سب کو متبعین سنت رسول اللہ میں سے بنائے۔ یہ تمام حضرات اور جو بھی اس تحریر کو دیکھیں میری طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قبول فرمائیں۔

صاحب السعادۃ والسیادۃ امام عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل آل سعود نے ۱۳۳۹ھ میں ان امور کی تعلیم کیلئے ہمیں بھیجا ہے جسے اللہ تعالے نے تم سب پر واجب کیا ہے اور انکی تعمیل ہی ذریعہ اور سبب دخول اسلام ہے اور انکا سیکھنا، انپر عمل کرنا، انمیں بصیرت حاصل کرنا دخول جنت کا سبب ہے، اور اس سے ناواقفی، روگردانی اور عدم قبول دوزخی ہونیکا سبب ہے۔ جب ہمیں تمہارے بعض علاقوں کیطرف جانیکا اتفاق ہوا تو ہمیں یہ دیکھکر بیحد افسوس ہوا کہ شیطان نے ان لوگوں کو بہکا رکھا ہے۔ لوز ہدایت سے یکسر محروم ہو گئے ہیں اور دن بدن گمراہی اور سرکشی میں کھنچے چلے جا رہے ہیں۔ دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے اور امتِ مسلمہ کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ انپر جہل و نادانی غالب آگئی وہ شہوات نفسانی کے غلام ہو گئے اور ہر اس مفسد کی دعوت کو لبیک کہا جسنے شکوک وشبہات کو پیش کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جہالت کے خطرناک گڑھوں میں جا گرے۔ اب انکی حالت یہ ہے کہ وہ بدقسمتی سے دوزخ کے کنارے پر جاکر کھڑے ہو گئے ہیں انمیں سے اکثر کے عقائد خراب ہو چکے ہیں۔ صلحاء کی قبروں کی عبادت شروع کر دی اور ہر کنکر کو شنکر سمجھنے لگے۔ فوت شدہ بزرگوں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگ گئے اور یہی وہ تمام عقائد فاسدہ تھے جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں پیدا ہو چکے تھے اور جن کی اصلاح کے لئے سید المرسلین

اور امام المتقین مبعوث ہوئے۔

جب ہمنے یہ حالت دیکھی تو ہمپر واجب ہوگیا کہ ہم اپنے بھولے بھٹکے ہوئے بھائیوں کو دعوت حق دیں اور دلائل و براہین قاطعہ سے انپر حق ظاہر کریں جیساکہ نبی صلعم صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا طریقہ تھا۔ ہم نے آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور عقائد سلفیہ لکھکر تمام قبائل اور مختلف شہروں میں تقسیم کردیئے جسکا مقصد محض یہ تھا کہ اللہ اور اسکے رسول کے دین کی خدمت ہو، اللہ کی کتاب کی اشاعت ہو اور اسکے بندوں کی خیر خواہی ہو۔ بعض لوگ ہماری جماعت وہابیہ کے متعلق لوگوں سے مختلف باتیں سنتے تھے لیکن وہ ہماری حقیقت سے واقف نہ تھے اسلیئے ہماری طرف ایسے خیالات منسوب کیئے جاتے تھے جنکے ہم قائل نہ تھے۔ ہمپر طرح طرح کے اتہامات لگائے گئے اور کئی قسم کے باطل اور لغو عقیدے منسوب کئے گئے جسکا مقصد محض یہ تھا کہ لوگ ہمسے متنفر ہوجائیں۔ اور ہماری دعوت توحید ناکام رہے اس ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمنے ضروری سمجھا کہ ایک تحریر شائع کریں جسمیں ہم اپنے عقائد اور دینی مسائل کا ذکر کردیں اور یہ ظاہر کردیں کہ ہماری دعوت کیاہے اور کس چیز کی طرف ہم دعوت دیتے ہیں اور کس مقصد کیلئے ہم جہاد کرتے ہیں۔

وہابی تحریک

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور جن عقائد کی پابندی اور جن اعمال کے التزام کیلئے ہم جہاد کرتے ہیں وہ یہ ہیکہ ہم خالص اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ارکان و فرائض اسلام کی پابندی کیلئے لوگوں کو مجبور کرتے ہیں جسکا اصل اصول "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ" ہے عبادت کے بہت سے اقسام ہیں۔ اور انہی میں سے دعا بھی ہے، بلکہ یہ اقسام عبادت میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے کئی ایک مقام پر دعا کو عبادت سے تعبیر کیاہے جیساکہ فرمایا:۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ تمہارا رب تم سے کہتاہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کرونگا جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔

اور اسی مضمون کی بہت سی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور حدیث شریف میں بھی ہے "الدعاء مخ العبادۃ" دعا عبادت کا مغز ہے۔ پس اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صرف خدا سے دعا مانگی جائے ۔ فوائد کے حاصل کرنے یا مصائب سے بچنے کیلئے اسی سے فریاد کیجائے۔ اسی کے نام کی قربانی دیجائے۔ اسی کے نام کی نذر و نیاز ہو۔ اسی کا خوف، اسی پر توکل ہو۔ اسی سے نصرت و اعانت طلب کیجائے۔ اسی کی پناہ حاصل کیجائے مخلوق میں سے کسی کو ان حقوق میں سے کسی میں شریک نہ کیا جائے۔ وہ فرشتے ہوں یا نبی

یا اولیاء یا صلحاء ہوں اسکے حق میں کوئی اُسکا شریک ہئیں ہو سکتا۔ اور اسکا یہ حق ہے کہ ہر قسم کی عبادت اس کیلئے مخصوص کردی جائے، دلوں میں اسی کی محبت ہو اور اسی کا خوف جلال وعظمت ہو، اور اُسی سے ہر قسم کی امید ہو یہی حکمت شرعیہ دینیہ ہے اور اسی مقصد کیلئے مخلوق پیدا کیگئی ہے قال تعالیٰ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہی عبادت سے مراد توحید ہے کیونکہ اسی میں انبیاء اور امتوں کا اختلاف رہا۔ قال اللہ تعالےٰ:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ وقال تعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ وقال تعالےٰ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ہمنے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگوں سے کہیں خدا کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت سے بچو، یہ بھی فرمایا آپ سے پہلے جو کوئی رسول بھی آیا ہمنے اُسکو وحی کی کہ میں ہی معبود برحق ہوں پس میری ہی عبادت کرو۔ اور فرمایا کہ مسجدیں خدا کی عبادت کیلئے ہیں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

پس جس کسی نے غیر اللہ کو پکارا وہ غیر حاضر ہو یا میّت یا اس سے فریادرسی کی خواہش کی تو اس کے مشرک ہونیمیں کوئی شک نہیں اور اگرچہ اس دعاء غیر اللہ سے مقصد یہ ظاہر کرے کہ یہ محض تقرب بارگاہ الٰہی کے ذریعہ کیلئے ہے۔ اور اس سے مقصد صرف طلب شفاعت ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ اسی راستے سے شرک ہی کے گڑھے میں جاگرے ہیں۔ اور اس کا نام توسل اور شفاعت رکھا ہے۔ لیکن نام کے بدل دینے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اور نہ اسکا حکم بدل سکتا ہے۔ جب شیطان کو معلوم ہوا کہ نفوس (قدسیہ) اُس چیز کے نام لینے سے نفرت کرتے ہیں جسکو کہ مشرک پسند کرتے ہیں تو اُسنے اُن افعال کو دوسری صورت میں پیش کیا جسکو کہ نفوس قدسیہ اختیار کرلیں نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب کے نام تبدیل کرکے اسکو پئیں گے۔ اور اسی طرح زنا کو بھی کہ اُس کا نام نکاح رکھیں گے۔ اور اسماء کو بدل دینے سے انکی حقیقت زائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو شخص امور شرکیہ سے کسی امر کا مرتکب ہو انو مشرک ہے اگرچہ اُسکا نام وسیلہ یا شفاعت رکھ لے۔ اور اس کی وضاحت کیلئے وہ قول ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہود ونصاریٰ کے متعلق ذکر کیا ہے اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ یہود نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے سوا اور خدا بنا رکھا ہے۔ روایت کیا امام احمد امام ترمذی نے اور انکے سوا اور بھی راوی ہیں یہ کہ عدی بن حاتم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے زمانہ جاہلیت میں نصرانی تھے تو اُسنے نبی صلعم کو اس آیت کو پڑھتے ہوئے سنا، اُسنے کہا اے رسول اللہ صلعم یہودیوں نے اپنے احبار کی عبادت نہیں کی نبی کریمؐ نے فرمایا جی ہاں اُنہوں نے اپنے اوپر حلال کو حرام کرلیا اور حرام کو حلال کرلیا اور یہی ان کی عبادت ہے۔ ابن عباس اور حذیفہ ابن الیمان نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا کہ انہوں نے انکی اس حد تک اتباع کی

کہ جو انہوں نے حلال وحرام بنایا اسی کو حلال وحرام بنا دیا وہ لوگ جنکے متعلق خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے ان لوگوں نے احبار و رہبان کو رب اور خدا نہیں بنایا تھا اور ان لوگوں کا یہہ خیال بھی نہیں تھا کہ یہ فعل ان کا احبار کی عبادت ہے - اور اسی وجہ سے عدی نے کہا کہ یہودی اپنے احبار کی عبادت نہیں کرتے تھے - شے کا حکم حقیقت کی ماہیت کے تابع ہوتا ہے - اُس شے کے نام کے تابع نہیں ہوتا - اور نہ اُس شے کے فاعل کے اعتقاد تابع ہوتا ہے - اسلئے وہ لوگ اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ انکی اطاعت اس فعل میں انکی عبادت نہیں ہے اس میں وہ معذور نہیں رکھے جاوینگے - اور نہ اپنے فعل کے نام اور نہ اس فعل کی حقیقت اور نہ اُس کے حکم کو زائل کرنیوالے ہونگے - اور اسی کی توضیح کرتا ہے وہ قول جسکو کہ ترمذی نے روایت کیا ہے - اور اسی کی تصحیح ترمذی نے ابو واقد اللیثی سے کی ہے : ابو واقد اللیثی نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ حنین کی طرف نکلے اور ہمیں کفر کو ترک کئے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا - مشرکین کی ایک بیری تھی جسکے نیچے وہ لوگ نشست برخاست کرتے تھے اور اُسپر اپنے اسلحہ یعنی ہتھیار جنگ لٹکاتے تھے - اس بیری کا نام ذات انواط مشہور تھا - ہم اُس بیری کے پاس سے گذرے - ہمنے کہا یا رسول اللہ صلعم ہمارے لئے بھی کوئی کھونٹی والی چیز کر دیجئے جیسا کہ ان کیلئے کھونٹیوں والی چیز ہے - نبی صلعم نے فرمایا اللہ اکبر یہ وہی طریقے ہیں قسم اُس ذات کی کہ جسکے دست قدرت میں میری جان ہے تم نے وہ بات کہی جو کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے لئے بھی ایسے معبود ہونے چاہئیں تو انہوں نے جواب دیا کہ تم تو قوم جاہل ہو - نبی صلعم نے فرمایا تم ان لوگوں کے نقش قدم پر چلوگے ؟ وہ لوگ یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ جو ہمنے طلب کیا ہے وہ لا الٰہ الا اللہ کے قول کے منافی ہے تو اُن کی اس سے جہالت نفس حقیقت کو نہیں بدل سکی - اور نہ حکم شرعی اس سے بدل گیا -

جو شخص شریعت محمدیہ سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ قبروں کے پاس قبر پرست جو کچھ کرتے ہیں مثلاً اصحاب قبور سے دعا مانگی جاتی ہے ، ان سے فریاد کی جاتی ہے اور انہی اصحاب قبور سے مدد طلب کیجاتی ہے - اور انکی قبروں کے نزدیک مجاورین کے رہنا اور قبروں پر سجدہ کرنا اور اُن کیلئے نذر ماننا یہ فعل بہ نسبت اُن لوگوں کے جنہوں نے اپنے احبار و رہبان کو رب یا معبود بنا لیا تھا از روئے شرک کے کہیں زیادہ بڑھکر ہے - اور بہ نسبت اُن لوگوں کے قول کے جن لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط ہو جیسی کہ ان مشرکین اور کفار کیلئے ہے یہ قول کہیں بدتر ہے - بعض علماء محققین نے کہا ہے جبکہ

اس درخت کی طلب لوگوں نے رسول کریم صلعم سے محض ہتھیار لٹکانے اور اُس کے نیچے بیٹھنے
کیلئے کی تھی۔ اور اُن کی غرض اُسکی عبادت نہیں تھی۔ اور نہ اُس درخت سے کوئی سوال کرنے
جیسا کہ اہل قبور سے کیا جاتا ہے جو اس صورت میں رسول اللہ صلعم نے جواب دیا تھا اور اسکی
مثال ایسی بیان کی ہے جیسا کہ قوم بنی اسرائیل کا بُتوں کا موسیٰ علیہ السلام سے طلب کرنا۔ تو تمہارا
ایسی صورت میں کیا گمان ہے جبکہ قبر کے پاس اعتکاف کیا جائے۔ اور اہل قبر کے وسیلہ سے دعا
مانگی جائے یا اُس قبر پر دعا مانگی جائے۔ درخت کی وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوتا بہ نسبت اس فتنہ کے
جو قبر کی تعظیم کی وجہ سے پیدا ہوگا کسقدر عظیم ہوگا۔ کاش بدعتی اور مشرک اُس فتنہ عظمےٰ سے
واقف ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام وسائل کو جو مفضی الی الشرک تھے بند کر دیا
جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے یہ دعا پڑھی (اے اللہ میری قبر کو بُت مت بنانا جسکی
پوجا کی جائے) اللہ تعالیٰ کا عذاب اُس قوم پر شدید ہے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا دیا
اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والیوں، اور اُنپر مسجد بنانیوالوں اور چراغ جلانے والوں پر
لعنت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر عید منائی جائے۔ آپنے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر
عمارت بنائی جائے اور حکم فرمایا تھا کہ قبروں کو زمین کے برابر کردیا جائے۔ جیسا کہ امام مسلم رح نے روایت
کی ہے۔ ابی هیجاج کہتے ہیں مجھے حضرت علی رض نے فرمایا کہ میں تمکو اُس امر پر کیوں نہ مقرر کردوں جسپر
رسول اللہ صلعم نے مجھے مقرر کیا تھا (وہ کیا بات تھی) مت چھوڑ تو کسی تصویر کو مگر اسکو مٹا دے اور مت
چھوڑ کسی اونچی قبر کو مگر اُسے برابر کردے۔ اور نبی کریم نے قبر پر چونہ لگانے سے منع کیا ہے۔ اور قبر پر لکھنے
سے بھی منع فرمایا ہے۔ ہم اہل قبور کی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم اور اسمیں غلو کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہم قبروں پر سے
قبے اور گنبد گرا دیتے ہیں کیونکہ اسمیں بھی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم ہے جو فی الحقیقت ذریعہ شرک ہے اور یہی
وہ باتیں ہیں جو عبادت قبور کا سبب بنیں۔ لوگوں نے ایسی باتونکو اپنی طرف سے بنا لیا ہے اور ان اصحاب قبور
کی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم کرنے لگے ہیں پہلے تو انکو بزرگ سمجھنے لگے پھر انکے بعد جو آدمی آئے وہ اللہ کے
سوا انکی عبادت کرنے لگے۔ بعض اُنمیں سے اپنی مصیبتوں کو ان قبروں سے بیان کرنے لگے اور اپنی حاجت
روائی اُنسے چاہنے لگے۔ اور اپنی سختیوں کو دُور کرنا اور امور شدیدہ کی فریاد اُنسے کرنے لگے اور پھر
اس شرک کو ثواب جاننے لگے اور اسکو دین بنا لیا اور جنے اُن باتوں سے سخت انکار کیا اُنکو ڈرایا دھمکایا
اور اُنپر طرح طرح کے بہتان لگائے۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے دین کی ہر زمانہ اور ہر مقام میں مدد کرنیوالا ہے
لیکن وہ اپنے گروہ کا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ یہ ہمارا اعتقاد اور دین ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ ایمان لانا اور
اُسکے فرشتوں کتابوں اور رسولوں کیساتھ اور قیامت کیساتھ اور ایمان قبور کیساتھ خیر ہو یا شر ہو۔ اور

ہم اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ اُس کی جلالت اور عظمت کو ہم ثابت کرتے ہیں بلا شرک۔ اور اللہ تعالیٰ کو معطل ہونیسے منزہ جانتے ہیں۔ اور ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جو تمام مخلوق پر۔ اور عرش اُس کا آسمانوں پر ہے اور تمام مخلوق سے علیحدہ ہے اور کوئی جگہ اس کے علم سے خالی نہیں ہے۔ اور ہم اس لفظ پر ایمان لاتے ہیں کہ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" پس استوا اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں لیکن اسکی کیفیت اور مثال کے درپے نہیں ہوتے۔ اسلئے کہ اپنی حقیقت کو وہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ امام دار الہجرہ مالک ابن انس نے فرمایا اور ہم بھی انہی کی طرح کہتے ہیں جب ایک شخص نے انسے استوا کے متعلق دریافت کیا تو آپنے فرمایا الاستواء معلوم والکیف مجہول استوا تو معلوم ہے لیکن اُس کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور اسپر ایمان لانا واجب ہے۔ اور سوال کرنا اسکے متعلق بدعت ہے۔ مالکؒ نے استواء کو ثابت کیا اور اُسکی کیفیت علم کی نفی کی۔ اور اسی طرح ہمارا اعتقاد خداوند تعالیٰ کے تمام اسماء اور اسکے صفات کے متعلق ہے یعنی ایمان باللفظ اور اثبات حقیقت اور علم کیفیت سے انکار۔ اور جامع قول اس کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اُس صفت کیساتھ کہ جس سے اُسنے خود اور اسکے رسول صلعم نے تعریف کی ہے اور ہم قرآن و حدیث سے تجاوز نہیں کرتے پس جس شخص نے خدا کو کسی سے تشبیہ دی وہ کافر ہوگیا اور جس شخص نے خداوند تعالیٰ کی اُس صفت سے انکار کیا جو اُسنے بیان کی ہیں وہ بھی کافر ہوگیا لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر۔ وہ ذات پاک ہے نہ اُسکا کوئی ہمنام ہے اور نہ اُسکا کوئی مثیل ہے اور وہ اپنے آپکو اور دوسرونکو خوب جانتا ہے۔ اور بہت ہی سچی بات کہنے والا ہے۔ ہمارا اس حدیث پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو نزول کرتا ہے آسمان دنیا پر جبکہ پچھلی رات ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ کوئی سوال کرنیوالا ہے کہ میں اُسکے سوال کو پورا کردوں؟ اور کوئی گناہوں کی بخشش طلب کرنیوالا ہے کہ میں بخشوں؟ اور کوئی توبہ کرنیوالا ہے کہ میں اُسکی توبہ قبول کروں؟ اور ہم اسبات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے نازل کیا گیا ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ اسی سے شروع ہوا اور اسی طرف لوٹے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کیساتھ حقیقۃً تکلم کیا اور جبرئیلؑ نے اُسکو سُنا اور رسول اللہ صلعم پر نازل کیا اور ہم اشاعرہ اور اہل بدعت کے قول (یعنے کلام نفسی) کے قائل نہیں ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی شئی اسکی قضاء و قدر کے بغیر موجود نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی قوت اسکے قضاء و قدر کو روکنے والی ہے اور جو لوح محفوظ پر لکھدیا گیا ہے اُسکے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں عذاب کی آیتوں پر اور اُن احادیث پر جو نبی کریمؐ سے ثابت ہیں اور ہم اُس مسلمان کے بارہ میں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو خلود فی النار کے قائل نہیں ہیں جیسے خوارج اور معتزلہ کا اعتقاد ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے

کہ نبی صلعم نے فرمایا آگ سے نکالا جائیگا وہ مومن جسکے قلب میں ایک ذرّہ ایمان کا ہوگا۔ اہل کبائر کا آگ سے نکالا جانا بشفاعت نبی کریمؐ کے ہوگا ان لوگوں کے حق میں جسکے لئے آپ شفاعت فرمائینگے۔ اور اسی طرح اہل کبائر کی ملائکہ اور انبیاء بھی شفاعت کرینگے۔ اور ہم احکام مطلقہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں اہل کبائر کو داخل کریگا۔ اور بعض ایسے ہونگے جو دوزخ میں داخل نہ کئے جائینگے۔ ایسے اسباب کیوجہ سے جو دخول نار سے مانع ہوں جیسے حسنات جو گناہوں کے مٹانیوالے ہیں اور مصائب جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں وغیرہ۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ جو کرتا ہے وہ حکمت اور اسباب سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اُن اسباب کے مسبّبات کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور ہم کسی خاص شخص کیمتعلق دوزخی یا جنتی ہونیکا دعوےٰ نہیں کرسکتے اسلئے کہ اُس کی باطنی حقیقت کا ہم احاطہ نہیں کرسکتے کیونکہ ہم اُسکے خاتمہ اور باطن سے ناواقف ہیں لیکن ہم محسن کیلئے رحمت کے امیدوار ہیں اور ہم گنہگار پر خوف کرتے ہیں مگر اُس شخص کیمتعلق جسکے لئے آپؐ نے شہادت دی ہو۔ اور ہم اہل اسلام میں سے کسیکو کافر نہیں کہہ سکتے ایسے گناہ کیوجہ سے جو شرک سے کم ہو اور نہ ہم اُسکو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونیکی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج کرسکتے ہیں۔ اور ہم ان سب چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جسکی خبر رسول خدا نے دی ہے اور جو کچھ بعد موت واقع ہوگا۔ ہم قبور کے فتنہ اور اُسکے عذاب اور اُسمیں راحت اور یہ کہ جسموں میں روحوں کو ڈالا جائیگا ایمان لاتے ہیں۔ پروردگار عالم کے سامنے قیامت کے دن ننگے پیر اور برہنہ پریشان لوگ کھڑے ہونگے سورج اُنسے قریب تر ہو جائیگا جسموں سے پسینہ بہہ رہا ہوگا حساب کیواسطے میزان قائم ہوگی اور نامہ اعمال کھولے جائینگے بعض دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال لئے ہوگا اور بعض کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ہونگے حوض کوثر پر ہمارا ایمان ہے اور پل صراط جہنم کی پشت پر قائم کیجائیگی لوگ اپنے اعمال کیموافق اُسپر سے گذرینگے۔ شفاعت نبی کریمؐ پر ایمان لاتے ہیں اور اسپر کہ وہ سب سے پہلے شافع ہونگے اور سب سے پہلے مشفع ہونگے۔ رسولخدا بغیر اجازت باری تعالیٰ شفاعت نہیں کرینگے قرآن میں ہے وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی اور نیز یہ بھی کلام پاک میں آیا ہے وکم من ملک فی السموٰت لا تغنی شفاعتہم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ۔ باری تعالیٰ پاک ہے وہ توحید کے سوا اور کسی چیز کو پسند نہیں کرتا اور شفاعت کی اجازت بجز موحد کے اور کسی کیواسطے نہیں ہوگی چنانچہ حدیث میں ابوہریرہ سے روایت ہے ابوہریرہ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا۔ آپکی شفاعت کا زیادہ مستحق کون ہے آپنے فرمایا جس شخص نے خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو یہہ شفاعت مخلص لوگوں کیلئے خدا کی اجازت سے ہوگی اور مشرکین کیلئے نہیں۔ خدا نے فرمایا ہے مشرکین کیواسطے شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت منظور نہ ہوگی۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے جنت کو پیدا کیا وہ بالفعل موجود ہے اور جنت متقین وفرمانبرداروں کیلئے تیار کیا ہے اور خدا نے ہی جہنم کو پیدا کیا ہے اور اسوقت موجود ہے اُسکو کفار اور نافرمان بندوں کیلئے تیار کیا ہے۔ اور ہم اسپر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ مومنین اپنے رب کو بچشم خود جنت میں دیکھینگے جس طرح کہ چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہیں۔ اور کسی قسم کا تشابہ نہیں ہوتا آیت قرآنی اسپر دال ہے۔

جنتیوں کے چہرے اُس روز تازے اور سر سبز خوش و خرم اور اپنے رب کو دیکھنے والے ہونگے۔ ایک دوسرے موقع پر باری تعالےٰ نے فرمایا للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ اور آنحضرتؐ نے اسکی توضیح کی ہے۔ آپنے فرمایا کہ حسنیٰ سے مراد جنت ہے اور زیادہ سے مراد رویت باری تعالیٰ ہے اور یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ نبیؐ خاتم النبیین ہیں آپکی امت میں حضرت ابو بکرؓ سب سے افضل ہیں پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمان پھر حضرت علیؓ اور اُسکے بعد عشرہ مبشرہ اور انکے بعد اہل بدر اسکے بعد جنہوں نے شجرۃ الرضوان کے تلے آپسے بعیت کی تھی پھر تمام صحابہ۔ ہم رسول صلعم کے اصحاب کیلئے استغفار کرتے ہیں اور انکے محاسن و فضائل کو ذکر کرتے ہیں ہم صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات سے چشم پوشی کرتے ہیں اور ازواج مطہرات جو کہ امہات المومنین ہیں اُنسے ہر برائی کو دور کرتے ہیں اور ان سب ازواج میں افضل حضرت عائشہؓ ہیں اور ہم روافض و اہل بدعہ کے اعتقاد سے بری ہیں۔ اور ہر امام کی معیت فاجر ہو یا نیک ہو جب سے کہ رسولؐ مبعوث ہوئے ہیں اس امت کے آخری دجال کے مقابلہ تک جہاد کو جائز سمجھتے ہیں اور امام المسلمین کی اطاعت کو واجب سمجھتے ہیں خواہ وہ امام فاجر ہو یا نیک ہو جبتک خدا کی نافرمانی کا حکم نہ کرے بدعتیوں کو برا بھلا کہنا اور اُنسے دور رہنا ہم ضروری سمجھتے ہیں دین کے اندر کوئی جدت پیدا کرنا اُسکو ہم بدعت سمجھتے ہیں ہر مستطیع پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہم واجب سمجھتے ہیں مگر بصورت قدرت ہاتھ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے اور اگر ہاتھ سے متعذر ہو تو زبان سے روکے۔ اگر زبان سے متعذر ہو تو دل سے مکروہ سمجھے جیسا کہ حدیث صحیح میں نبی صلعم سے آیا ہے جو شخص تم میں سے خلاف شریعت فعل ہوتے دیکھے تو اُسکو ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے منع کرے۔ اگر زبان سے بھی منع کرنے پر قادر نہو تو اُسکو دل سے برا سمجھے۔ لیکن یہ ضعف ایمانی کی دلیل ہے؛ ہمارا اعتقاد ہے ایمان اقرار باللسان اور عمل بالارکان و اعتقاد بالجنان۔ ایمان عبادت سے زیادہ ہوتا چلتا ہے اور معصیت و نافرمانی سے کم ہو جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ایمان کے کچھ اوپر ساٹھ یا کچھ اوپر ستر شعبے ہیں اور اعلےٰ اُن شعبوں کا لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنےٰ اُن شعبوں کا راستہ سے موذی چیز کو ہٹانا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا جب آپکے ذریعہ اللہ نے دین مکمل کر دیا اور آپنے اس امانت کو ادا کر دیا دین الٰہی لوگوں کو پہنچا دیا آپ اللہ کے حکم سے وفات پا گئے اور آپکے لئے اللہ نے رفیق اعلےٰ کو پسند کر لیا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ آپکا رتبہ تمام مخلوق سے بہتر ہے اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں لیکن برزخی زندگی کے ساتھ اور شہدا کی زندگی سے کہیں بہتر آپکی زندگی ہے اور آپکی قبر پر جو آپکو سلام کہتا ہے آپ سنتے ہیں اور دنیوی زندگی جیسی دنیا کے حالات کا علم ہوتا ہے چلنا پھرنا۔ کام کرنا وغیرہ یہ آپکو حاصل نہیں صفات باری تعالیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعۃ کا ہے ہم ان تمام صفات پر جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں بغیر کسی تاویل کے ایمان لاتے ہیں فروعی مسائل میں ہم امام احمد بن حنبل کے پیرو ہیں ہم اجتہاد کے مدعی نہیں ہاں اگر کوئی حدیث رسولؐ ہمیں معلوم ہو جائے تو بلا توقف اُسپر عمل کرتے ہیں یہی ہمارے اعتقادات ہیں اور یہ ہمارا دین ہے جو اسکے خلاف ہماری طرف نسبت کرے اُسپر اللہ و ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو ہمارا اور اُنکا حساب اللہ کے پاس ہوگا

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ علی محمد النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ والتابعین لہم باحسان الی یوم الدین

ہفتہ وار اخبار

توحید
امرتسر

ہندوستان کا بہترین مذہبی علمی اور سیاسی اخبار

زیر ادارت مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی

ہندوستان کے اسلامی ہفتہ وار جرائد میں سے "توحید" ہی ایک ایسا اخبار ہے جو کت[illegible]
وسنّت کے معارف بیان کرنے، اسرار شریعت اور بصائر و حکم کے واضح کرنے، اور علمی دقائق
حقائق کے پیش کرنے میں ایک خاص امتیاز و فوقیت رکھتا ہے۔

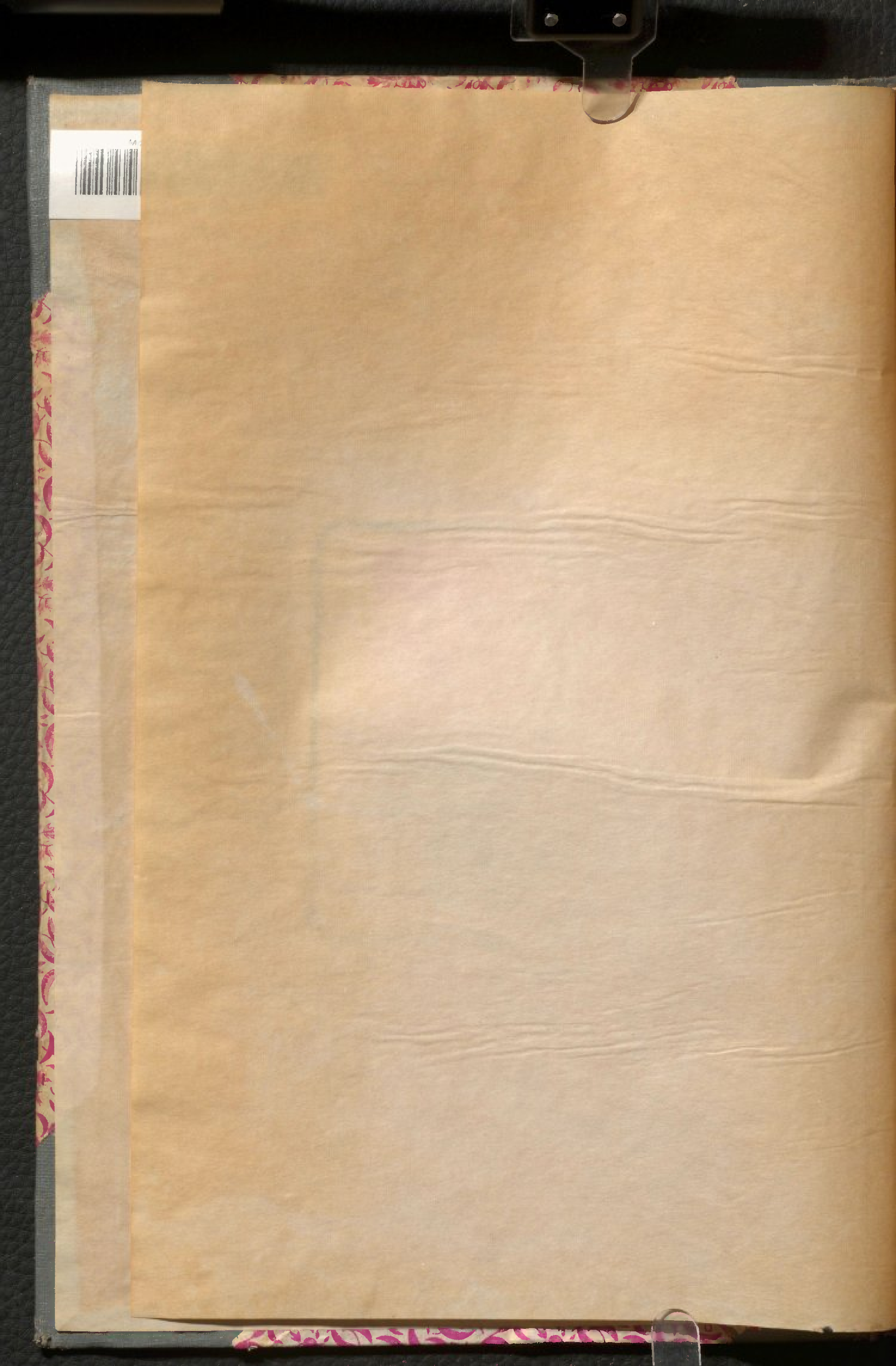
"توحید" تمام مذہبی و سیاسی مسائل پر عالمانہ اور محققانہ بحث کرکے اپنے ناظرین می[illegible]
بیداری اور بصیرت پیدا کرنے والا،
تمام بدعات و مشرکانہ رسوم سے پاک اسلام دنیا کے سامنے پیش کرکے لوگوں کو جہا[illegible]
کی قعر ذلت سے نکالکر خالص اسلامی تعلیم کی رفعت و بلندی تک پہنچانیوالا،
دنیائے اسلام اور ہندوستان کی صحیح خبریں، اور عربی، فارسی، انگریزی اخبارات [illegible]
بہترین اقتباسات پیش کرنیوالا ہے۔

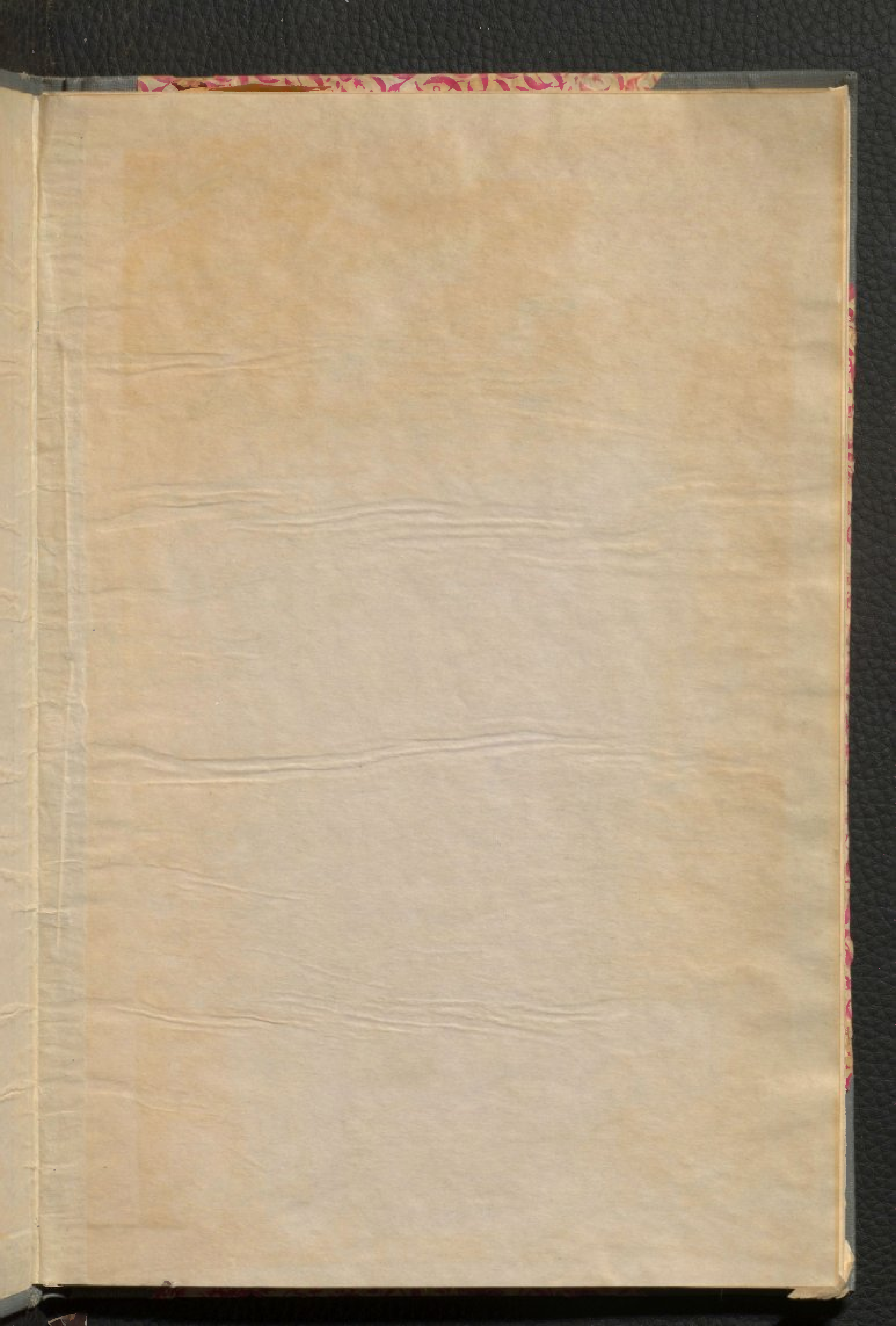
"توحید" بہترین کتابت و طباعت کیساتھ ۲۰×۲۶/۴ کے ۲۰ صفحات پر نہایت آب و [illegible]
کے ساتھ ہر جمعہ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔

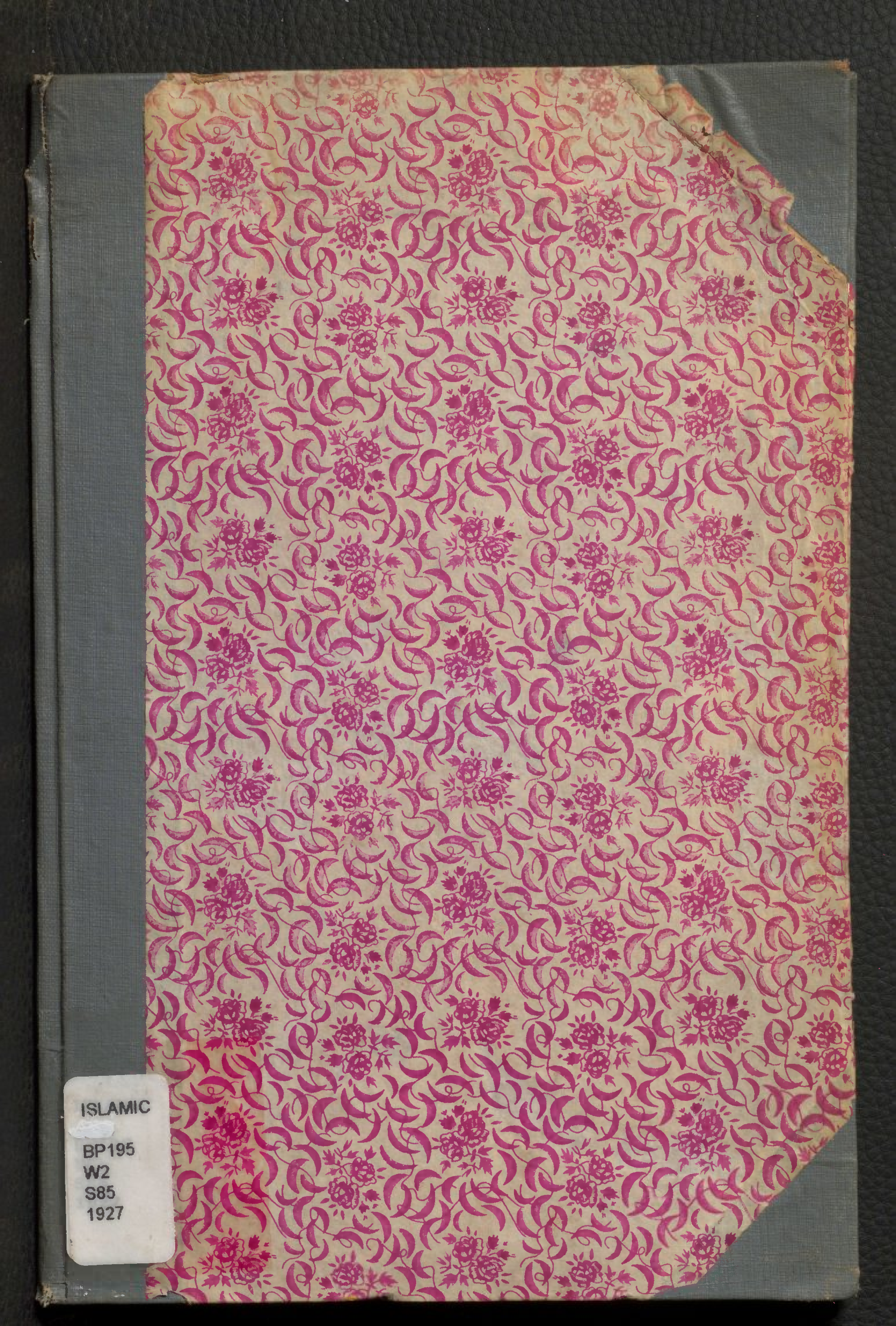
قیمت سالانہ ۵ر ششماہی ۲؍۱۲ر
طلباو کم استطاعت علماء سے للعہ " ۳؍۴ر

ممالک غیر سے ۱۰ شلنگ
(نمونہ مفت طلب کیجئے)

منیجر "توحید" ہفتہ وار، امرتسر






ISLAMIC
BP195
W2
S85
1927